عظیم کتاب

۱۳۷۹ھ

الشفاء مترجم

در

سیرت رحمۃ للعلمین

علیہ التحیۃ والثناء

وہ عظیم محدث و فقیہ جس نے سیرت و معجزات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے مثل کتاب لکھی

علامہ فقیہ و امام رحمۃ اللہ علیہ
حضرت فقیہ امام قاضی عیاض مالکی اندلسی

مترجمہ
فاضل جلیل علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی مدظلہ

ناشر
ادارۂ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم ہفت روزہ لاہور موچی گیٹ

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

ایمان و محبت کو زیادہ کرنیوالی نورانی کتاب

مسمّٰی باسم تاریخی

نعیم العطار فی حدیث المجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۳۹۷ھ

ترجمہ

کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

للقاضی عیاض رحمہ اللہ

حصہ اوّل

مترجم

حامیٔ سنت ناصرِ ملت حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی مدیر ہفت روزہ سوادِ اعظم لاہور

ناشر

ادارۂ کتب نعیمیہ رضویہ ہفت روزہ سوادِ اعظم گنج بخش روڈ لاہور

قیمت چار روپے

تقریظ

سیّد الفضلاء تاج العلماء سیّدی ومولائی، ولی نعمی اُستاذی

حضرت مولانا الحاج مفتی محمد عمر صاحب نعیمی محدثِ اعظم کراچی مدت برکاتہم

الحمد للّٰہ علیٰ ما اعطانا النعیم المقیم وفضلنا بانعام عمیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الکریم وعلیٰ الہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم

میں نے کتاب مستطاب "نعیم العطاء" ترجمہ کتاب الشفاء کا جستہ جستہ مقامات سے مطالعہ کیا، اربابِ علم پر مخفی نہیں کہ "کتاب الشفاء" مرضِ قلب کیلیے نسخہ کیمیا وسبب شفا، حبِ مصطفےٰ عین ایمان، بلکہ ایمان کی جان، اور یہ کتاب بیانِ عظمتِ حبیبِ خدا میں صحیفۂ ایمان افروز، اور منکرین کیلیے شعلۂ دشمن سوز ہے۔

اخی فی الدین مولانا الحاج حکیم غلام معین الدین صاحب سلمہ نے اس جلیل کتاب کا ترجمہ بڑی خوبی وخوش اسلوبی کے ساتھ فرمایا، جسکے مطالعہ سے قلبِ مومن جگمگائے، اور ایمان کی روشنی میں جلا آئے۔ مولیٰ تعالیٰ عزیزِ محترم کی اس سعی کو قبول فرمائے، اور اُن کے علم وعمل میں برکت فرمائے اور مسلمانوں کو اس کے برکات سے فیضیاب فرمائے۔ آمین

کتبہ العبد المعتصم بذیل النبی الامی

عمر النعیمی

مصنف
"کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ"
کا

۱۹ ۴/۸۰

تعارف!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ۔ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

نام:۔ عیاض۔ کنیت:۔ ابوالفضل، المعروف بہ القاضی والفقیہ باب کا نام موسیٰ بن عیاض ہے۔ انکے والد ماجد نے اپنے باپ کے نام پر بیٹے کا نام رکھا تھا۔ اصل کے اعتبار سے آپ یمنی قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔

مغرب کے شہر سبتہ میں ۴۹۶ھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ کا بچپن اور جوانی کا ابتدائی دور سبتہ ہی میں گزرا، جہاں آپ نے اُس مردم خیز خطہ کے اکابر علماء و مشائخ کی زیر نگرانی علم ظاہری و باطنی کے مراحل طے کیے۔ آپ کے اساتذہ و مشائخ میں ابن حمدین، ابن الحاج، ابوعلی صدفی، ابن عتاب اور ابن رشد کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حدیث و تفسیر کے علاوہ آپ فقہ، نحو، ادب، کلام عرب، اور معقولات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ نظم کلام میں بھی پوری قوت کے مالک تھے۔ ایام و انساب کی معرفت میں آپ کے دور میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، سب کی سب مقبولیت کے درجہ تک پہنچیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ مشارق الانوار علیٰ صحاح الآثار۔

۲۔ اِکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم۔

۳۔ المستنبط فی شرح کلمات مشکلة والفاظ مغلقة مما اشتملت علیہ الکتب المدونة والمختلطة۔
۴۔ ترتیب المدارك وتقریب المسالك لمعرفة اعلام مذہب مالك
۵۔ کتاب الاعلام بحدود قواعد الاسلام۔
۶۔ کتاب الالماع فی ضبط الروایة وتقیید السماع۔
۷۔ بغیة الرائد لما تضمنه حدیث ام زرع من الفوائد۔
۸۔ کتاب الغنیة
۹۔ غنیة الکاتب وبغیة الطالب
۱۰۔ جامع التاریخ
۱۱۔ معجم شیوخ ابی علی الصدفی
۱۲۔ نظم البرہان علی صحة جزم الاذان
۱۳۔ مقاصد الحسان فیما یلزم الانسان
۱۴۔ کتاب الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی

آپ فقہ مالکی کے نقیب سمجھے جاتے ہیں۔ محدثین و فقہاء متقدمین رحمہم اللہ کے علاوہ متاخرین مشائخ شکر اللہ سعیہم جب آپ کا ذکر کرتے ہیں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذکر کرنے والے پر حضرت قاضی ابو الفضل عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے عشقِ مصطفٰی کا رنگ چڑھ آیا ہے۔

حضرت قاضی صاحب حضورِ اقدس، نبیِ محترم، فخرِ موجودات، باعثِ کون و مکاں سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعٰلمین، امام الانبیاء، سرورِ انس و جان، حبیبِ کبریاء احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفٰی سیدنا محمد رسول اللہ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ کے عشق و محبت میں سر سے لیکر پاؤں تک غرق تھے، بلکہ بعض تذکرہ نگاروں نے

آپ کی ظاہری حیات کے اختتام کو بھی عشقِ محمدی میں کثرتِ آہ و بُکا ہی کو قرار دیا ہے۔
کتاب الشفاء کے مطالعہ سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ اس پاک، ومقدس کتاب کا لفظ لفظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ہے۔ رہا اس کا علمی پایہ، تو اسکے متعلق یہ بے بضاعت کیا تحریر کر سکتا ہے۔ اس ایک کتاب پر ہی کیا موقوف ہے، بلکہ ایک بہت بڑے صاحبِ فن نے جس کی حدیثِ نبوی پر بہت ہی گہری نظر تھی، حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے متعلق یوں ارشاد کیا:-

ولیس من کتب عیاض عوض ؛ فانہٗ کان اماماً فاضلاً
(مالک بن مرحل)

کتابِ سقراطیہ کے شارح ابو عبداللہ لوازری یوں فرماتے ہیں:-

کانی قد ما فی کتاب عیاض ؛ اتنزہ طرفی فی مریع ریاض
فاجنی بہ الازھار یانعۃ الجنی ؛ واکرع منھا فی لذیذ حیاض

علامہ لسان الدین الخطیب تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کے متعلق جس کا ترجمہ اُردو زبان میں ناظرین کیلیے حاضر ہے، فرماتے ہیں

شفاء عیاض للصدور شفاء ؛ ولیس للفضل قد حواہ خفاء

عیاض کی کتاب الشفاء دلوں کے روگ دور کر دیتی ہے۔ اور جو خوبیاں اس نے اکھٹی کی ہیں وہ ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔

ھدیۃ بر لم یکن لجزیلھا ؛ سوی الاجر والذکر الجمیل کفاء

یہ ایک ایسے نیک بخت کی طرف سے ہدیہ ہے کہ جسکی گرانقدر محنت و کوشش کا بدلہ بجز اسکے عمدہ ذکر کے اور کسی صورت میں نہیں دیا جا سکتا۔

وفی للنبی اللہ حق وفائہ ؛ واکرم اوصاف الکرام وفاء

اور اس شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو پوری طرح ادا کر دیا۔

اور نیک و باعزت لوگوں کے لیے سب سے بڑی صفت حقوق کو پوری طرح ادا کرنا ہے۔

وجاء بہ بحر الیفوق بفضلہ ۞ علی البحر طعم طیب وصفاء

وہ ایسے دریا کو ضبطِ تحریر میں لائے ہیں جو اپنی پاکیزگی عمدگی اور شیرینی میں دریا کے پانی سے بھی بڑھ گیا ہے۔

وحق رسول اللہ بعد وفاتہ ۞ رعاہ واغفال الحقوق جفاء

اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری وفات کے بعد قاضی عیاض نے آپ کے حقوق پوری طرح ادا کر دیے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حقوق کی ادائیگی سے غفلت فی الحقیقت ظلم ہے۔

ھو الذخیر یغنی فی الحیاۃ غناءہ ۞ ویترل منہ للبنین رفاء

وہ ایک ایسا خزانہ ہے کہ جسکے ملنے سے زندگی میں بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور یہی وہ خزانہ ہے کہ جس کی برکت سے اہلِ زمانہ پُرسکون ومطمئن ہو جاتے ہیں۔

ھو الاثر المحمود لیس بیانہ ۞ دثور ولا یخشی علیہ عفاء

وہ ایسا محمود اثر ہے کہ جو کبھی بھی پرانا نہیں ہوتا۔ اور اُسکے مٹ جانے کا کبھی بھی خوف دامنگیر نہیں ہو سکتا۔

حرصت علی الاطناب فی نشر فضلہ ۞ وتمجیدہ لو ساعدتنی وفاء

اگر میری عمر میرے ساتھ وفا کرے تو میں اُس کی بزرگیاں اور شرف ومنزلت ظاہر کرنے کا بیحد خواہشمند ہوں۔

کہتے ہیں کہ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے بھتیجے نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ انکے چچا عیاض بھی سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خواب نے انھیں بیحد بےچین کر دیا۔ جب اُنھوں نے اس خواب کو حضرتِ قاضی عیاض کی خدمت میں عرض کیا، تو اُنھوں نے فرمایا کہ

گھبرانے کی کوئی بات نہیں، تمہیں صرف یہ بات اسلیے دکھائی گئی ہے کہ تم آئندہ میری کتاب "الشفاء" کو مضبوطی سے پکڑو، اور اسے اپنے لیے حجت بناؤ۔

اس تعبیر میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان کی یہ کتاب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی تصویر ہے۔

ایک اور بزرگ حضرت عبد اللہ بن احمد ازدی نے اس بے مثل کتاب کے حق میں حسب ذیل اشعار نظم کیے ہیں :- ؎

کتاب الشفاء شفاء القلوب ✽ قد ائتلفت شمس برهانه

کتاب الشفاء واقعی دلوں کے امراض کے لیے مسیحا ہے۔ اسکے دلائل ایسے ہیں جیسے سورج چمک رہا ہو، اور کوئی آنکھوں والا اسکے انکار کی مجال نہ رکھتا ہو، ہاں انکار کرنے والا تو اندھا ہی ہو سکتا ہے۔

فاکرام به ثم اکرام به ✽ واعظم مدی الدهر من شانه

پس اے قاریِ کتاب! تجھ پر اس کتاب کا اکرام لازم ہے، اور جبتک زمانہ قائم رہے اس کی بڑائی بیان کرنا بھی تم پر لازم ہے۔

اذا طالع المرء مضمونه ✽ رسی فی الهدی اصل ایمانه

جب بھی انسان اسکے مضامین کو پڑھتا ہے، تو اس کا اصلِ ایمان، ہدایت و راستی میں پختہ سے پختہ تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

وجاء بروض التقی ناشقا ✽ اراشحے ازهار افنانه

گویا کہ اس شخص نے تقویٰ و پرہیز گاری کا ایک سرسبز باغ لگایا ہے کہ جس کی شاخوں کے پھول خوشبو سے مہکنے والے ہیں۔

ونال علوما ترقیه فی ✽ ثریا السماء وکیوانه

اور اس شخص نے اس کتاب کے پڑھنے سے گویا ایسے ایسے علوم حاصل کر لیے

جو بہت بلند و ارفع ہیں۔

فللّٰہ دم ابی الفضل اذ　∴　جری فی الوری نیل احسانہ

پس میں تو یہی دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوالفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کا بھلا کرے کہ انکے اس احسان کی بخشش تمام مخلوق میں پھیل گئی ہے۔

یقرر قدر نبی الھدیٰ　∴　وخیر الانام ببیانہ

انھوں نے اپنی اس کتاب کے بیان سے نبی ہدایت اور برگزیدہ انسان کی قدر و منزلت کو مدلل ثابت کر کے پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے۔

فجازاہ ربی خیر الجزاء　∴　وجاد علیہ بغفرانہ

پس میرا پروردگار انھیں بہترین بدلہ عطا فرمائے، اور انکی بخشش کیساتھ اُن پر اپنا فضل و احسان فرمائے۔

ومنہ الصلوٰۃ علی المجتبیٰ　∴　واصحابہ ثم اعوانہ

مدی الدھر لا ینقضی دائما　∴　ولا ینتھی طول ازمانہ

اور میرے پروردگار کا صلوٰۃ وسلام برگزیدہ نبی، اور انکے اصحاب و اعوان پر ہمیشہ ہوتا رہے جو کبھی بھی ختم نہ ہو، اور زمانہ کے طول تک بھی یہ صلوٰۃ وسلام ختم نہ ہو

حضرتِ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے سینتالیس برس کی عمر میں ۵۴۴ھ میں وفات پائی، اور مراکش میں دفن ہوئے۔ افاضنا اللہ تعالیٰ علینا فیوضاتہم

احقر حافظ ریاض احمد اشرفی

تقریظ

سُلالۂ دودمانِ رضویہ، شمع شبستانِ سلسلۂ قادریہ، فقیہ العصر حضرت علامہ مولٰنا مفتی محمد اعجاز الرضوی البریلوی دامت برکاتہم

احمدك یا من النعم علینا اعطاء رضاء المصطفیٰ وکرم لفضلك العمیم علینا باھداء "نغیم العطاء فی حدیث المجتبیٰ" واصلی واسلم علیٰ سید الانبیاء خیر البرایا احمد النبی المرتضیٰ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ اولی الصدق والنھیٰ
فقیر سراپا تقصیر نے اس مبارک عجالہ، اور بابرکت رسالہ "نغیم العطاء فی حدیث المجتبیٰ" جسے میرے محترم بزرگ حضرت گرامی مرتبت مجاہدِ ملت مفکرِ شریعت مولانا العلام الحاج غلام معین الدین صاحب مخدوم نعیمی دامت برکاتہم نے "کتاب الشفاء" کا ترجمہ کرکے چھاپا ہے حرفاً حرفاً دیکھا اور گہری نظر سے مطالعہ کیا، بیان و زبان کی شستگی میں کسے کلام ہے۔ بلاشبہ حضرت مترجم کی بڑی کاوشوں کا یہ نچوڑ ہے۔ ترجمہ کیا ہے، موتیوں کی لڑیاں ہیں، جسے اُردو کے ڈورے میں پرو دیا ہے۔ محبت و عشقِ نبوی کے شیدائیوں کے لیے آبِ حیات اور نسخۂ کیمیا ہے باطل پرستوں کے ہوائی قلعوں کے مسمار کرنے کا بہترین میگزین ہے۔
ارشاداتِ نبویہ اور فرامینِ مصطفویہ کا جو مجموعہ امام قاضی عیاض نے بنام "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" موسوم کیا ہے، مخدوم محترم نے "نغیم العطاء" میں اُسے اُردو کا جلوہ دیا ہے۔ مولیٰ کریم اس سعی کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے اور مسلمانوں کی دینی و اُخروی سعادتوں کے لیے سرمایۂ اجر بنائے۔

فقیر قادری محمد اعجاز الرضوی

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اولی العظمۃ والتکریم

کسی زبان کو دوسری زبان میں ڈھالنے کا نام ترجمہ ہے، یہ اتنا مشکل فن ہے جس کا اندازہ وہی کر سکتے ہیں جنہیں اس کا سابقہ پڑتا رہتا ہے۔

میں نے توکلاً علی اللہ ترجمہ کر دیا۔ حسن و خوبی اور ادب و فصاحت کا تو میں دعویدار نہیں، کوشش یہی ہے کہ ترجمہ سلیس اور بامحاورہ ہو۔ میری محنت اور کاوش کا اندازہ آپ مطالعہ کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔

چونکہ یہ ترجمہ ہے، ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ تر وہی حضرات استفادہ کرینگے جو دینِ اسلام اور حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت تو رکھتے ہوں، مگر اصل کتاب الشفاء جو عربی زبان میں ہے، اسکے ایمان افروز لطائف سے محروم رہتے ہوں لہٰذا ترجمہ میں انہیں باتوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، جو انکے لیے مفید مطلب ہوں، اس لیے صاحبِ کتاب الشفاء رحمہ اللہ نے جن احادیث کی اسناد ذکر کی ہیں، انکو چھوڑ دیا گیا ہے، اور ترجمہ میں صاحبِ حدیث راوی کے نام کے ساتھ "بالاسناد" کا لفظ زیادہ کر دیا، تاکہ جو اہلِ علم حضرات سند سے استفادہ کریں وہ اصل کتاب سے سند دیکھ لیں۔ میرے خیال میں ترجمہ میں اسناد کے تذکرہ کی حاجت نہ تھی۔

آخر میں اتنا عرض کرونگا کہ مجھ جیسے کم علم سے غلطی و خطا کا صدور ناممکن نہیں، اسلئے جہاں غلطی و خطاء پائیں تصحیح فرما کر مطلع کریں، تاکہ بعد کی اشاعت میں درست کر دی جائیں۔

بیدہ التوفیق وبہ نستعین، والسلام

خادمِ دین و ملت :- غلام معین الدین نعیمی غفرلہٗ

مقدمہ کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمد و آلہ وسلم

فقیہ قاضی امام حافظ ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
الحمد للہ المنفرد باسمہ الاسمی...... الیٰ ...... صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ تنمو و
تنمی و علیٰ آلہ وصحبہ وسلم تسلیما (ترجمہ) اللہ تعالیٰ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں
جو اپنے بلند نام میں یکتا، جو بلند نام کے ساتھ مخصوص ہے، وہی ہے جسکے سوا کوئی منتہیٰ نہیں
اور اسکے سوا کوئی مطلوب نہیں، وہ حقیقۃً ظاہر ہے، وہمی و خیالی نہیں۔ وہ باطن ہے تقدس
کے اعتبار سے، معدوم ہونے کے اعتبار سے نہیں۔ رحمت و علم سے تمام کائنات کا احاطہ
کیے ہوئے ہے، اور اپنے محبوبوں کو غایتِ کرم سے اپنی وافر نعمتوں سے نوازا۔ اُس نے
اُنھیں میں سے اُنکی جانب ایسا بہترین رسول بھیجا، جو عرب و عجم میں بے مثل، اور
اصل و نسل، حسب و نسب اور اصالت میں اُن میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ عقل
و فراست، دانائی اور بُردباری میں اُن سے فزوں تر۔ علم و بصیرت میں اُن سے زیادہ
یقینِ محکم اور عزم راسخ میں اُن سے قوی تر۔ رحم و کرم میں اُن پر سب سے زیادہ رحیم و
شفیق ہے۔ (اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی بشری آلودگیوں سے) اُنکے رُوح و جسم کو مصفّیٰ، اور عیب و
نقص سے اُن کو منزہ رکھا، ایسی حکمت و دانائی سے اُنکو نوازا کہ جس نے اندھی آنکھوں،
غافل دلوں، اور بہرے کانوں کو کھول دیا۔ وہی شخص آپ پر ایمان لاتا ہے، اور آپکی
عزت و نصرت کرتا ہے جسکے نصیبہ میں اللہ تعالیٰ نے نیک بختی رکھی ہے، اور وہی آپ کی
تکذیب، اور آپکے معجزات سے روگردانی کرتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے بدبختی لازم
کردی ہے، کیونکہ جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہو۔ پس آپ پر اللہ تعالیٰ

کہ اُن پر صلوٰۃ وسلام ہو، اور ایسی رحمتیں ہوں جو ہمیشہ بڑھتی اور پھلتی پھولتی رہیں اور اُنکے آل و اصحاب پر بھی پورا اسلام ہو۔ **امّا بعد** اللہ تعالیٰ نورِ یقین کے ساتھ میرے اور تمہارے دل کو منور کرے، اور میرے اور تمہارے اُوپر ایسی مہربانی کرے جیسی اپنے ان برگزیدہ محبوبوں پر فرماتا ہے، جنکو اُس نے اپنی مقدس مہمانی سے مشرف فرمایا، اور اپنی محبت میں ایسا وارفتہ کیا کہ وہ مخلوق سے بیزار ہو گئے، اور اپنی معرفت، ملکوت کے عجائب، اور اپنی قدرت کے آثار کے مشاہدہ کے لیے اُنکو مخصوص کر دیا، اُنکے قلوب صافیہ کو مسرور کیا، اُنکی عقلوں کو اپنی عظمتِ شان سے حیرت زدہ کر دیا۔ پس ان محبوبوں نے صرف ایک غم ہی لازم کیا ہے، وہ تیری ذات ہے، اور دین و دنیا میں تیرے جلووں کے نظارہ کے سوا کسی سے سروکار نہیں رکھا، صرف اسی کے جمال وجلال کے مشاہدہ میں مگن ہیں، اسی کے آثارِ قدرت، عجائبِ عظمت میں سرگرداں ہیں، اُسی سے لو اور اُسی پر توکل کرنے میں معزز ہیں، اُسکے اس سچے ارشاد کے شیدا ہیں قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ الآیہ (پ۷-ع۱۷)۔ (فرما دیجئے کہ اللہ ہی (کافی) ہے پھر اُنکو اُنکی گہرائی میں چھوڑ دیجئے کہ وہ اسی میں کھیلتے رہیں)

پس تم نے مجھ سے بار بار یہ سوال کیا ہے کہ میں ایک ایسا مجموعہ مرتب کر دوں جو حضور سید عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق اور آپ کی عزت و تکریم کے وجوب پر مشتمل ہو، اور اُن لوگوں کے حکم میں جو (بسبب غفلت کے) اُس واجب التعظیم ہستی کی معرفت سے غافل، یا آپ کے منصبِ جلیل کے حقوق کی ادائیگی میں ترا شدہ ناخن کے برابر قاصر ہیں۔

اور یہ کہ اس مجموعہ میں اپنے بزرگوں اور اماموں کے اقوال جمع کر کے انکو صورتوں اور مثلوں میں بیان کروں۔ یہ اچھی طرح سمجھ لو (اللہ تعالیٰ تمہیں محبوب بنائے) کہ جو کام میرے سپرد کیا ہے نہایت مشکل کام ہے اور دشوار تر ہے، وہ ایسی خطرناک مرتفع

گھاٹی ہے کہ میرا دل اس سے (انجام برآری میں) خوف زدہ ہے، کیونکہ مقتضائے کلام مستدعی ہے کہ اصولی گفتگو ہو، اور اندازِ بیان جامع مانع ہو جسمیں حضور نبیِ کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق علم الحقائق کے رموز وکنایات اور اُسکے غوامض و دقائق واضح طریقہ پر بیان کیے گئے ہوں، خواہ وہ آپ کی طرف منسوب کرنا جائز ہو، یا اُسکی نسبت شرعاً ممنوع ہو (واضح کرنا ضروری ہے)۔ اور یہ کہ نبی، رسول، رسالت، نبوت، محبت، خُلّت (دوستی) اور اس مرتبۂ علیا کی خصوصیات کیا ہیں انکی معرفت بھی کرادی جائے۔ یہ وہ دشوار گزار وادی ہے کہ قطا جیسا پرندہ جو نہایت تیز بیں اور سبک رفتار ہے، وہ بھی پرواز سے متحیر ہے۔ قدم ڈگمگاتے ہیں، وہ عقلیں پراگندہ و گمراہ ہوتی ہیں جو نشانِ علم اور درست فکر و نظر سے راہ یاب نہ ہوں۔ یہاں وہ مزلۃ الاقدام ہیں کہ اگر توفیق و تائیدِ الٰہی پر اعتماد و بھروسہ نہ ہو، تو قدم پھسل جائیں۔

لیکن میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش و ثواب کا امیدوار ہوں، کیونکہ یہ مقام مدحِ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، اور اُنکے رتبۂ عالی کے بیان اور خُلقِ عظیم کی تعریف کا ہے۔ اس میں حضور کے اُن خصوصیات و حقوق کا بیان ہے جو اس سے پہلے کسی مخلوق میں جمع نہیں ہیں۔ آپ کے حقوق کی معرفت اللہ تعالیٰ کی ایسی اطاعت ہے جو تمام حقوق سے بلند تر ہے، تاکہ اہلِ کتاب یقین کریں، اور اسکو لوگوں میں واضح طور پر بیان کر کے کتمانِ حق نہ کریں (جیسا کہ اُن سے یوم الست، روزِ میثاق عہد لیا گیا تھا) اسلیے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص سے کوئی علمی بات پوچھی گئی، اور اُس نے اُسکو چھپایا، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکے مُونھ میں آگ کی لگام ڈالے گا۔ پس میں نے (بخوفِ وعیدِ حدیثِ بالا) ایسے نکات کی جلدی کی جو مطلب و مقصد کے لیے ضروری ہیں۔ اور اسلیے بھی تعجیل کی کہ مرد اپنے اُن گھریلو معاملات سے جو اُس پر لازم کیے گئے ہیں کبھی بھی اپنے دل و دماغ کو فارغ نہیں

پاتا، ہمیشہ اُسکی انجام وہی میں سرگرداں رہتا ہے، اسی میں وہ اپنے فرض ونفل سے اکثر غافل رہتا ہے، جسکے نتیجہ میں حسن تقویم سے بے پرواہ ہوکر ادنیٰ درجہ میں گر پڑتا ہے۔

جو اگر اللہ تعالیٰ انسان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے، تو اللہ تعالیٰ اُسکے تمام شغل اور غم پورے کر دیتا ہے، اور کل قیامت کے دن الیسوں کی تعریف کیجائیگی، اور اُسکو کوئی بُرائی نہ پہنچے گی کہ وہاں سوائے جنت کی تروتازگی، یا عذابِ دوزخ کے کچھ نہ ہوگا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنے نفس کا بچاؤ کرے، اُسکو بُرائی سے محفوظ رکھے، اور عملِ صالح کر کے اُسکا درجہ بڑھائے۔ وہی علم کار آمد ہے جسکے ذریعہ خود بھی منتفع ہو، اور دوسروں کو بھی نفع پہنچے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی شکستگی دُور کرے، کبیرہ گناہوں کو بخشے، ہماری تمام کدوکاوش کو آخرت میں ہمارا عمدہ توشہ بنائے، ہمارے مشاغل کو ہماری نجات کا ذریعہ بنائے، قُربِ خاص سے ہمکو نوازے، اور اپنے رحمت وکرم کے پردے میں ہمیں ڈھانپ لے۔ (آمین)

نام کتاب

جب میں نے اس مجموعہ کے مُرتب کرنے کا ارادہ کیا، اور اسکے بابوں کی ترتیب دی اصولوں کو مقرر کیا، اور تفصیلات مُعیّن کیں، اور اسکے حصر وتحصیل کی طرف مشغول ہوا، تو میں نے اس مجموعہ کا نام الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ رکھا۔ اسکو میں نے چار قسموں پر منحصر کیا ہے۔

قسم اول مضامین

قسم اول:- اُن ارشاداتِ الٰہیہ کے بیان میں جنمیں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے قول وفعل میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کی ہے۔ اس میں چار باب ہیں۔

باب اول:- اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف کی ہے، اور آپ کی قدر ومنزلت جو اُسکی بارگاہ میں ہے اُسکا اظہار کیا ہے۔ اس میں دس فصلیں ہیں۔

باب دوم:- اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش اور اخلاق کے بارے میں

مناقب بیان کیے ہیں، اور آپ میں تمام دینی و دنیاوی فضائل جمع کر دیئے ہیں۔ اس میں ستائیس ۲۷ فصلیں ہیں۔

باب سوم:۔ اس میں وہ صحیح اور مشہور حدیثیں ہیں، جن میں آپ کی قدر و منزلت بارگاہ الٰہی میں پائی جاتی ہے، اور آپ کو دارین میں فضائل میں جو خصوصیات مرحمت فرمائیں۔ اس میں بارہ ۱۲ فصلیں ہیں۔

باب چہارم:۔ اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ سے جو معجزات اور نشانیاں ظاہر فرمائیں، اور وہ کہ جو آپ کو خاص طور پر بزرگیاں عنایت فرمائیں، اسمیں تیرہ ۱۳ فصلیں ہیں۔

قسم دوم:۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن حقوق کا بیان ہے جن کی بجا آوری ہر ایک پر واجب کی گئی ہے۔ اس میں چار باب ہیں۔

باب اول:۔ اس میں کہ آپ پر ایمان لانا فرض ہے، اور آپ کی اطاعت، اور آپکی سُنّت کا اتباع لازم ہے۔ اس میں پانچ فصلیں ہیں۔

باب دوم:۔ اس میں کہ آپ کی محبت لازم ہے، اور آپ سے عقیدت ضروری ہے اس میں چھ فصلیں ہیں۔

باب سوم:۔ اس میں کہ آپ کے حکم کی عظمت کیجائے، اور آپ کی توقیر و تعظیم اور خیر خواہی لازم ہے۔ اس میں سات فصلیں ہیں۔

باب چہارم:۔ اس میں کہ آپ پر صلوٰۃ و سلام اور دُرود شریف پڑھنے کا کیا حکم ہے اس میں دس فصلیں ہیں۔

قسم سوم:۔ اس میں کہ وہ امور کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں محال ہیں، اور وہ امور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز ہیں، اور وہ امور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ممنوع ہیں، اور وہ امور بشریہ جنکی نسبت

آپ کی طرف کرنا صحیح ہے۔ اور یہ "قسم سوم" اللہ تعالیٰ تمہیں عزت دے اس کتاب کا راز، اور ان تمام ابواب کے پھلوں کا مغز ہے، اور اس سے پہلے کی دونوں قسمیں دراصل اُنکے لیے تمہید و دلائل کے مرتبہ میں ہیں جو ہم اس قسم میں واضح و روشن نکات بیان کرینگے، اور یہی قسم مابعد کیلیے بھی حاکم ہوگی، اور اس کتاب کی تالیف و تصنیف کا اصل سبب و وعدہ بھی یہی قسم ہے۔ جب ہم اس وعدہ کو پورا کرینگے، تو دشمنِ ملعون کے سینے تنگ ہونگے، اور مؤمن مخلص کا دل یقین و عرفان سے روشن ہوگا، اور فضائے صدر اس سے گنجینۂ انوار بنے گا، اور ہوشمند دانا حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت کما حقہٗ بجا لائیگا۔ اس میں دو باب ہیں۔

باب اوّل:۔ اس میں جو امور دینیہ میں مخصوص ہیں، جس میں عصمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب ثابت کیا جائے گا۔ اس کی سولہ[16] فصلیں ہیں۔

باب دوم:۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیوی حالات کا بیان ہے، یعنی بشریت کی کیفیت کی بناء پر جو امور آپ پر واقع ہوتے رہے۔

قسم چہارم:۔ اس میں اُن احکام کے وجوہات کا بیان ہے جو (معاذ اللہ) سبّ و تنقیص کر کے شانِ ارفع و اعلیٰ کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسمیں دو باب ہیں

باب اول:۔ اس میں وہ امور ہیں جنکی نسبت (اگر معاذ اللہ حضور کی طرف کر دیجائے تو وہ) سبّ و نقص ہیں، خواہ وہ اشارۃً ہوں یا صراحۃً (نعوذ باللہ) اسمیں دس فصلیں ہیں

باب دوم:۔ اس میں آپ کے شاتم (گالی دینے والا) موذی، اور تنقیص کرنیوالے کی سزا کا حکم ہے، اور اُس کی توبہ قبول کرنے، نمازِ جنازہ پڑھنے، اور اُس کی وراثت کے بارے میں ہے۔ اس میں دس فصلیں ہیں

ہم نے اس کتاب کو بابِ سوم پر ختم کیا ہے، جسکو ہم نے اس مسئلہ کا ضمیمہ اور تکملہ

قرار دیا ہے، جو اسکے پہلے وہ بابوں میں ذکر ہے۔ یعنی اُس شخص کے بارے میں حکم لگایا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولوں اور اُسکے فرشتوں، اور اُس کی کتابوں، اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل واصحاب کو (معاذ اللہ) بُرا بھلا کہتا ہے۔ ان کو اختصار کیساتھ پانچ فصلوں میں بیان کیا ہے۔ اس پر کتاب کے ابواب واقسام کا خاتمہ ہے، جو اہلِ ایمان کی پیشانی کو ایمان سے پُر انوار کر کے تراجم کے تاج پر چمکتا دُرِ شہوار بنے گا۔ اور ہر قسم کے شکوک واوہام، تخمین وتخیل کو دُور کر کے مومنین کے سینہ کو شعار اور حق کو ظاہر کریگا۔ بے وقوف ہٹ دھرم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد چاہتا ہوں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ؛

قسم اوّل

قسمِ اوّل

آیاتِ قرآنیہ، ارشاداتِ الٰہیہ سے حضور کی قدر ومنزلت، عظمت وشان کا ثبوت

فقیہ قاضی امام ابو الفضل فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ اسکو توفیق مرحمت فرمائے، اور سیدھے راستہ پر گامزن رکھے۔ اُس شخص پر کچھ پوشیدہ نہیں، جسکو اللہ تعالیٰ نے تھوڑا سا بھی علم دیا ہے، یا تھوڑی سی سمجھ بوجھ دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبیِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی قدر ومنزلت کی ہے، اور آپ کو ایسے فضائل ومحاسن اور مناقب کے ساتھ مخصوص کیا ہے جن کا احاطہ ممکن نہیں، اور آپکے مرتبۂ جلیلہ کو اتنا بڑھایا ہے کہ لوگوں کے زبان وقلم تھکتے ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں کہ جنکی تصریح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مجید فرقانِ حمید میں فرمادی، اور آپکے مراتبِ عُلیا پر لوگوں کو خبردار کیا، اور انھیں آپ کے اخلاق وآداب کی تعلیم دی، اور بندوں کو اُن پر اعتصام والتزام کے وجوب کی تلقین کی ہے۔ بلاشبہ اللہ جلّ جلالہٗ نے آپ پر بیحد وغایت فضل وکرم فرمایا، اور آپ کو طیّب وطاہر کیا، اور آپ کی مدح وثنار کی

پھر اس پر پوری پوری آپ کو جزا دی۔ شروع و انجام میں اُسی کی برتری ہے، اور اللہ تعالےٰ کی اول و آخر میں تعریف و تحمید ہے۔

ان میں سے بعض وہ ہیں کہ آپ کو اپنی مخلوقات میں علیٰ وجہ الکمال جاہ و جلال کے ساتھ ظاہر فرمایا، اور محاسنِ جمیلہ، اخلاقِ حمیدہ، مناصبِ کریمہ، فضائلِ عدیدہ سے ممتاز فرمایا اور براہینِ واضحہ، معجزاتِ باہرہ، اور اُن کراماتِ بیّنہ سے تائید کی جنکو معاصرین نے مشاہدہ کیا جس نے آپ کی زیارت کی اُس نے دیکھا، اور بعد والوں کے لیے اُن کا علم علم الیقین ہے۔ یہاں تک کہ حقیقتِ واقعیہ کا علم ہمکو حاصل ہوا۔ ہم پر آپکے انوار کی بارش ہوئی۔ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالی میں شبِ اسریٰ (معراج) بُراق پیش کیا گیا کہ جو لگام اور زین سے مزین تھا، بُراق نے حضور کو سوار کرنے میں پس و پیش کیا، حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا، کیا تو (احمد مجتبیٰ) محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور شوخی کرتا ہے (خبردار) تجھ پر حضور سے بڑھکر مکرم ذات کوئی سوار نہیں ہوئی۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سُنکر بُراق شرم و ندامت سے پسینہ پسینہ ہوگیا اور گردن جھکا دی۔

باب اوّل

باب اول

اللہ تعالیٰ کا حضور کی ثنا کرنا، اور اپنی بارگاہ میں حضور کی قدر و منزلت کا اظہار فرمانا

حضور کی ثنا بزبان باری تعالیٰ

جان لو! کہ کتابِ مجید میں بیشمار ایسی آیتیں ہیں، جو حضور سیدِ عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ جمیل کو بیان کرتی ہیں، اور آپ کی خوبیوں کا شمار کراتی ہیں، آپ کے حکم کی تعظیم بیان کرتی ہیں، آپ کی عزت کو بلند کرتی ہیں۔ ہم نے یہاں صرف انھیں آیات کو بیان کرنے پر اکتفا کیا، جنکے معانی ظاہر و باہر ہیں، اور اسکی مراد و مفہوم واضح ہے، ہم نے اُن کو دس فصلوں میں بیان کیا ہے۔

فصل اوّل

فصل اول

اس فصل میں اُن آیتوں کا ذکر ہے جو حضور کی مدح و ثنا اور خوبیوں میں وارد ہیں

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ الآیہ (پ۱۱-۵۶)
بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے رسول۔

(حضرت فقیہ ابو اللیث) سمرقندی (رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیتِ بالا میں لفظ مِنْ اَنْفُسِکُمْ کو فتح (زبر) فا کے ساتھ بعض قاریوں نے پڑھا ہے (یعنی مِنْ اَنْفَسِکُمْ تم میں سب سے زیادہ نفیس ذات) لیکن جمہور قراء نے ضم (پیش) فا سے پڑھا ہے۔

فقیہ قاضی ابو الفضل فرماتے ہیں، اسکو اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

جانو! کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو، یا تمام عرب کو، یا اہلِ مکہ کو، یا تمام لوگوں کو، باختلافِ مفسرین آیۃِ بالا میں خطاب فرما کر آگاہ کیا ہے کہ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (پ۴-۸۶) ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ جسکو وہ اچھی طرح پہچانتے ہیں، اور اسکے مرتبہ و مقام صدق و امانت کو خوب جانتے ہیں، اور (کسی حال میں بھی) کذب و عدم خیر خواہی سے متہم نہیں کر سکتے۔ عرب میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت اور رشتہ داری نہ ہو۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی "مگر قرابت کی محبت" کے معنی ہی یہ ہیں (کہ سارا عرب حضور کو خوب اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے)۔

اور فتح فا کی قرأت کی بناء پر معنی یہ ہیں کہ آپ ان میں سب سے زیادہ اشرف، ارفع اور افضل ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی مدح و تعریف ہے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور کو دیگر اوصافِ حمیدہ اور محامدِ کثیرہ سے یاد فرمایا، اور انکے اسلام لانے ہدایت پانے میں حضور کے حرص و خواہش میں مبالغہ کی تعریف کی، اور جو دنیا میں ان کو تکالیف پہنچتی ہیں، یا آخرت میں پہنچینگی اُس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تنگ ہونا ظاہر فرمایا ہے اور مومنین صادقین کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی، کرم نوازی اور عزت افزائی فرمانا

اللہ تعالیٰ نے اس کی ثناء کی ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے ناموں سے دو نام رءوف رحیم، خاص طور پر عنایت فرمائے ہیں۔

اسی طرح دوسری آیتوں میں حضور کا ذکر ہے، اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ

(۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ (پ۴-ع۸)

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

(۳) ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ الآیہ (پ۲۸-ع۱۱) وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انھیں میں سے ایک رسول بھیجا۔

حضرت علی مرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مِنْ اَنْفُسِہِمْ کے بارے میں دریافت کیا؟ حضور نے فرمایا نَسَبًا وَّ صِہْرًا وَّ حَسَبًا لَیْسَ فِیْ اٰبَائِیْ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ سِفَاحٌ کُلُّہَا نِکَاحٌ۔ یعنی تمہارے حسب و نسب اور سسرال میں مبعوث فرمانا مراد ہے، میرے آباء و اجداد میں آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک زنا نہیں ہوا بلکہ سب کے سب نکاح سے پیدا ہوئے۔

ابن الکلبی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچسو امہات (کے حسب و نسب) کے حالات لکھے ہیں، لیکن ان میں میں نے نہ زنا پایا اور نہ زمانۂ جاہلیت کی رسمیں دیکھیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانِ الٰہی تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ (پ۱۹-ع۱۵) "نمازیوں میں تمہارے دوروں کو" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ من نبی الی نبی حتی اخرجتک نبیًا۔ "نبی سے نبی تک یہانتک کہ میں نے اے محبوب تمکو نبی پیدا کیا۔

حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اسکی طاعت میں عاجز ہونا جان لیا، پھر انکو اس کی معرفت کرائی تاکہ وہ جان لیں کہ وہ اسکی خدمت و عبادت صفائیِ قلب کے ساتھ نہیں کرسکتے، بس اللہ تعالیٰ نے اپنے اور انکے درمیان

صورۃً مماثلت کرکے انکی جنس میں سے ایک ایسی مخلوق (انبیاءِ کرام) پیدا فرمائی کہ جن کا وصف ہی یہ ہے کہ وہ اُن پر لطف و کرم کریں، اور اس مخلوق کو اُن لوگوں کیلیے سفیر و واسطہ اور پیامبر بنایا، اور انکی فرمانبرداری کو اپنی اطاعت، اور اُن کی پیروی کو اپنی موافقت کہا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

(۴) مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ (پ۵-ع۸)

"جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا" اور ارشاد ہوا کہ:۔

(۵) وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ (پ۱۷-ع۷) "ہمنے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کیلیے"

ابوبکر محمد بن طاہر کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے "رحمت" کے ساتھ مزین کیا، آپ سراپا رحمت ہیں، اور آپ کے تمام خصائل و صفات مخلوق پر رحمت فرمانا ہے۔ جس نے بھی آپ کی رحمت (عامّہ) سے حصہ پایا وہی (درحقیقت) دین و دنیا میں ہر بُرائی سے نجات یافتہ اور دونوں جہان میں بامُراد ہے۔ کیا تم اللہ تعالےٰ کے اس فرمان کو نہیں دیکھتے کہ وہ فرماتا ہے وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (پ۱۷ ع۷) "ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے"۔ لہٰذا حضور کی حیاتِ ظاہری بھی رحمت ہے اور حیاتِ باطنی (وفات) بھی رحمت، جیسا کہ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں حَیَاتِیۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ وَمَوۡتِیۡ خَیۡرٌ لَّکُمۡ "میری یہ زندگی بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور یہاں سے کوچ کرجانا (وفات) بھی تمہارے لیے بہتر ہے"۔ نیز حضور فرماتے ہیں اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ رَحۡمَةً بِاُمَّةٍ قَبَضَ نَبِیَّهَا قَبۡلَهَا فَجَعَلَهٗ فَرَطًا وَّسَلَفًا۔ "جب اللہ تعالیٰ کسی اُمت پر رحمت فرمانے کا ارادہ کرتا ہے، تو پہلے اس اُمت کے نبی کی قبضِ رُوح کرتا ہے، اسکے بعد اُن پر حال و مستقبل میں مہربانی فرماتا ہے"۔

(حضرت فقیہ ابو اللیث) سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین میں عام جن و انس پر رحمت کرنا مراد ہے۔ ایک روایت میں اس سے تمام کائنات و مخلوق پر

رحمت فرماتا ہے۔ مومنین کے لیے رحمت، ہدایت کرنا ہے، اور منافقین کے لیے رحمت، قتل سے محفوظ رکھنا ہے، اور کافرین پر رحمت یہ ہے کہ اُن پر عذاب میں تاخیر کیجائے (کہ اب وہ دنیا میں عذاب عام سے محفوظ ہیں)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین وکافرین کے لیے رحمت ہیں، کیونکہ پچھلی اُن اُمتوں کی طرح جنھوں نے اپنے نبیوں کی تکذیب کی تھی، دنیا میں عذاب عام سے بچالیے گئے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا، کیا میری رحمت سے تمکو بھی کچھ حصہ ملا ہے؟ عرض کرتے ہیں، ہاں! کُنْتُ اَخْشَی الْعَاقِبَةَ فَاٰمَنْتُ لِثَنَاءِ اللّٰہِ عزوجل علیَّ بِقَوْلِہٖ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ الآیہ (پ ۳۰-۶،۷) "میں اپنے انجام و آخرت سے ڈرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے میری مدح میں یہ آیۂ کریمہ "جو قوت والا ہے مالکِ عرش کے حضور عزت والا وہاں اُس کا حکم مانا جاتا ہے" آپ پر نازل فرمائی تو اب بے خوف ہوں"۔

حضرت جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما سے، اللہ تعالیٰ کے فرمان فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنْ اَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ (پ ۲۷، ۶،۱) "تم پر سلام دہنی طرف والوں سے" کے بارے میں مروی ہے کہ آپ کے سبب سے اصحابِ یمین کی سلامتی ہے، بلاشک وتردد اُن پر یہ سلامتی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ومہربانی کی وجہ سے ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الآیہ (پ ۱۸-۱۱،۶) "اللہ نور (اُجالا) ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اُسکے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اُس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا روشن ہوتا ہے برکت والے پیڑ زیتون سے" الآیہ

کعب احبار اور ابن جبیر کہتے ہیں کہ آیت بالا میں دوسرے لفظ "نور" سے مراد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ

مَثَلُ نُوْرِہٖ ای نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم قالَ سہل بن عبد اللہ المعنی اللہ الہادی اھل السمٰوٰت والارض ثم قال مثل نور محمد اذا کان مستودعاً فی الاصلاب کمشکوٰۃ صفتہا کذا واراد بالصباح قلبہ والزجاجۃ صدرہ ای کانہ کوکب دری لما فیہ من الایمان والحکمۃ یوقد من شجرۃ مبارکۃ ای من نور ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام وضرب المثل بالشجرۃ المبارکۃ وقولہ یکاد زیتہا یضیٔ ای تکاد نبوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تبین للناس قبل کلامہ کھذا الزیت وقد قیل فی ھذہ الاٰیۃ غیر ھذا واللہ تعالیٰ اعلم۔

اُسکے نور کی مثال یعنی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال۔ سہل بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ معنی اسکے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں اور زمین والوں کا ہادی بنایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال جبکہ آپ آباء و اجداد کی پشتوں میں تھے طاقچہ کی طرح جسکا حال یہ ہے، اور صباح یعنی چراغ سے مراد آپ کا قلبِ مبارک ہے زجاجہ یعنی شیشہ سے مراد آپ کا سینۂ انور ہے گویا کہ وہ ایک روشن ستارہ ہے، کیونکہ اس میں ایمان و حکمت ہے۔ مبارک درخت سے مراد روشن کیا جاتا ہے، یعنی ابراہیم علیہ السلام کے نور سے، اور درختِ مبارک کی مثال دی گئی اللہ کا فرمان یَکَادُ زَیْتُہَا سے مراد یہ ہے کہ عنقریب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اُن کے کلام سے پہلے ظاہر ہو گی جیسا کہ یہ زیتون۔ اس آیتِ مبارکہ کے اسکے سوا، اور بھی معنی بیان کیے ہیں واللہ اعلم۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس جگہ کے علاوہ دوسرے مقامات میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نُور اور "روشن چراغ" نام رکھا ہے، چنانچہ فرماتا ہے:۔

(۷) قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝ (پ ۶-۷)

بیشک اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

(۸) اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (پ۲۲-۳۶)	بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اسکے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

(۹) اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ الی آخر السورۃ (پ۳۰-۱۹)	کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ (آخر سورۃ تک)

آپ کے سینۂ مبارک کو کھول دیا اور وسیع کر دیا۔ صدر سے یہاں مراد قلب مبارک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپکے سینۂ مبارک کو نورِ اسلام کیلئے کھول دیا۔

سہل کہتے ہیں کہ نورِ رسالت کے ساتھ کھول دیا۔

حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ آپکے سینۂ مبارک کو علم و حکمت سے بھر دیا۔

بعض مفسرین نے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ "کیا ہم نے آپ کے قلبِ مبارک کو پاک نہیں کیا یہاں تک کہ وہ اب وسوسوں کو قبول ہی نہیں کرتا"۔

(۱۰) وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (پ۳۰-۱۹)	اور تم سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی۔

ایک (مرجوح) روایت میں یہ ہے کہ آپ سے جو لغزشیں قبل اظہارِ نبوت ہوئی ہیں اُن سے آپ کا دل پاک کر دیا ہے۔ لبعض زمانۂ جاہلیت کا بوجھ مراد لیتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں اس سے وہ بوجھ مراد ہے، جو اظہارِ رسالت کے وقت آپ کی کمر وحیِ رسالت کے بوجھ سے دب گئی تھی، یہانتک کہ آپ نے اُسکو ادا فرما دیا، یعنی تبلیغ رسالت فرما دی اس کو ماوردی اور سلمی نے نقل کیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو معصوم بنایا، اگر معصوم نہ کرتے تو یقیناً لغزشوں کے بوجھ سے کمر بھاری ہو جاتی۔ اسکو (فقیہ ابو اللیث) سمرقندی نے روایت کیا۔

(۱۰) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (پ ۳۰-۱۹۶) | اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا

یحییٰ ابنِ آدم کہتے ہیں کہ (آپ کے ذکر کی رفعت سے مراد) نبوت (کا اعلان) ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اے محبوب جب (بندہ) مجھے یاد کریگا، تو میرے ساتھ تمہیں بھی یاد کریگا (جسطرح) کلمۂ طیبہ میں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اور بعض اذان واقامت میں حضور کا ذکر مراد لیتے ہیں۔

فقیہ قاضی ابوالفضل فرماتے ہیں کہ :-

اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کی بارگاہ میں عزت و عظمت، شرافت و منزلت اور آپ کی بزرگی پر بڑی حجت ہے، کیونکہ آپ کے قلب مبارک کو ایمان و ہدایت کے لیے کھول دیا، علم و حکمت کی صیانت و حفاظت کیلیے وسیع کر دیا اور جاہلیت کے بوجھ کو آپ سے دور کر دیا، اور جاہلیت کی عادات و خصائل کو جس پر یہ لوگ تھے، اُن کا دشمن بنا دیا۔ آپ کے دین کو انکے دینوں پر تبلیغ رسالت و نبوۃ فرماکر غالب کر دیا، اور آپ کے اوپر سے رسالت و نبوت کے شدائد کو جو تبلیغِ رسالت کی صورت میں پیش آتی تھیں محفوظ کیا، اور جو کچھ آپ پر نازل کیا گیا، آپ نے اُن سب کو پہنچا دیا، اور آپ کو اعلیٰ مرتبہ عنایت فرمایا، آپ کے نام کے ذکر کو اتنا بلند کیا کہ اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام ملا دیا۔

حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے ذکر کو دنیا و آخرت میں اتنا بلند کیا کوئی خطیب یا کلمہ شہادت کہنے والا، یا نماز پڑھنے والا ایسا نہیں جو اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، و اَنَّ محمداً رسول اللہ نہ کہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے آکر کہا:-

اِنَّ رَبِّیْ وَرَبَّكَ يَقُوْلُ تَدْرِیْ | میرا اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے

کَیْفَ رَفَعْتُ ذِکْرَكَ؟ قلت اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ	محبوب جانتے ہو کس طرح تمہارے ذکر کو بلند کیا؟ حضور فرماتے ہیں اللہ ہی خوب جانتا ہے جبریل نے کہا جب میں یاد کیا جاتا ہوں تو میرے ساتھ آپ بھی یاد کیے جاتے ہیں۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ ایمان کی تکمیل ہی میرے ساتھ آپ کے ذکر سے ہوتی ہے نیز کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر ہی کو اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس نے آپ کا ہی ذکر کیا، اُس نے میرا ہی ذکر کیا۔

حضرت جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لا یذکرك احد بالرسالۃ الا ذکرنی بالربوبیۃ	جو شخص تمہاری رسالت کا اقرار کریگا اُس نے میری ربوبیت کا اقرار کیا۔

بعض نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِکْرَكَ سے مقام شفاعت بھی مراد کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ اللہ کی اطاعت کے ساتھ حضور کی اطاعت اور اللہ کے نام کے ساتھ حضور کا نام ملاکر بیان کرنا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۱) وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (پ۴-۵۶)	اور اللہ و رسول کے فرمانبردار رہو۔
(۲) وَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ	اور اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ۔

ان دونوں کو واؤ عطف کے ساتھ جو مشترک ہوتی ہے جمع کیا ہے۔ کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سواء کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

بالاسناد حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی:۔

لا یقولن احدکم ماشاء اللہ وشاء فلان ولکن ماشاء اللہ	حضور فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے "اللہ تعالیٰ اور فلاں شخص چاہے"

ثُمَّ شَآءَ فُلَانٌ | بلکہ یوں کہو "اللہ چاہے پھر فلاں چاہے"

خطابی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ادب سکھایا کہ اللہ تعالٰے کے ارادہ کو دوسروں پر مقدم کیا کرو۔ (اگر کسی کو ملانا ہی چاہو تو) دوسروں کو ثُمَّ کیساتھ ملا سکتے ہو، کیونکہ ثُمَّ ترتیب و تراخی کیلئے آتا ہے بخلاف واؤ عطف کے کہ وہ اشتراک کیلئے آتا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک خطیب نے کہا:۔

من یطع اللّٰہ و رسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقال لہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بئس خطیب القوم انت قم۔ اوقال اذھب | جس شخص نے اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کی وہ راہ یاب ہے، اور جس نے دونوں کی نافرمانی کی (اس پر) حضور نے فرمایا کہ تو قوم کا برا خطیب ہے، کھڑا ہو جا، یا کہا چلا جا۔

ابو سلیمان کہتے ہیں کہ دونوں اسموں کو حرفِ کنایہ (ضمیر ھما) کیساتھ جمع کرنے کو ناپسند فرمایا، چونکہ اس میں مساوات کا ایہام ہے۔ اور دوسرے یہ کہتے ہیں کہ یعصہما پر وقوف ناپسند کیا۔ لیکن ابو سلیمان کی بات زیادہ صحیح ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ اس نے وقوف نہیں کیا، بلکہ یعصہما کے ساتھ فقد غوی کہا تھا۔

مفسرین اور اہلِ معانی کا اس آیۂ کریمہ

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ۔ الآیہ (پ۲۲-ع۴) | بیشک اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر

میں اختلاف ہے کہ آیا "یُصَلُّوْنَ" اللہ تعالٰی اور فرشتوں دونوں کی طرف راجع ہے یا نہیں بعض نے تو اسکو جائز رکھا ہے، اور دوسروں نے شرکت کی وجہ سے منع کیا، اور ضمیر جمع "یُصَلُّوْنَ" کو ملائکہ کے ساتھ خاص کر کے "یُصَلِّیْ" محذوف مان کر اِنَّ اللّٰہَ یُصَلِّیْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ یُصَلُّوْنَ تقدیرِ عبارت کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں

حضور کے مرتبہ کی ایک یہ بھی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

(۱۳) مَنْ یُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ الآیہ (پ۵-ع۸)	جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔
(۱۴) قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ الآیہ (پ۳-ع۱۲)	اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر اللہ کو دوست رکھتے ہو، تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

چنانچہ ایک روایت کے بموجب جب یہ آیت نازل ہوئی، تو کفار کہنے لگے کہ (معاذ اللہ) حضور چاہتے ہیں کہ ہم انکو رب (خدا) بنالیں، جیساکہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنالیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو رسوا کرنے کے لیے آیۂ کریمہ

(۱۵) قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ (پ۳-ع۱۴)	تم فرماؤ کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔

نازل فرماکر اپنی فرمانبرداری کو رسول کی فرمانبرداری کے ساتھ ملادیا۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ اس آیۂ کریمہ:۔

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (سورۃ فاتحہ)	ہم کو سیدھا رستہ چلا، رستہ اُن کا جن پر تو نے احسان کیا

کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ ابو العالیہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہما نے صراطِ مستقیم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ کریمہ (انعمت علیہم سے) خیارِ اہلبیت اور کبار صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد لی ہے۔ (حکاہ عنہما ابو الحسن الماوردی)۔ اور انھیں دونوں سے مکی رحمۃ اللہ نے بھی یہی روایت نقل کرتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دونوں صحابہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔

حضرت ابو اللیث سمرقندی ابو العالیہ سے صراط الذین انعمت علیہم کے بارے میں

اسی کی مثل روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، جب اسکی اطلاع حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو فرمایا، خدا کی قسم ابوالعالیہ نے بالکل ٹھیک کہا، اور خیر خواہی کی بات کی۔

ماوردی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں عبدالرحمن بن زید سے ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت عبدالرحمن سلمی اور بعض علماء آیۂ کریمہ

(۱۶) فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۔ (پ۳ - ع۲)	بیشک اُس نے بڑی محکم گرہ تھامی ۔

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ عروۂ وثقیٰ (مضبوط گرہ) سے مُراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں بعض نے "اسلام"، بعض نے "توحید" کی شہادت بھی مُراد لی ہے۔

حضرت سہل رحمۃ اللہ آیہ کریمہ

(۱۷) وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا (پ۱۳ ع۱۷، اور پ۱۴ ع۸)	اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو، تو شمار نہ کر سکو گے ۔

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ نعمۃ اللہ سے مُراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۱۸) وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ الآیہ (پ۲۴ - ع۱)	اور وہ جو یہ سچ لیکر تشریف لائے اور وہ جنہوں نے انکی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں ۔

کی تفسیر میں اکثر مفسرین جَآءَ بِالصِّدْقِ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے ہیں، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جس نے تصدیق کی وہ بھی وہی ہیں۔

صَدَقَ کو غیر مُشدّد یعنی تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا ہے۔ اور دوسروں نے کہا کہ اس سے حق کی تصدیق کرنے والے مومنین مُراد ہیں۔ اور ایک روایت میں حضرت ابوبکر، اور ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ اسکے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال مروی ہیں۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ آیۂ کریمہ :-

(۱۹) اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (پ۱۳ - ع ۱۰)

سُن لو اللہ کی یاد ہی دلوں کا چین ہے ۔

کی تفسیر میں کہتے ہیں "ذکر اللہ" سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں ۔

فصل دوم

اللہ تعالیٰ کا حضور کو شاہد بنانا اور تعریف و ثناء کرنا

فصل دوم

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا :-

(۱) یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا الآیہ (پ۲۲ - ع ۳)

اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہمنے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا، اور اللہ کی طرف اُسکے حکم سے بلاتا، اور چمکا دینے والا آفتاب ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ کریمہ میں قسم قسم کے مراتبِ جلیلہ، اوصافِ جمیلہ آپ کی مدح میں بیان فرمائے ۔ منجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد (حاضر وناظر) اپنی امت پر اپنی طرف سے تبلیغِ رسالت کی بناء پر بنایا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی خصوصیت ہے اور مبشر (بشارت وخوشخبری دینے والا) فرمانبرداروں کے لیے، اور نذیر (ڈر سنانیوالا) نافرمانوں کو، اور داعی (بلانیوالا) توحید الٰہی اور اسکی عبادت کی طرف، اور سراجِ منیر (چمکا دینے والا آفتاب) کہ حق کی آپ سے ہدایت لے، اوصافِ حمیدہ سے یاد کیا ۔

ابنِ یسار سے بالاسناد مروی کہ انھوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے ایک ملاقات میں دریافت کیا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصافِ حمیدہ کی خبر دیجیے اُنھوں نے کہا ضرور! خدا کی قسم توراۃ میں حضور کی بعض ایسی صفتیں بیان کی گئی ہیں جن کا ذکر قرآن میں بھی ہے کہ اے نبی بیشک ہمنے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر، اور

بے پڑھوں کا محافظ بھیجا، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے تمہارا نام متوکل (اللہ پر بھروسہ کرنیوالا) رکھا۔ نہ آپ بد خلق، سخت دل، بازاروں میں چلانے والے اور بُرائی کے بدلے بُرائی کرنے والے ہیں، بلکہ عفو و درگزر اور بخشنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اُسوقت تک ہر گز قبضِ رُوح نہ فرمائے گا، جبتک آپ کی وجہ سے لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ باطل دین وملت کی درستگی نہ فرمادے۔ آپ کے سبب سے اللہ تعالیٰ اندھے، بہرے، اور غافل دلوں کو کھولے گا۔

اسی طرح عبداللہ بن سلام و کعبِ احبار سے بھی منقول ہے۔ بعض سندوں سے ابنِ اسحاق سے یہ بھی آیا ہے، اور نہ بازاروں میں چلائینگے اور نہ بے حیائی کو اپنا لباس بنائینگے اور نہ یادہ گوئی کرینگے، میں آپ کو ہر خوبی سے درست کرلوں گا، اور ہر کمال وخوبی عطا کروں گا، تسکین کو آپ کا لباس، نیکی کو آپ کا شعار بناؤنگا، آپ کے سینۂ مبارک میں تقویٰ رکھوں گا، اور حکمت آپ کی عقل، صدق و وفا آپ کی طبیعت، عفو وخیر خواہی آپ کا خُلق، عدل آپ کی سیرت، حق آپ کی شریعت، ہدایت آپ کا امام، اسلام آپ کی ملّت، اور احمد آپ کا اسمِ مبارک ہوگا۔ آپ کے ذریعہ (لوگوں کو) گمراہی سے ہدایت دوں گا، اور آپ کے سبب جہالت کے بعد علم سکھاؤنگا اور آپ کی وجہ سے گمنامی سے نکال کر بلند کرونگا، اور آپ کی وجہ سے غیر معروف کو مشہور کردونگا، اور آپ کی وجہ سے کمی کے بعد زیادتی کردونگا، تنگی کے بعد فراخی دونگا، جُدائی کے بعد جمع کرونگا، باہم مختلف قلوب، منتشر خواہشوں اور بکھری ہوئی اُمتوں کے درمیان محبت، و وداد پیدا کروں گا۔ آپ کی اُمت کو بہتر اُمت بناؤں گا، جو اُن لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُن صفت و تعریف کی خبر دی جو توریت میں مذکور ہیں۔ (توریت میں مذکور ہے کہ) میرا بندہ احمد مختار ہوگا،

جس کی پیدائش کی جگہ (مولد) مکہ مکرمہ اور ہجرت کا مقام مدینہ منورہ یا طیبہ ہو گا۔ آپ کی اُمت اللہ تعالیٰ کی ہر حال میں بہت حمد کرنے والی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۲) اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الآیہ (پ۹۔ع۹) — وہ جو غلامی کریں گے رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔

(۳) فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللہِ لِنْتَ لَھُمْ الآیہ (پ۴۔ع۸) — تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم اُن کے لیے نرم دل ہو۔

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر اپنے اس احسان کو یاد دلایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین پر رحیم (مہربان) رؤف (کرم فرما) ہر ایک سے نرمی کرنیوالا بنایا ہے۔ اگر ہم حضور کو بد خلق اور سخت گو بناتے، تو یقیناً یہ لوگ آپ کے پاس سے نکل جاتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور کو درگزر کرنے والا، سخی، نرم دل، خوشرو، نیکو کار، اور بڑا مہربان بنایا۔ ایسا ہی ضحاک کا بھی قول ہے ——— اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

(۴) وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا (پ۲ع۱۶) — اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں سب امتوں پر افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔

ابو الحسن قابسی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور آپ کی اُمت کی فضیلت ظاہر فرمائی ہے۔ اور دوسری آیت میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۵) سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ — اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے

اور اسمیں یہ بھی اشارہ ہے کہ رسول تم پر گواہ ہو اور (اے امت محمد) تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ

(۶) فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ بِشَہِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ — تو کیسی ہو گی جب ہم ہر اُمت سے ایک گواہ لائیں، اور اے محبوب تمہیں

شَهِيدًا ؕ (پ۲-ع۲) | اُن سب پر گواہ و نگہبان بنا لمرائیں

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "وَسَطًا" کے معنی عادل و پسندیدہ کے ہیں۔ اسطرح اس آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ جسطرح ہم نے تمہیں ہدایت کی ہے اُسی طرح تمکو خاص کر کے فضیلت دی ہے۔ بریں طور کہ ہم نے تمکو عادل و پسندیدہ اُمت بنایا تاکہ انبیاءِ سابقین کے لیے اُن کی اُمت پر تم گواہی دو، اور یہ رسول تمہاری سچائی (صدق) کی گواہی دیں۔

ایک روایت میں ہے، اللہ تعالیٰ (روزِ محشر) جب انبیاءِ کرام علیہم السلام سے پوچھے گا کہ کیا تم نے تبلیغ کی؟ (میرا پیغام پہنچایا) انبیاء جواب میں عرض کرینگے۔ ہاں! پھر اُن کی اُمتیں کہیں گی، ہمارے پاس کوئی بشیر و نذیر نہیں آیا۔ تو اُسوقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پیش ہو کر انبیاء علیہم السلام کی گواہی دے گی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو اِس (الزام عدم تبشیر و تنذیر) سے پاک کرینگے۔

بعض مفسرین یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ تم ہر اُس شخص پر حجت ہو، جو تمہاری مخالفت کرے، اور یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر حجت ہیں۔ اسکو سمرقندی نے روایت کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۷) وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ الآیہ (پ۱۱ ع۶) | اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ اُن کے لیے اُن کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔

قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر میں حضرت قتادہ اور حضرت حسن اور حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ هو محمد صلی اللہ علیہ وسلم یشفع لہم یعنی اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ انکی شفاعت فرمائینگے۔ حضرت حسن سے یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد انکی وہ مصیبت ہے جو انکے نبی کے سبب سے دور ہوتی ہیں (یعنی نبی کا وجود قدم صدق اور خوشی کا سبب ہوتا ہے کہ مصیبتیں انکے وجود کی برکت سے دور ہوتی ہیں۔)

اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ:-

ھی شفاعتہ نبیھم محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم ھو شفیع صدق عند ربھم ۔

وہ انکے نبی محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ کے حضور سچے سفارشی ہیں۔

سہل بن عبداللّٰہ تستری کہتے ہیں، وہ پہلی رحمت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ گرامی میں ودیعت کی ہے۔ اور محمد بن علی ترمذی کہتے ہیں کہ صادقین و صدیقین کے امام، شفیع، مطاع اور ایسے سائل کہ جنکی بات مانی گئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسکو ترمذی سے سلمی نے روایت کیا۔

فصل سوم

اللہ تعالیٰ کا حضور کو کمال دلجوئی اور بڑے احسان کیساتھ یاد کرنا

اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تلطف و مہربانی میں سے یہ آیت کریمہ بھی ہے

(۱) عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ الآیہ (پ ۱۰ ع ۱۳)

اللہ تمہیں معاف کرے تم نے کیوں اذن دے دیا۔

ابو محمد مکی کہتے ہیں (اس آیت کی تفسیر میں) یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عفا اللّٰہ عنک سے کلام کی ابتدا کرنا اس کا قائم مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح کرتے ہوئے عزت عطا فرمائی ــــــ عون بن عبداللہ کہتے ہیں کہ آپ کو پہلے اس سے کہ لغزش کی خبر دیں عفو کی خبر دی ہے ــــــ حضرت ابو اللیث سمرقندی نے بعض علماء سے نقل کرتے ہوئے اسکے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ اے سلیم القلب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عافیت دیدی ہے، کیونکہ تم نے اُن کو اذن دیدیا ــــــ وہ فرماتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب میں ابتدار کلام لِمَ اَذِنْتَ سے کیا جاتا تو یقیناً یہ اندیشہ تھا کہ ہیبتِ کلام سے آپ کا قلب مبارک شق ہو جاتا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے حضور کو پہلے ہی عفو کی خبر دیدی، حتیٰ کہ آپ کو سکونِ قلب حاصل ہو گیا۔ اسکے بعد

فصل سوم

فرمایا کہ کیوں آپ نے اُنھیں تخلف کی اجازت دیدی تھی۔ یہانتک کہ عذر خواہی میں پتہ چل جاتا کہ کون صادق ہے اور کون کاذب۔

اس اندازِ خطاب میں اشارہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے جو اہلِ بصیرت ہیں اُن پر یہ بات مخفی نہیں ہے۔ منجملہ اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکی قدر و منزلت کی ہو، اور آپ کو بھلائی سے یاد کیا ہو، یہ ہے کہ اُس کی کُنہ کی معرفت سے پہلے آپ کے قلبِ مبارک کی رگیں شق ہو جاتیں۔ نفطویہ کہتے ہیں کہ (فافہم) لوگ یہ گمان کرنے لگے ہیں کہ اس آیت میں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا ہے، حالانکہ حضور اس سے بری ہیں۔ بلکہ حضور کو اختیار دیا گیا تھا۔ پس جب حضور نے اُنکو اذن دیدیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آگاہ کر دیا کہ اگر آپ انکو اذن نہ دیتے تو یقیناً یہ لوگ اپنے نفاق کی وجہ سے گھر میں ہی بیٹھے رہتے۔ اسکے علاوہ اس بات کی بھی خبر دیدینا ہے، اُنکو اذن دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ (البتہ اگر اذن نہ دیتے تو نفاق علی الاعلان آشکارا ہو جاتا۔ مترجم غفرلہٗ)

• فقیہ قاضی (ابو الفضل عیاض) "اللہ تعالیٰ اُن کو توفیق دے" فرماتے ہیں کہ:۔ اُس مسلمان پر جو اپنے نفس پر مجاہدہ کرتا ہے، اور اُسکے اخلاق (عادات) زمامِ شریعت کے تابع ہیں واجب ہے کہ قرآنی آداب سے اپنے قول و فعل، معاملات اور محاورات میں ادب سیکھے، کیونکہ ادب ہی معرفتِ حقیقی کی کُنہ ہے، اور ادب ہی دینی و دُنیاوی گلدستہ ہے اس بمثال مہربانی پر خوب غور و فکر کرے، جو سوال میں اُس رب الارباب (مالک الملک اللہ تعالیٰ، جو کائنات پر بے شمار انعام کرتا، اور ہر ایک سے بے نیاز ہے) کی جانب سے ہے اور اُن فوائد کو حاصل کرنے کی کوشش کرے جو اس میں پنہاں ہیں، اور سمجھے کہ کسطرح اظہارِ ناپسندیدگی (عتاب) سے پہلے لطف و کرم کے ساتھ کلام کی ابتداء فرماتا ہے۔ اگر یہاں بالفرض (معاذ اللہ) کوئی گناہ ہو بھی تو گناہ کے ذکر سے پہلے عفو و بخشش کا ذکر

کرکے محبت و انسیت کی باتیں کی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۲) وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا (پ۱۵-ع۸)	اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم اُن کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے ۔

بعض متکلمین کہتے ہیں، انبیاء (سابقین) علیہم الصلوٰۃ والسلام پر انکی لغزشوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا ہے، لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع سے پہلے عتاب کیا ہے تاکہ اسکے صدور میں سخت رکاوٹ ہو جائے، اور شرائطِ محبّت کی حفاظت بھی ہو۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا) یہ انتہائی لطف و کرم ہے ۔

اسکے بعد اس پر نظر و فکر کرو کہ عتاب اور اسکے خوف کے ذکر سے کہ آپ اسکی طرف مائل ہوں، کسطرح اللہ تعالیٰ نے ثبات و سلامتی کا ذکر کیا ہے ۔ دورانِ عتاب ہی میں برأت اور تخویف کے مابین آپ کا مامون و محفوظ ہونا آپکی بڑی بزرگی ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ

(۳) قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ الآیہ (پ۷-ع۱۰)	ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں، تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے

اسکی تفسیر میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ "ہم تمکو تو نہیں جھٹلاتے، لیکن جو تم لائے ہو اُسکی ہم تکذیب کرتے ہیں"۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی ——— اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب حضور کی قوم نے حضور کو جھٹلایا، تو اس پر آپ کو حزن و ملال ہوا ۔ اُسی وقت حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ کس چیز کا غم کرتے ہیں ؟ فرمایا مجھکو میری قوم نے جھٹلایا ہے ۔ جبرئیل نے عرض کیا، یہ کفار دل میں خوب جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی ۔ ——— اس آیۂ کریمہ میں یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ تسلّی دیتا ہے، اور خطاب میں یہ مہربانی فرماتا ہے کہ آپ پر یہ بات ثابت کردیں کہ آپ انکے نزدیک سچے ہیں، وہ آپ کو جھٹلاتے نہیں ۔ قول و اعتقاد میں آپ کے صدق کے اقراری ہیں

کیونکہ آپ کے اظہارِ نبوت سے پہلے آپ کو "امین" کہا کرتے تھے۔ اس کلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس غبارِ خاطر کا ازالہ فرمایا ہے، جو قوم کے انکار و تکذیب سے پیدا ہو گیا تھا، پھر کفار کی برائی بیان کی، اور انکو منکر، ظالم قرار دیا (یہ مزید آپ پر لطف و کرم ہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ (پ۷ - ع ۱۰)	بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بری کر دیا۔ اور آیاتِ الٰہیہ کی تکذیب اور اس سے دشمنی و عناد کا طوق انکو پہنا دیا۔ درحقیقت جحد و انکار اسی طرح ہوتا ہے کہ معلوم شے سے انکار کر دیا جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

(۴) وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۝ (پ۱۹ - ع ۱۶)	اور انکے منکر ہوئے اور انکے دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت دی، اور آپ سے وحشت اسطرح دور کی کہ پہلے لوگوں کا حال بیان کیا، پھر ان پر غلبہ و نصرت کا وعدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

(۵) وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ الآیہ (پ۷ - ع ۱۰)	اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے۔ الخ

بعض قاریوں نے آیہ کریمہ ۳ میں لَا یُكْذِبُوْنَ کو تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا ہے اسطرح اسکے یہ معنی ہوتے ہیں :۔ "تمکو جھوٹا نہیں پاتے"۔ فراء و کسائی کہتے ہیں کہ "کفار یہ نہیں کہتے کہ تم جھوٹے ہو"۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ "آپ کے کذب پر دلیل نہیں لاتے، اور نہ اسکو ثابت ہی کرتے ہیں"۔ اور جن قاریوں نے اسکو مشدد پڑھا ہے اُن کے نزدیک اسکے یہ معنی ہیں کہ "تمکو جھوٹ کی نسبت نہیں کرتے"۔ بعض کہتے ہیں کہ "آپ کی طرف کذب کی نسبت کا انکو اعتقاد نہیں"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات، اور اللہ تعالیٰ کا بھلائی سے یاد فرمانے کے بارے میں سے ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں کو اُنکے ناموں سے مخاطب کیا، اور اُن کو "یا آدم" "یا نوح" "یا ابراہیم" "یا موسیٰ" "یا داؤد" "یا عیسیٰ" "یا زکریا" "یا یحییٰ" کہکر پکارا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا ایہا الرسول" "یا ایہا النبی" "یا ایہا المزمل" "یا ایہا المدثر" کے خطاب سے۔ نام لیکر مخاطب نہ فرمایا۔

فصل چہارم

اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب علیا کی قسم یاد فرمانا

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ (پ۱۴-۵۶)

اے محبوب تمہاری جان کی قسم، بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے ہیں۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک (حیات شریف) کی قسم کھائی ہے۔ عُمر اصل میں عین کے ضمہ (پیش) سے ہے لیکن کثرت استعمال کی وجہ سے فتح (زبر) دیا جاتا ہے، اس کے یہ معنی ہیں کہ

وَبَقَائِكَ يَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بقاء کی قسم۔

اور ایک روایت میں وَعَيْشِكَ (آپ کی زندگی کی قسم) اور وَحَيَاتِكَ بھی آیا ہے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی تعظیم اور بے حد و غایت اکرام و شرف ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

مَا خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا ذَرَاَ وَمَا بَرَاَ نَفْسًا اَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَمِعْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَقْسَمَ بِحَيَاتِ اَحَدٍ غَيْرِهٖ

اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر اپنی بارگاہ میں مکرم پیدا نہیں کیا اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا کسی کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔

ابوالجوزاء نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہ کھائی، کیونکہ حضور بارگاہِ الٰہی میں ساری مخلوق سے زیادہ مکرم ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ الآیات (پ ۲۲ ع ۱۸) | یٰسٓ - حکمت والے قرآن کی قسم

کلمہ "یٰسٓ" کے معنی میں مفسرین کے چند مختلف قول ہیں۔ ابو محمد مکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا خدا کی بارگاہ میں میرے دس نام ہیں، اُن میں طٰہٰ اور یٰسٓ بھی ہیں۔

ابوعبدالرحمٰن سلمی حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یٰسٓ سے مراد یَاسَیِّدُ ہے جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا گیا ہے۔

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما یٰسٓ سے "یَا اِنْسَانُ" مراد لیتے ہیں اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ بھی منقول ہے کہ یہ قسم ہے، اور اسماءِ الٰہی میں سے یٰسٓ بھی ایک نام ہے۔ زجاج کہتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ اس کے معنی یَا مُحَمَّدُ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور بعض نے یَا رَجُلُ (اے مرد) اور یَا اِنْسَانُ بھی کہا ہے اور ابن الحنفیہ نے اِس سے یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) مراد لی ہے۔

کعب احبار سے مروی ہے کہ یٰسٓ قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے آپ کی قسم کھائی، یعنی یَا مُحَمَّدُ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ الآیہ (اے محبوب بیشک تم رسولوں میں سے ہو)۔

(۳) پھر فرمایا وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (پ ۲۲ - ع ۱۸) | حکمت والے قرآن کی قسم، تم رسولوں میں سے ہو۔

اگر یہ تقدیر لیجائے کہ یٰسٓ آپ کے ناموں میں سے نام ہے، اور یہ کہ یٰسٓ آپ کی قسم ہے، تو اس میں آپ کی گزشتہ زمانہ میں تعظیم ہوگی، اور دوسری قسم پہلی قسم پر عطف

کر کے تاکید مزید ہوجائے گی۔

اور اگر یہ تقدیر لیجائے کہ یٰسٓ معنی میں ندا کے ہے، تو اس صورت میں دوسری قسم آپ کی رسالت کی تحقیق میں ہوجائے گی، جو کہ آپ کی ہدایت کی شہادت میں وارد ہے۔

(خلاصۂ مراد یہ کہ) اللہ تعالیٰ نے حضور کے نام و کتاب کی قسم کھاکر فرمایا بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں کہ بندوں کی طرف پیام الٰہی پہنچاتے ہیں۔

(۴) عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ الآیہ (پ ۲۲-ع ۱۸) یعنی آپ اپنے ایمان سے ایسی سیدھی راہ پر ہیں کہ جس میں نہ ٹیڑھ ہے نہ حق سے عدول۔

نقاش کہتے ہیں کہ کتاب مجید میں اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کے رسالت کی قسم نہیں کھائی، سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی تعظیم و توقیر ہے، یہ تکریم اُس تقدیر کی بناء پر ہے جس نے یٰسٓ کی "یاسید" مُراد لی ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ "واقعۃً میں اولادِ آدم کا سردار ہوں، یہ میں فخر سے نہیں کہتا"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۵) لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ (پ ۳۰-ع ۱۵) مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

بعض نے کہا ہے کہ آپ کے باہر تشریف لیجانے کے بعد میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا ہوں۔ اس کو مکی نے بیان کیا۔

بعض کہتے ہیں کہ لَا زائدہ ہے۔ یعنی میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی کہ آپ اس میں رونق افروز ہیں۔ آپ کے لیے حلال ہے جو کچھ آپ نے اس میں کیا ہے

ان سب کے نزدیک اَلْبَلَدُ سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ یعنی، ہم اس شہر کی قسم کھاتے ہیں جسمیں زندگی (حیاتِ ظاہری) میں قیام فرماکر اسکو مشرف کیا، اور بعدِ وصال (حیاتِ باطنی) اپنی برکتوں سے اسکو نوازا یعنی مدینہ منورہ۔

اوّل توجیہ زیادہ درست ہے، کیونکہ یہ سورۃِ مبارکہ مکی ہے، اور مابعد کی دوسری توجیہ کو اللہ تعالیٰ کا فرمان حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ اس کی تصحیح کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان بِھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ کی تفسیر میں ابنِ عطا کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قیام کی وجہ سے اس شہر کو مامون بنایا، کیونکہ آپ کا ہونا ہی امن ہے، جہاں بھی آپ رونق افروز ہوں۔ اسکے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(۶) وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ الآیہ (پ ۳۰ ع ۱۶)	اور تمہارے باپ کی قسم اور اسکی اولاد کی قسم

جو شخص یہ مراد لیتا ہے کہ والد سے مراد حضرتِ آدم علیہ السلام ہیں، تو یہ ایک عام بات ہے۔ اور بعض حضرتِ ابراہیم اور ان کی اولاد مراد لیتے ہیں۔

(لیکن بات یہ ہے کہ) انشاء اللہ تعالیٰ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کررہی ہے، کیونکہ یہ سورۃِ مبارکہ دو مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم پر مشتمل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

(۷) الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ الآیہ (پ ۱ ع ۱)	وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں۔

حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ حروف قسم کے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے قسم کھائی ہے۔ ان سے اور انکے علاوہ دوسروں سے اور بھی اقوال مروی ہیں۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری اسکی تفسیر میں کہتے ہیں کہ الف سے اللہ، لام سے جبرئیل، میم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔ اسی روایت کو سمرقندی نے نقل کیا ہے۔

مگر اس کی نسبت حضرت سہل کی طرف نہیں کی ہے۔ اسکے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قرآن کے ساتھ اتارا جسمیں کوئی شک نہیں۔

پہلی توجیہ احتمال قسم پر معنی یہ ہونگے، بیشک یہ کتاب حق ہے کوئی شک کی گنجائش نہیں پھر اس میں یہ فضیلت ہے کہ آپکے نام کو اپنے نام کیساتھ ملایا جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

ابن العطاء اللہ تعالیٰ کے فرمان

(۸) قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ (پ۲۶ ع۱۵) - (عزت والے قرآن کی قسم) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کی قوت کی قسم اسلیے کھائی کہ وہ خطاب اور مشاہدہ کے برداشت کی طاقت رکھتا ہے درانحالیکہ یہ امر اپنے علوِ شان کے لحاظ سے مشکل ہے۔ ____ اور ایک روایت میں ہے کہ قٓ قرآن کا نام ہے۔ بعض اللہ تعالیٰ کا نام کہتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک ایسا پہاڑ ہے جو کل زمین کو محیط ہے۔ اور اسکے سوا اور بہت سے اقوال ہیں ____ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہما

(۹) وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (پ۲۷ ع۵) - (اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وَالنَّجْمِ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور فرمایا کہ نجم (ستارہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک ہے۔ هَوٰى (کی تفسیر میں کہا) کہ انوارِ الٰہی سے کھل گیا۔ اور کہا کہ غیر اللہ سے (آپ کا دل) جدا ہو گیا۔ ابن عطا اللہ تعالیٰ کے فرمان

(۱۰) وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ (پ۳۰ ع۱۴) - (صبح کی قسم اور دس راتوں کی قسم) کی تفسیر میں کہتے ہیں فجر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ آپ ہی سے ایمان (کا اجالا) پھوٹ کر نکلتا ہے۔

فصل پنجم

بارگاہِ الٰہی میں جو مقام و منزلت حضور کی ہے اللہ تعالیٰ کا اسکی قسم یاد کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ اِذَا سَجٰى الیٰ آخر السورۃ (پ۳۰ ع۱۸)

اس سورۂ مبارکہ کی شانِ نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی عذر کی بناء پر رات کے قیام کو ترک کر دیا تھا اس پر ایک عورت (ناز یبا) باتیں کہنے لگی تھی۔ بعض نے کہا کہ مشرکین نے تاخیرِ نزولِ وحی پر طرح طرح کی باتیں بنانا شروع کر دی تھیں۔ اس پر یہ سورۂ مبارکہ نازل ہوئی۔

فقیہ قاضی "اللہ تعالیٰ انکو توفیق دے" نے فرمایا، یہ سورۂ مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص قدر و منزلت اور عظمت و شان پر جو بارگاہِ الٰہی سے عنایت ہوئی تھیں چھ وجہوں پر متضمن ہے۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کے ساتھ آپ کے حال کو بیان فرمایا۔ ارشاد ہوا۔

(۱) وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ (پ ۳۰)	قسم ہے چہرۂ انور اور زلفِ عنبرین کی جبکہ وہ ڈھلک کر آجائے۔

یعنی ربِ ضحیٰ کی قسم۔ یہ بزرگی کے اعظم درجات میں سے ہے۔

دوم یہ کہ بارگاہِ الٰہی میں آپ کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ فرماتا ہے:۔

(۲) مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی۔ (پ ۳۰)	تمہارے رب نے تمہیں نہ چھوڑا اور نہ مکروہ جانا۔

یعنی نہ آپ کو ترک کیا، اور نہ مبغوض جانا۔ اور بعض نے کہا کہ آپ کو لپند کرنیکے بعد آپکو نہ چھوڑا۔

سوم یہ کہ فرمایا:۔

(۳) وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ (پ ۳۰)	بیشک پچھلی تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

ابن اسحق نے کہا کہ آپ کا مآل آپ کے انجام کار میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بڑا ہے، جو دنیا میں آپ کو عزت و کرامت مرحمت فرمائی ہے۔

سہل کہتے ہیں کہ جو کچھ شفاعت اور مقامِ محمود کا ہم نے آخرت میں ذخیرہ

رکھا ہے وہ آپ کے لیے اس سے بہتر ہے جو ہم نے آپ کو دنیا میں عطا فرمایا۔

چہارم یہ کہ ارشاد ہوتا ہے:۔

(۴۴) وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ (پ ۳۰)	اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دیگا کہ تم راضی ہو جاؤ گے

یہ آیۂ کریمہ دونوں جہان میں بہت سی بزرگیوں، قسم قسم کی نیک بختیوں اور طرح طرح کے انعام و اکرام کے لیے جامع و ہمہ ہے۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا میں فراخی اور آخرت میں ثواب سے راضی کریگا۔ بعض نے کہا کہ آپ کو حوضِ کوثر اور شفاعت عطا فرمائیگا ــــــ اہلبیتِ نبوت علیٰ جدہم الصلوٰۃ والسلام سے بعض علماء نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں اس سے زیادہ امید افزا کوئی آیت ہے ہی نہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے راضی ہونگے ہی نہیں کہ آپ کا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہ جائے۔

پنجم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو انعام و اکرام فرمائے ہیں، اُنکو شمار کرایا ہے اور آخر سورۃ تک اپنی جانب سے اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے، یعنی خدا کی طرف سے آپ کو ہدایت، یا آپ کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت دی" بر بنائے اختلاف تفاسیر۔ اور آپ کے پاس مال نہ تھا، مال دیکر آپ کو غنی کر دیا۔ یا آپ کے قلب میں قناعت پیدا کر کے آپ کے دل میں غنا ڈالدیا، اور آپ کو یتیم پایا تو آپ کے چچا کو مہربان کر کے اُنکے گھر میں آپ کی سکونت کر دی۔ بعض نے کہا کہ آپ کو اللہ کی طرف رجوع کر دیا بعض نے کہا کہ آپ کو بے مثل پایا تو اپنا بنا لیا۔ بعض اسطرح تفسیر بیان کرتے ہیں کہ "کیا آپ کو نہ پایا کہ آپ کے سبب گمراہوں کو ہدایت دی۔ اور فقیر کو آپکے سبب غنی کیا، اور یتیم کو آپ کے سبب جائے پناہ ملی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی نعمتیں یاد دلائیں"۔ اور معروف و مشہور تفسیروں کے مطابق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کسی حال میں

نہ چھوڑا، خواہ آپ کی صغر سنی (بچپنا) ہو، یا آپ کے افلاس و یتیمی کی حالت ہو، قبل اسکے کہ آپ اپنے آپ کو پہچانیں نہ آپ کو چھوڑا، اور نہ آپ کو دشمن بنایا، تو بھلا اب جبکہ آپ کو مرتبہ خصوصی مرحمت فرمایا، اور اپنا پسندیدہ بنالیا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔

ششم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں آپ پر کی ہیں، انکے اظہار کا حکم دیا، اور جو بزرگیاں آپ کو مرحمت ہوئی ہیں انکے شکر پذیر ہونے اور اعلان کرنے کا حکم دیا، آپ کے ذکر کو اس آیت سے مشہور کیا۔

وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ (پ۳۰ ع۱۸) | اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

نعمت کا شکر یہی ہے کہ اس کی تحدیث یعنی چرچا کیا جائے۔ یہ حکم حضور کے لیے تو خاص ہے، لیکن امت کے لیے عام ہے۔

(۵ تا ۲۲) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰى (الیٰ قولہ تعالیٰ) لَقَدۡ رَاٰى مِنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِ الۡكُبۡرٰى (پ۲۷ ع ۵ ۶) | اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے (یہاں تک کہ) بیشک اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

النجم کی تفسیر میں مفسرین کے بکثرت اقوال مشہور ہیں، ان میں سے ایک یہ کہ النجم اپنے ظاہر معنی پر ہے، اور یہ کہ اس سے مراد قرآن ہے۔

حضرت جعفر بن محمد سے مروی کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ (پ۳۰ ع۱۱) | آسمان کی قسم اور رات کو آنیوالے کی قسم اور کچھ تم نے جانا، وہ رات کو آنیوالا کیا ہے۔ خوب چمکتا تارا۔

میں بھی النجم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سلمی نے اسکو روایت کی۔

یہ آیاتِ کریمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل و شرف میں اس حد تک پہنچتی ہیں کہ کوئی عدد اسکو گھیر نہیں سکتا۔ اللہ جل اسمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت اور خواہشاتِ نفسانی کے اتباع سے بچنے، سچائی اور تلاوتِ قرآن، اور یہ کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی ایسی وحی ہے جو آپ کی طرف جبریل علیہ السلام لیکر آئے، جو مضبوط طاقت والا ہے، کی قسم کھائی ہے۔ ——— پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی فضیلت میں واقعہ معراج اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے، اور جو کچھ قدرتِ الٰہی کی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں انکی خبر دیکر آپ کی تصدیق کی ہے، اور سورۂ اسریٰ کے شروع میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس پر متنبہ کیا ہے۔ اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عالمِ جبروت کا مکاشفہ، اور عجائبِ ملکوت کا مشاہدہ ہوا ہے، ایسا ہے کہ جسکو نہ کوئی عبارت احاطہ کر سکتی ہے، اور نہ ادنیٰ سماع کی عقولِ تامہ طاقت رکھتی ہے۔ اسلیے اللہ تعالیٰ نے اسکو ایسے اشارہ و کنایہ سے بیان کیا ہے جو تعظیم پر دلالت کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی (پ۲۷ع۵) | وحی فرمائی اپنے بندہ کو جو وحی فرمائی

اس قسم کے کلام کو پرکھنے والے بلغاء وحی و اشارہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ انکے نزدیک ایجاز کا یہ اعلیٰ درجہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی (پ۲۷ع۵) | بیشک دیکھیں اپنے رب کی بڑی نشانیاں

جو وحی فرمائی گئی اسکی تفصیل سمجھنے سے عقلیں ماندہ، ان آیاتِ کبریٰ کی تعیین میں فہمیں عاجز۔

قاضی ابو الفضل کہتے ہیں کہ یہ آیتیں اس پر مشتمل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات پاک و منزہ ہیں، اور شبِ معراج آپ کی ذات کو ہر آفت سے محفوظ رکھا آپ کے قلب مبارک، آپ کی زبانِ اقدس، اور آپ کے اعضاء کو پاک کر دیا۔

مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ (جو آنکھ نے دیکھا اسکو دل نے نہ جھٹلایا) سے آپ کا قلبِ مبارک، اور وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی (وہ اپنی خواہش سے بولتے ہی نہیں)

سے آپ کی زبانِ اقدس، اور مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (آنکھ نہ کسی طرف پھیری اور نہ حد سے بڑھی) سے آپ کی چشمِ انور کی حالت وکیفیت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ (الیٰ قولہ تعالیٰ) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ - (پ۳۰-ع۶)	تو قسم ہے اُن کی جو اُلٹے پھریں سیدھے چلیں، تھم رہیں (دتا) اور قرآن مردود شیطان کا پڑھا ہوا نہیں -

لَآ اُقْسِمُ ای اُقْسِمُ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ - یعنی لَا اُقْسِمُ سے مطلب یہ ہے کہ میں قسم کھاتا ہوں، بےشک یہ عزت والے رسولؐ کا پڑھا ہوا ہے، جو بھیجنے والے (اللہ تعالیٰ) کے نزدیک کریم ہیں۔ "ذِیْ قُوَّةٍ" قوت والے ہیں اس پہنچانے میں جو آپ پر وحی کے ذریعہ بارڈالا جائے۔ "مَکِیْنٍ" یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ بڑے درجہ والے بلند مقام ہیں۔ "مُطَاعٍ ثَمَّ" یعنی آسمان پر مطاع ومتبوع ہیں کہ آپ کی اطاعت کیجاتی ہے۔ "اَمِیْنٍ" یعنی آپ وحی کے امانتدار ہیں۔

علی بن عیسیٰ وغیرہ کہتے ہیں کہ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ سے اس جگہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اور بعد کی تمام صفتیں آپ کے لیے ہیں۔ دوسروں نے کہا اس سے جبریل مراد ہیں، اس بنا پر بعد کی تمام صفتیں انکی ہونگی۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ (بیشک اُنھوں نے اُسکو دیکھا) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا —— ایک روایت میں ہے حضور نے اپنے رب کو دیکھا۔ یا جبریل کو اُنکی اپنی صورت میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ[1] (پ۳۰-ع۶)	یہ نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں -

ظَنِیْنٍ کو اگر ظاء سے پڑھا جائے تو اسکے معنی متہم کے ہونگے، اور ضاد سے پڑھا جائے تو اسکے معنی یہ ہونگے کہ "آپ لوگوں کو دعوت وتذکیر اور علم وحکمت کی باتوں کے بتانے میں بخیل نہیں ہیں"۔ یہ صفت بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے

---

[1] اصل کتاب الشفاء میں بِظَنِیْنٍ (بالظاء) مرقوم ہے، لیکن ہمارے اطراف میں بِضَنِیْنٍ (بالضاد) ہے ۱۲ مترجم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- نٓ وَالْقَلَمِ الآیات (پ ۲۹-۳۶) قلم کی قسم
اللہ تعالیٰ نے ان آیاتِ کریمہ میں جو بھی بڑی قسم کھائی ہے اسلیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکی بیان کیجائے، جسکو کفار آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور آپ کی وہ تکذیب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محبت کی باتیں کر کے مسرور کیا اور آپ کی اُمیدوں کو فراخ کیا۔ اپنے اس خطاب میں کہ فرمایا:-

مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (پ ۲۹-۳۶)	تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں

یہ آیتیں آپ کے خطاب میں انتہائی لطف و مہربانی کی حامل ہیں، اور بولنے میں اعلیٰ درجہ کے آداب کا لحاظ ہے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن دائمی نعمتوں کی یاددہانی کرائی جو آپ پر اُسکی بارگاہ میں ہے، اور وہ غیر منقطع ثواب بتائے جسکو کوئی شمار نہیں کرسکتا۔ یہ سب کچھ احسان جتلانے کے لیے نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ (پ ۲۹-۳۶)	اور ضرور تمہارے لیے بے انتہا ثواب ہے

پھر آپ کی اُن باتوں سے تعریف کی جو آپ کو مرحمت فرمائی اور بتلائی ہیں، اور آپ کی عظمت کو دوبالا کرنے کے لیے دو حرفِ تاکید سے کلام کو مستحکم کیا، اور فرمایا

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (پ ۲۹-۳)	اور بیشک تمہاری خُو بڑی شان کی ہے

خُلُقٍ عَظِیْمٍ کی تفسیر میں بعض نے کہا قرآن، اور بعض نے اسلام، اور بعض نے آپ کی عادتِ کریمہ مراد لی ہے، اور بعض نے کہا کہ آپ کا ارادہ ہی نہیں مگر جو اللہ چاہے۔
واسطی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حُسنِ قبول کی تعریف کی ہے کہ آپ کی طرف نعمتیں ارسال کر کے آپ کو وہ فضیلت مرحمت فرمائی جو آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں۔ اس لیے کہ آپ کی فطرت میں ہی مہربانی ہے۔ پس پاکی ہے اس مہربان بخشش کرنیوالے، احسان کرنیوالے، بہت سخی (خدا) کی جس نے بھلائی اور ہدایت آپ کی خو بو کردی۔ پھر اسکے کرنیوالے کی تعریف کی، اور اس پر اُسکو جزا دی۔ پاکی ہے

خدا کی، اُسکی بخشش کیا ہی عام ہے، اور اُس کی مہربانیاں کسقدر وسیع ہیں۔
اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی بدگوئیوں پر تسلی دی کہ اس پر اُن کو عذاب کا وعدہ دیا، اور اسطرح اُن کو ڈرایا:-

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ○ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ○ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ (پ ۲۹ - ۳۶)

تو اب کوئی دم جاتا ہے کہ تم بھی دیکھو گے اور وہ بھی دیکھ لینگے کہ تم میں کون مجنون تھا۔ بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اُسکی راہ سے بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر ہے

پھر آپ کی مدح وثناء کے بعد آپ کے دشمنوں کی مذمت کو عطف کر کے اُنکی بُری خصلتوں کو بیان کیا، اُنکے معائب شمار کیے، اُس میں آپ کی فضیلت پیوستہ کی، اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت فرمائی، اور اُنکی دس زائد بُرائیاں ذکر کیں اور یہ فرمایا

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ○ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ○ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَهِينٍ ○ هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ○ مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَلِكَ زَنِيمٍ ○ إِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ○ إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ○ (پ ۲۹ - ۳۶)

تو جھٹلانے والونکی بات نہ سُننا، وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں اور ہر ایسے کی بات نہ سُننا جو بڑا قسمیں کھانیوالا ذلیل، بہت طعنے دینے والا، بہت اِدھر کی اُدھر لگاتے پھرنے والا، بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے بڑھنے والا بڑا گنہگار درشت خو، اس پر طرّہ یہ کہ اُسکی اصل میں خطا اس پر کہ کچھ مال اور بیٹے رکھتا ہے، جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں، کہتا ہے اگلوں کی کہانیاں ہیں"

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس سچی وعید کو بیان کرنیکے بعد اس پر ختم کیا کہ:-
سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ○ (پ ۲۹ - ۳۶) قریب ہے کہ ہم اسکی سُور کی سی تھوتھنی پر داغ دینگے۔

پس اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنا، آپ کے خود اپنے آپ پر مدد کرنے کی نسبت سے بڑھ کر پوری مدد ہے، اور اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں، بدگوؤں کا رد کرنا بنسبت آپ کے رد کرنیکے بہت زیادہ سخت ہے، اور یہ بات حضور کی فضیلت میں بہت زیادہ ثابت ہے۔

فصل ششم

اللہ تعالیٰ نے حضور کو مُورِدِ شفقت وکرم بنایا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰی۔ (پ ۱۶-ع ۱۰) ..... اے محبوب ہمنے یہ قرآن اسلیے نہ اُتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

طٰہٰ کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ یہ حضور کے ناموں سے ایک نام ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا اسم ہے، اور بعض نے اسکے معنی یا رُجُل (اے مرد) اور یَا اِنْسَان کیے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ حروفِ مقطعہ ہیں، جو چند معنی ہیں ہیں۔ چنانچہ واسطی کہتے ہیں کہ اس سے مراد یَا طَاھِرُ یَا ھَادِیْ ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یہ وطء اور ھا سے کنایہ ہے، یعنی زمین پر اپنے دونوں قدموں سے کھڑے ہو جیئے، اور ایک قدم پر اعتماد کر کے اپنی جان کو مشقت میں نہ ڈالیے (واللہ اعلم) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب ہمنے یہ قرآن اسلیے نہ اُتارا کہ آپ مشقت میں پڑیں۔ یہ آیۂ کریمہ اُسوقت اُتری جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیداری اور قیامِ لیل میں بڑی مشقت اُٹھاتے تھے، جیسا کہ ربیع بن اَنَس سے بالاسناد یہ حدیث مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر دوسرا پاؤں اُٹھا لیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے طٰہٰ نازل فرمائی، یعنی اے محبوب آپ زمین پر پاؤں رکھیے ہم نے یہ قرآن اسلیے نہیں اُتارا کہ آپ مشقت میں پڑجائیں۔

یہ بات پوشیدہ نہیں، یہ کل کا کل آپ کے اعزاز و اکرام اور خیر خواہی میں ہے۔
اور اگر طٰہٰ کو ہم حضور کے ناموں میں سے ایک نام مانیں، جیسا کہ منقول ہے یا اسکو قسم گردانیں تو یہ فعل ماقبل سے ملحق ہوگا۔
اسی طرح آپ پر شفقت و عنایت میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ (پ ۱۵ - ع ۱۳)	تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے انکے پیچھے (اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں غم سے۔

یعنی اے محبوب کیا آپ اپنی جان کو غضب، غصہ یا گھبراہٹ سے ہلاکت میں ڈال دینگے۔ اور اسی طرح اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۱۹ - ع ۵)	کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے انکے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔
پھر فرمایا:۔ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ (پ ۱۹ - ع ۵)	اگر ہم چاہیں تو آسمان سے اُن پر کوئی نشانی اُتاریں کہ اُنکے اونچے اونچے اُسکے حضور جھکے رہ جائیں۔

یہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا:۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (الی آخر السورۃ) پ ۱۴ - ع ۷	علانیہ کہدو جس بات کا تمہیں حکم ہے، اور مشرکوں سے مونھ پھیر لو (اس فرمان تک) اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ انکی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو (آخر سورۃ تک)
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ الآیہ (پ ۷ - ع ۷)	اور ضرور اے محبوب تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا۔

مکی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس ذکر سے آپ کو تسلّی دی، اور مشرکوں کی سختیوں پر آپ کو قوّتِ برداشت مرحمت فرمادی، اور آپ کو خبردار کر دیا کہ جو (بدنصیب) شخص آپ پر زیادتی کریگا اُس پر ایسا ہی عذاب ہوگا جیسا آپ سے پہلے رسولوں کے مکذّبین پر ہوئے، اور اسی تسلّی و تشفی کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:۔

وَاِنْ یُّکَذِّبُوْکَ فَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِکَ (پ ۲۲-ع ۱۳)	اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں، تو بیشک تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے۔

اور اسی باب سے یہ اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے:۔

کَذٰلِکَ مَآ اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ (پ ۲۷-ع ۲)	یوں ہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو گزشتہ اُمتوں کے احوال کی خبر دیکر عزت افزائی فرمائی کہ آپ سے پہلے نبیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ماجرا ہوا۔ اور نبیوں کو بھی اسی طرح آزمایا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھی کفارِ مکہ کی آزمائشوں پر اسی طرح تسلّی دی۔ اور یہ کہ یہ آزمائشیں آپ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہیں۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور کو خوش کر کے اسکا سبب بتادیا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ (پ ۲۷-ع ۲) یعنی آپ اُن سے مونھ پھیر لیجئے۔ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (پ ۲۷-ع ۲) اب آپ پر کچھ الزام نہیں۔ یعنی ادائے رسالت اور اپنی تبلیغ میں جو آپ کے سپرد کی گئی ہے اب آپ پر کوئی ملامت نہیں۔ اسی طرح یہ بھی

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا (پ ۲۷-ع ۴)	اور اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھیرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگہداشت میں ہو۔

یعنی آپ انکی ایذا پر صبر کریں، کیونکہ آپ تو ہماری نگہداشت میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اسطرح بکثرت آیات میں تسلّی دی ہے۔

فصل ہفتم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انبیاء پر حضور کی بڑی قدر و منزلت اور فضائل کی خبر دی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ (پ ۳ ع ۱۷)

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تمکو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے اور تم ضرور ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اسکی مدد کرنا، فرمایا کیوں تمنے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمّہ لیا؟ سب نے عرض کی ہمنے اقرار کیا، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ، اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں"

ابوالحسن قابسی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی فضیلت کے ساتھ خاص کیا جو آپ کے سوا کسی کو مرحمت نہ فرمائی، اور اسکو اس آیت میں ظاہر بھی فرما دیا۔

مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعہ عہد لیا، اور کوئی نبی ایسا نہ بھیجا کہ اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف نہ کی ہو۔ اُن سے عہد لیا کہ اگر تم حضور کا زمانہ پاؤ، تو بالضرور حضور پر ایمان لانا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس عہد کو اپنی قوم پر بیان کر کے اُن سے بھی یہ عہد لیں کہ وہ اپنے بعد والوں تک اسکو بیان کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ثُمَّ جَآءَکُمْ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زمانہ اہلِ کتاب کو خطاب ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لیکر انکے بعد والے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اُن سے یہ عہد لیا گیا کہ اگر آپ اس حال میں تشریف لائیں کہ تم زندہ ہو، تو آپ پر ضرور

ایمان لانا اور آپ کی ضرور مدد کرنا، اور یہی عہد اپنی قوم سے بھی وہ لیں۔

اسی طرح سُدِّی اور قتادہ سے بھی آیتوں کی تفسیر میں مروی ہے جو کسی نہ کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمانا ہے

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ الآیہ (پ۲۱-ع۱۷)	اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے (آخر آیت تک)
اور ارشاد ہے اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (الیٰ قولہ شہیدا) پ۶-ع۳	بیشک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور انکے بعد کے پیغمبروں کو بھیجی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا، تو آپ نے روتے ہوئے اپنے کلام میں کہا تھا، میرے ماں، باپ آپ پر قربان! اے اللہ کے رسول، خدا کی بارگاہ میں آپ کا مرتبہ یہاں تک ہے کہ آپ کو آخر الانبیاء کر کے بھیجا، اور پہلوں میں آپ کا ذکر اسطرح فرمایا وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ الآیہ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان اے اللہ کے رسول! دوزخی تمنا کرینگے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے، اور جب جہنم کے طبقوں میں اُن پر عذاب ہو رہا ہوگا تو کہینگے:۔

یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (پ۲۲-ع۵)	ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كُنْتُ اَوَّلَ الْاَنْبِیَآءِ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِی الْبَعْثِ۔	خلق میں تو میں اول الانبیاء ہوں اور بعثت میں اُن کا آخر۔

اسی لیے تو آیتِ بالا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح (علیہ السلام) وغیرہ سے پہلے آپ کا ذکر فرمایا۔

سمرقندی کہتے ہیں کہ اس آیت میں انبیا علیہم کے ذکر سے پہلے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا آپ کی خصوصی فضیلت پر دال ہے، حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

بعثت کے لحاظ سے اُنکے آخر میں ہیں ——— غرضکہ اللہ نے صُلبِ آدم علیہ السلام سے ذریاتِ انبیاء علیہم السلام کو نکال کر اُن سے یہ عہد لیا ۔ اور فرماتا ہے :۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ الآیہ (پ۳-۱۶)	یہ رسول ہیں کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا) کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سُرخ و سیاہ (عرب و عجم) کی طرف بھیجا، اور آپ کے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں، اور آپ کے ہاتھوں معجزات کا ظہور ہُوا۔ اور نبیوں میں کوئی ایسا نہیں کہ اُسکو جو فضیلت اور بزرگی دی گئی، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعینہٖ نہ ملی ہو۔

اور بعض نے کہا کہ حضور کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو تو اُنکے ناموں سے خطاب فرمایا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآنِ مجید میں منصبِ نبوت و رسالت سے مخاطب فرمایا، اور ارشاد فرمایا یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اور یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ ۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی کلبی سے اس آیتِ کریمہ :۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ (پ۲۳)	اور بیشک اسی کے گروہ سے ابراہیم ہے

کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ ھا ضمیر کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، یعنی بیشک حضرت ابراہیم علیہ السلام گروہِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں، اور آپ کے دین و مذہب پر ہیں اور فرآر نے بھی اسکو جائز رکھا، اور مکی نے بھی اسی سے روایت کی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس سے حضرت نوح علیہ السلام مراد ہے۔

فصل ہشتم

اللہ تعالیٰ کا حضور پر درود بھیجنا، آپ کی مدد کرنا، اور آپکے سبب عذاب کو دفع کرنا

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اسکی خبر دیتا ہے کہ ہم آپ پر درود بھیجتے ہیں، اور آپکی مدد کرتے ہیں

اور آپ کے سبب سے ان پر سے عذاب کو دور کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ (پ ۹ - ع ۱۸)	اور اللہ کا کام نہیں کہ انھیں عذاب کرے جبتک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۔

یعنی جبتک آپ مکہ میں تشریف فرما ہیں، اور جب آپ مکہ سے ہجرت فرما کر تشریف لے آئے اور مکہ میں مسلمان کم رہ گئے، تو اسوقت یہ آیت نازل ہوئی :-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○ (پ ۹ - ع ۱۸)	اور اللہ تعالیٰ انھیں عذاب کرنیوالا نہیں جبتک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

اور یہ اس کے اسی فرمان کی طرح ہے :-

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الآیہ (پ ۲۶ - ع ۱۱)	اگر وہ نکل جاتے تو ضرور ہم عذاب دیتے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ الآیہ (پ ۲۶ ع ۱۱)	اور اگر یہ نہ ہوتا کہ کچھ مسلمان مرد ہیں۔

اور جب مسلمان بھی ہجرت کر کے نکل گئے تو یہ آیت آتری :-

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ	انھیں کیا ہوا، کیا انھیں اللہ عذاب نہ دیگا۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفعت و مرتبت کے اظہار میں انتہائی بات ہے کہ آپ کی موجودگی میں آپ کے سبب، اور آپ کے تشریف لے آنے کے بعد مسلمانوں کے سبب اہلِ مکہ پر نزولِ عذاب نہیں ہے۔ جب سب کے سب مکہ سے ہجرت کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلمانوں کو مسلط کر کے اور ان پر غلبہ دیکر عذاب دیا، اور تلواروں نے ان کا فیصلہ کیا۔ انکی زمینوں، شہروں اور مالوں پر مسلمانوں کو وارث بنایا۔ اس آیت کی اور بہت سی تفسیریں ہیں۔

ابو بردہ کے والد سے بالاسناد مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت کیلیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دو امانیں اتاری ہیں، ایک یہ کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ

(جبتک اے محبوب آپ تشریف فرما ہیں اللہ تعالیٰ عذاب نہ کریگا) اور دوسری یہ کہ:۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (جبتک بخشش مانگنے والے (مسلمان) موجود ہیں اللہ عذاب دینے والا نہیں)۔ اور جب میں وصال فرما جاؤں گا، تو تم میں استغفار چھوڑ جاؤں گا۔ الحدیث ــــــ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (پ ۱۷ ع ۷)	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں صحابہ کے لیے امان ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ "بدعت" سے امان ہوں۔ بعض نے اختلاف اور فتنوں سے (امان میں ہونا) مراد لیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جبتک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں (حیات ظاہری سے) موجود رہے تو آپ کا وجود باجود بڑا امان تھا۔ اب جبتک آپ کی سنت زندہ و باقی رہیگی، تو امان بھی باقی ہے، اور جب سنت مردہ ہو جائے گی، تو بلا و فتن کا انتظار کرنا۔ اور

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ الآیہ (پ ۲۲ - ۶ع)	بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر خود درود بھیجکر، پھر فرشتوں کے ذریعہ درود بھیجکر اور مسلمانوں کو آپ پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا حکم دیکر آپکی بڑی فضیلت ظاہر کی ہے

ابو بکر بن خورک نے روایت کی کہ بعض علماء نے حضور کے ارشاد وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ (صلوٰۃ میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی) کی یہی تاویل کی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں، اور مسلمانوں کو بھی قیامت تک درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

آپ پر صلوٰۃ کی نسبت جب فرشتے یا ہماری طرف سے ہو، تو اسکے معنی درود اور دعا کے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو، تو اسکے معنی رحمت کے ہیں، اور

ایک روایت میں "صلوٰۃ" کے معنی برکت کے بھی ہیں۔

بلاشبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ پر درود بھیجنے کی تعلیم دی تب صلوٰۃ و برکت کے معنی کا فرق بھی بتا دیا تھا۔ عنقریب ہم آپ پر درود بھیجنے کے احکام بیان کریں گے۔

بعض متکلمین کٓھٰیٰعٓصٓ کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ کاف سے حضور پر اللہ کی جانب سے کفایت مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (پ ۲۴-۱۴) (کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں) اور ھا سے مراد اس کی ہدایت جو آپ پر ہے۔ فرمایا وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا (پ ۲۶-۹۶)۔ (اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے) اور یا سے مراد آپ کی تائید ہے۔ فرمایا وَاَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ (پ ۶-)۔ (اپنی مدد سے آپ کی تائید کی)۔ اور عین سے مراد آپ کی عصمت ہے، فرمایا وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (پ ۶-۱۲۶)۔ (اور اللہ تمہاری نگہبانی کریگا لوگوں سے)۔ اور صاد سے مراد آپ پر درود بھیجنا ہے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الآیہ (پ ۲۲-۴۶)

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ تَظَاھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیہ (پ ۲۸-۱۹۶) اور اگر ان پر زور باندھو، تو اللہ ان کا مددگار ہے، اور جبریل اور نیک ایمان والے۔

صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ اس سے انبیاء یا ملائکہ مراد ہیں، اور بعض نے کہا کہ حضرت ابوبکر و عمر یا حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین مراد ہیں۔ اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ مومنین اپنے ظاہر معنی پر ہے۔

فصل نہم

سورۂ فتح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگیاں

فصل نہم

سورۂ فتح میں جس قدر کرامتیں اور بزرگیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی گئیں ہیں انکو

یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الی قولہ تعالیٰ) يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (پ ۲۶ ع ۹)	بیشک ہمنے آپ کے لیے روشن فتح رکھی ہے (یہاں تک کہ) اللہ تعالیٰ کا ہاتھ انکے ہاتھوں پر ہے

یہ آیتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت و ثناء اور اُس مرتبہ و مقام کی آئینہ دار ہیں جو بارگاہِ الٰہی میں آپ کو حاصل ہے، اور جو قرب و منزلت آپ کو اللہ تعالےٰ کے نزدیک ہے اُسکے انتہاءِ وصف کے بیان سے (قلم و زبان) قاصر ہے۔

اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ نے اپنے اُس فیصلہ کی جو آپ کے لیے اُس نے مقرر فرمایا ہے آپ کو خبر دی کہ میں آپ کو آپ کے دشمنوں پر غلبہ دُونگا۔ اور آپ کا بول بالا کر کے آپ کی شریعت کو بلند کرونگا، اور یہ کہ آپ ایسے بخشے ہوئے ہیں کہ آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کو بخشدونگا۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ آپ کے کردنی وناکردنی امور سب مغفور ہیں۔

مکی کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے احسان کو سببِ مغفرت بنایا ہے، اور ہر وہ چیز جو اُس خدا کی طرف سے ہے جسکے سواء کوئی معبود نہیں ہے، وہ احسان پر احسان اور فضل پر فضل ہے۔ اسکے بعد فرماتا ہے :۔ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ (اے محبوب! آپ پر اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں بھرپور کریگا)۔ بعض نے کہا، جو آپ سے اکڑ کر (تکبر سے) پیش آئیگا اُسکو عاجز کرونگا۔ اور بعض نے کہا کہ مکہ و طائف کو فتح کرا کے غلبہ دونگا۔ اور بعض نے کہا کہ آپ کے ذکر کو دنیا میں بلند کرونگا، اور آپ کی مدد کرونگا اور آپ کے سبب بخشوں گا۔ پھر آپ کو خبردار کیا کہ آپ پر اپنی تمام نعمتیں اسطرح پوری کی ہیں کہ آپ کے منکروں کو، اور آپ کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا، اور آپ پر اُن بڑے بڑے شہروں کو فتح کرایا جو آپ کو محبوب تھے۔ اور آپ کے ذکر کو رفعت دی اور آپ کو اُس صراطِ مستقیم (سیدھے راستہ) کی ہدایت دی جو جنت و سعادت تک

اور آپ کی مدد غالب نصرت سے کی ۔ اور آپ کی اُمتِ مسلمہ کے دلوں میں تسلی و طمانیت پیدا کر کے اُن پر احسان کا اظہار فرمایا، اور بڑی کامیابی کے بعد اللہ کے نزدیک جو اُن کا انجام ہے اُسکی بشارت دی، اُن کو معاف کر کے اُنکے گناہوں کی پردہ پوشی کی، دُنیا و آخرت میں اُنکے دشمنوں کو ہلاک کیا، اور ان دشمنوں کو اپنی رحمت سے دُور کر کے اُن پر لعنت مسلط کی، اور اُنکو بُری حالت میں بدل دیا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا - الآيہ (پ ۲۶-۹)	اور بیشک ہم نے بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی و ڈر سناتا ۔

پھر آپ کے محاسن و خصائص شمار کرائے ۔ آپ کی شہادت اپنے لیے اور اپنی اُمت کے لیے اُن پر تبلیغِ رسالت کر کے بیان کی ۔

اور بعض کہتے ہیں کہ شَاهِدًا یعنی اُمت کے لیے توحید کا گواہ بنایا، اور مُبَشِّرًا یعنی اُمت کے لیے ثوابِ آخرت کی خوشخبری دینے والا کیا ۔ اور ایک روایت میں اُمت کے مغفور ہونے کا ۔ نَذِيْرًا یعنی آپ کے دشمنوں کو عذاب سے ڈرانے والا بھیجا ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گمراہیوں سے بچانیوالا بھیجا، تاکہ اللہ پر ایمان لائیں ۔ پھر اس ایمان پر وہ شخص سبقت کریگا جسکو اللہ کی طرف سے بہتری ملے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) وَتُعَزِّرُوْهُ آپ کی تعظیم کرو ۔ بعض کہتے ہیں کہ آپکی مدد کرو اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کی تعظیم میں مبالغہ کرو ۔ وَتُوَقِّرُوْهُ آپکی توقیر کرو بعض قراء نے وَتُعَزِّزُوْهُ (بالزاء) عزت سے پڑھا ہے، یعنی آپ کا خوب احترام کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تعظیم و توقیر بہت زیادہ کرنا بالکل ظاہر ہے پھر فرمایا وَتُسَبِّحُوْهُ اُس کی پاکی بیان کرو یہ کا مرجع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے

ابنِ عطاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِس سُورۃ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مختلف نعمتیں جمع کر دی ہیں ۔ منجملہ فتح مبین ہے کہ یہ قبولیت کی خبر دینا ہے

اور مغفرت ہے، یہ محبت کا اظہار ہے۔ اور نعمتوں کو پورا کرنا ہے، یہ خصوصیت کی علامت ہے اور ہدایت ہے کہ یہ آپ کی بزرگی کا نشان ہے۔

مغفرت تو یہ ہے کہ آپ کو تمام عیب و نقص سے منزہ کر دیا۔ اور اتمام نعمت یہ ہے کہ آپ کو درجاتِ کاملہ تک پہنچا دیا۔ اور ہدایت یہ ہے کہ یہ ہدایت مشاہدہ کی طرف ہے۔

حضرت جعفر بن محمد فرماتے ہیں کہ "اتمام نعمت" یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حبیب بنا کر آپ کی زندگی کی قسم کھائی، اور آپ کے ذریعہ دوسری شریعتوں کو منسوخ کیا، اور آپ کو مقامِ ارفع کی طرف عروج مرحمت فرمایا، اور آپ کی معراج میں یہاں تک نگہداشت فرمائی کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی سے آپ کی تعریف فرمائی، اور آپ کو سرخ و سیاہ (عرب و عجم) کی طرف مبعوث کیا۔ آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے غنیمتوں کو حلال فرمایا، اور آپ کو شفیع (سفارش کرنیوالا) و مُشَفَّع (آپ کی شفاعت قبول کرنیوالا) بنایا۔ آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار کیا۔ اور اللہ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ، آپ کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ ملایا، اور آپ کو توحید کا ایک رکن بنایا۔ پھر فرمایا:-

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ۔ (پ ۲۶-۹۶)	بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔

یعنی بیعتِ رضوان کے وقت وہ خاص اللہ ہی سے بیعت کر رہے تھے۔ فرماتا ہے

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ	انکے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یعنی اسی کے ارادہ سے بیعت تھی۔ ایک روایت میں یَدُ اللّٰه سے مراد "اللہ کی طاقت ہے۔ بعض نے "اس کا ثواب" کہا۔ اور بعض نے "اس کا احسان"۔ اور بعض نے "اس کا عہد" کہا۔ یہ سب تاویلات مرادف المعنیٰ (یک جنس) اور ان کے بیعت کی تاکید، اور بیعت لینے والے (حضور) صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

اسی قبیل سے یہ فرماتا ہے :-

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پ۹ - ۱۶۶)

تو تم نے انھیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی ۔

اگرچہ اول باب مجاز سے ہے اور یہ حقیقت ہے، کیونکہ قتل کرنے والا اور پھینکنے والا حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی ہے، وہی آپ کے فعلِ قتل، اور خاک پھینکنے، اور اسکے اوپر قدرت کا خالق (پیدا کرنے والا) ہے، اور یہ اسکی مشیّت ہی ہے، کیونکہ یہ انسان کی قدرت میں ہے ہی نہیں کہ جہاں وہ پہنچانا چاہے پہنچا دے - یہاں تک کہ ایک کافر بھی ایسا نہ رہا کہ اس کی آنکھیں اس خاک سے نہ بھر گئی ہوں - اسی طرح فرشتوں کا انکو قتل کرنا حقیقۃً ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آخری آیت میں جو مجاز ہے وہ لغتِ عرب کی بناء پر ہے جو لفظوں کے مقابلہ اور مناسبت کی بناء پر استعمال کیا گیا ہے، یعنی مَا قَتَلْتُمُوْهُمْ (انکو تم نے قتل نہیں کیا) وَمَا رَمَيْتَهُمْ جب تم نے انکے چہروں پر کنکریاں اور خاک پھینکی تھی، تو تم نے نہ پھینکی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں خوف ڈالدیا، یعنی پھینکنے کا فائدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، پس معنًی وہی قاتل اور رامی ہے، آپ برائے نام تھے ۔

فصل دہم

کتابِ مجید میں حضور کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ رفعت و منزلت جو اسکی بارگاہ میں ہے، اور آپ کے ساتھ مخصوص ہے بیان فرمائی ہے، اسکے علاوہ یہاں ذکر کیجاتی ہے جو نظمِ کتاب میں گزر چکی ہے - منجملہ فضائل و خصائص میں واقعہ معراج ہے

جسکو اللہ تعالیٰ نے سورۂ سبحان (بنی اسرائیل پ۱۵) اور سورۂ والنجم (پ۲۷) میں بیان فرمایا۔

اس واقعہ معراج میں آپ کی عظیم منزلت، قرب ومشاہدہ عجائبات اور اللہ تعالیٰ کا لوگوں کے شر سے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (پ۶-ع۱۴)	اور اللہ نے آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھا۔
اور فرماتا ہے وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا - الآیہ (پ۹-ع۱۸)	اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے۔
اور فرماتا ہے اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ الآیہ (پ۱۰-ع۱۲)	اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو، تو بیشک اللہ نے اُن کی مدد فرمائی۔

اور جو کچھ اس واقعہ میں کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے اور حضور کو ہلاک کرنے کا قصد کیا تھا، اور خفیہ مجلسیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپکی مدد کر کے اُنکو دُور کر دیا۔ اور جب حضور نے بوقت ہجرت کاشانۂ اقدس سے باہر تشریف لانے کا ارادہ فرمایا، تو اللہ تعالیٰ نے اُنکی آنکھوں کی بصارت سلب کر لی اور حضور کی غارِ ثور میں اُن کفار کی تلاش کو ناکام بنا دیا۔ اس سلسلہ میں اور بھی نشانیاں ظاہر ہوئیں، منجملہ آپ پر تسلی کا نازل ہونا، اور سراقہ بن مالک کا وہ واقعہ جسکو محدثین واہلِ سیر واقعہ غار میں بیان کرتے ہیں، اور ہجرت کی تفصیل وغیرہ میں نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (پ۳۰-ع۲۶)	اے محبوب ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں تو تم اپنے رب کیلیے نماز پڑھو، اور قربانی کرو بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے

اللہ تعالیٰ نے اس میں اُس کی خبر دی جو کچھ کہ آپ کو مرحمت فرمایا:۔

اَلْکَوْثَرَ یعنی کوثر ایک حوض ہے، یا وہ نہر ہے جو جنت میں جاری ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ اس سے مراد خیر کثیر ہے یا شفاعت ہے۔ بعض نے کہا کہ کثیر معجزات، یا عطائے نبوت، یا معرفت الٰہی مراد ہے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور کے دشمنوں کو جواب دیکر اُن کی تردید فرمائی، اور کہا اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی آپکا دشمن اور آپ سے عناد و بغض رکھنے والا اَبْتَرُ یعنی حقیر و ذلیل ہے یا منقطع النسل ہے یا وہ ایسا (بدبخت) ہے کہ اسکے لیے کوئی خیر ہے ہی نہیں۔ اور فرماتا ہے :۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ (پ۱۴-۴۶)	|	اور بیشک ہم نے تمکو سات آیتیں دیں جو دوھرائی جاتی ہیں اور عظمت والا قرآن

اسکی تفسیر میں مفسرین کہتے ہیں کہ سبع مثانی سے وہ پہلی سات لمبی سورتیں مراد ہیں، اور قرآنِ عظیم اُمّ القرآن ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ سبع مثانی اُمّ القرآن (سورۃ فاتحہ) ہے، اور قرآنِ عظیم سے اس کی تمام سورتیں مراد ہیں۔ اور یہ بھی ایک روایت ہے کہ سبع مثانی وہ تمام چیزیں ہیں جو قرآن میں امر، نہی، بشارت، انذار، مثالیں، اور نعمتوں کے شمار کا ذکر ہے۔ اور ہم نے آپ کو قرآنِ کریم میں اصول عنایت فرمائے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اُمّ القرآن (سورۂ فاتحہ) کو مثانی اسلیے کہتے ہیں کہ وہ ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ اور بعض نے یہ کہا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مستثنیٰ کرکے دوسرے نبیوں کے سوا آپ کو مرحمت فرمایا ہے، اور قرآن کا نام مثانی اسلیے رکھا کہ اس میں واقعات وقصص دوبارہ (مکرر) آتے ہیں۔

اور بعض اسکی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ سبع مثانی یعنی ہم نے آپ کو سات کرامتوں سے بزرگی عنایت فرمائی، یعنی ہدایت، نبوت، رحمت، شفاعت ولایت، تعظیم، تسکین۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :۔

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ الآیہ (پ ۱۴ - ۱۲۴)	اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اُتاری -
اور فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (پ ۲۲ - ۹۶)	اے محبوب ہم نے تمکو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا -
اور فرماتا ہے قُلْ یٰاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا الآیہ (پ ۹ - ۲۰۶)	تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں -

قاضی (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ہیں سے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَہُمْ ۔ (پ ۱۳ - ۱۳۶)	اور ہمنے ہر رسول اُسکی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ اُنھیں صاف صاف بتلائے

پس ان انبیاءِ کرام کو اُنکے لیے خاص کیا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کی طرف بھیجا، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں بُعِثْتُ اِلَی الْاَحْمَرِ وَالْاَسْوَدِ، یعنی مجھکو سُرخ وسیاہ (عرب وعجم) کی طرف بھیجا گیا -

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ	نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے زیادہ مالک ہے -
وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ (پ ۲۱ - ۱۷۶)	اور اسکی بیبیاں اُنکی مائیں ہیں -

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی آپ اُن کو حکم دیں، وہ اُسی طرح اُن پر جاری ہے جسطرح سردار اپنے غلام کو دیتا ہے -

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کے حکم کا اتباع اپنے نفس کی رائے سے بہتر ہے

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وہ سب بیبیاں حرمت میں مثل ماؤں کے ہیں کہ حضور کے بعد اُن سے نکاح کرنا حرام ہے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص تکریم ہے۔ اور اسلیے بھی (اُن سے نکاح حرام ہے) کہ وہ جنت میں بھی آپ کی بیبیاں ہونگی۔ اور ایک قرأت (شاذہ) میں وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ (یعنی حضور مسلمانوں کے باپ ہیں) وارد ہے، مگر یہ قرأت متروک ہے، کیونکہ یہ قرآن کے نسخوں کے خلاف ہے۔

اور اللہ تعالیٰ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں) فرماتا ہے:-

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا	اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اُتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے (پ-۶ع ۱۴)

فَضْلُ اللّٰهِ کی تفسیر میں کہا گیا کہ آپ کی نبوّت کے ساتھ فضل عظیم مراد ہے بعض نے کہا، جو کچھ ازل میں آپ کے لیے فضیلت مقرر ہو چکی ہے۔

واسطی نے اسطرف اشارہ کیا ہے کہ اس میں اسطرف اشارہ ہے کہ آپ اُس رُویت الٰہی کی برداشت رکھتے ہیں، جسکو حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ برداشت کر سکے تھے۔

باب دوم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامل خُلقِ عظیم اور مجموعۂ فضائلِ دینی و دنیوی تھے

اس باب میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے محاسن کو خِلقت اور عادت کے اعتبار سے مکمل کر کے آپ میں تمام فضائلِ دینیہ و دنیویہ ترتیب وار جمع فرمائے۔

اے وہ شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے، اور حضور کے

فضائلِ جلیلہ کی تفصیل کا خواہاں ہے، خبردار ہو کہ انسان میں جمال و کمال کی عادتوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ضروری دینوی ہے جو انسان کی فطرت اور دُنیاوی حیات کے لیے ضروری ہے۔ اور دوسری مکتسب دینی ہے، وہ وہ ہے کہ اُس کے کرنے سے اُس کی تعریف ہو، اور اللہ تعالےٰ کا قربِ خاص میسّر ہو۔ پھر اسکے بھی دو فن ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ کہ کسی میں دو وصفوں میں سے ایک خالص (محض) ہو۔ اور دوسرا یہ کہ دونوں وصف متمازج و متداخل (ملے جلے) ہو لیکن ضروری محض یہ ہے کہ کسی مرد کو ان میں اختیار و کسب کی مجال نہ ہو، جیسے امور عادی و فطری، یعنی پیدائشی کمالِ حسن، قوتِ عقل، صحتِ فہم، فصاحتِ بیان قوتِ حواس، اعضاء، معتدل حرکات، شرافتِ نسب، عزتِ قومی، وطنی کرامت اور ہر وہ چیز جو زندگی سے ملحق اور اسکے ضروریات کی مقتضی ہیں، جیسے غذا، نیند لباس، مکان، تزویج، مال و جاہ وغیرہ (کہ یہ سب ضروریاتِ محضہ میں شامل ہیں) اور کبھی یہ آخری خصلتیں آخرت کے ساتھ بھی ملحق ہو جاتی ہیں، جبکہ ان سے مقصود تقویٰ اور بدن کی ایسی مدد ہو، جو آخرت کے (پیشِ نظر) طریقہ پر ہو۔ اور وہ ضرورت، حدود و قواعدِ شریعت پر ہوں۔

لیکن اُخروی اعمال یہ ہیں کہ تمام اخلاقِ عالیہ، اور آدابِ شرعیہ دینیہ، علم، بردباری، صبر، شکر، انصاف، زہد، تواضع، عفو، عفت، سخاوت، شجاعت حیاء، مروت، خاموشی، سکون، وقار، مہربانی حسنِ ادب و معاشرت وغیرہ یہی وہ خصائل ہیں جنکے مجموعہ کو حسنِ خُلق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض خصلتیں تو کسی کی فطری عادت و جبلت ہوتی ہیں، اور بعضوں میں نہیں ہوتیں، اُن کو حاصل کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات لازمی ہے کہ اصل پیدائشی شعبہ سے متعلق ہو، جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ ہم بیان کریںگے، اور یہی اخلاق و

خصائل جب اُن سے اللہ تعالیٰ کی رضا، اور آخرت کی فلاح مقصود و مُراد نہ ہو تو دنیاوی بنجاتے ہیں، لیکن باایں ہمہ عقلِ سلیم کے نزدیک بالاتفاق یہ سب کے سب محاسن و خوبیاں ہی ہیں، اگرچہ حُسن و فضیلت کے موجبات و اسباب کے بیان میں اختلاف کرتے ہوں۔

فصل اول

فصل اول

قاضی (عیاض رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جب خصائل کے کمال و جلال اسطرح پر ہیں جیسا کہ ہم نے (اوپر) بیان کیا ہے اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اگر اتفاق سے زمانہ میں کوئی شخص ایک یا دو وصف کا حامل ملگیا، تو اُس کو مشرف و معزز مانا جاتا ہے۔ یہ شرافت یا تو نسب کی وجہ سے یا جمال سے یا قوت یا علم یا بردباری یا شجاعت یا سخاوت سے ہوگی، مگر اس کی قدر اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ اُس کے نام کو تمثیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، اور اس وصف کی وجہ سے دلوں میں اُسکے اثر و عظمت کا سکہ جم جاتا ہے اور یہ بات گزشتہ دیرینہ زمانہ سے چلی آتی ہے۔

پھر اُس ذاتِ اقدس کے بارے میں تمہارا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، جس میں یہ تمام کے تمام محاسن و خصائل علیٰ وجہ الکمال اسطرح پر مجتمع ہوں کہ جس کی کوئی انتہاء نہ ہو، اور نہ وہ حیطۂ بیان میں لائی جاسکتی ہوں، اور نہ کسب و حیلہ کی گنجائش۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کسی کو یہ خاص طور پر مرحمت فرمادے فضیلتِ نبوت، رسالت، خُلت (محبوبیت)، محبت، برگزیدگی، اسریٰ (سیر ملکوت) رُؤیت و قرب و نزدیکی رب تبارک و تعالیٰ، وحی، شفاعت، وسیلہ، بزرگی، بلند درجہ، مقامِ محمود، بُراق، معراج، عرب و عجم (سرخ و سیاہ) کی طرف بعثت انبیاء کے ساتھ نماز پڑھنا، اُمم سابقہ اور انبیاءِ کرام علیہم السلام پر گواہی دینا

اولادِ آدم علیہ السلام کی سرداری، لواء الحمد، خوشخبری دینا، ڈر سنانا، اللہ تعالےٰ صاحبِ عرش کی بارگاہ میں تمکین وطاعت، امانت، ہدایت، رحمۃ للعلمین، مقامِ رضا کا پانا، سوال کا قبول ہونا، کوثر، سماعِ قول، اتمامِ نعمت، عفوِ گزشتہ و آئندہ، وضعِ وزر (بوجھ کا اٹھانا)، ذکر کی بلندی، مدد سے سرفراز کرنا، نزولِ سکینہ ملائکہ سے تائید، کتاب وحکمت، سبع مثانی اور قرآنِ عظیم کو دینا، تزکیۂ امت، اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا، اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی جانب سے درود بھیجنا، لوگوں کو اُس کا حکم دینا جسکو اللہ تعالےٰ نے مشاہدہ کرایا، اُن سے تکلیف اور سخت و شدید عبادت کو دور کرنا، آپ کے نام کی قسم کھانا، آپ کی دعاؤں کا قبول فرمانا، بہروں اور گونگوں کا کلام کرنا، مردوں کا زندہ کرنا، گونگوں کو سنانا، آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ جاری ہونا، کم کو زیادہ کرنا، چاند کو ٹکڑے کرنا، سورج کو واپس لوٹانا، اشیاء کو منقلب و بدلنا، رعب وہیبت سے مدد دینا، غیب پر اطلاع دینا، بادلوں کا سایہ کرنا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، تکلیفوں سے نجات دینا، لوگوں کے شر سے بچانا، یہانتک کہ کوئی عقل اُن کو نہیں گھیر سکتی، اور آپ کو ایسا علم عطا فرمانا کہ اُس کو سوائے اُس علم کے عطا کرنیوالے اور اُس سے فضیلت دینے والے (خدا) کے کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ ہی ہے جس نے آپ کے لیے آخرت میں بڑے بڑے مرتبے اور مقدس درجے، سعادتِ حسنیٰ کے مرتبے میں وہ زیادتی مرحمت فرمائی کہ عقلیں اُن کے نیچے ہی ٹھہر جاتی ہیں، اور اُن کے ادراک سے وہم وخیال تک متحیر ہو جاتے ہیں۔

فصل دوم

اللہ تعالےٰ تمکو عزت دے، اگر تم یہ کہو کہ اس بیان سے مجملاً اتنا تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے بلند، عزت اور مرتبہ میں سب

بڑے ہے، اور خوبیوں میں سب سے زیادہ کامل ہیں، اور کمال خصائل کی تفصیل میں مذہبِ حسن کی طرف گئے ہو، تو مجھے اس بات نے شوق دلایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و فضائل کی تفصیلات پر بھی مطلع ہو جاؤں، تو جان لو! اللہ تعالےٰ میرے اور تمہارے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کرے، اور اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مجھ میں اور تم میں اور دونی ہو۔ جب تم نے ان خوبیوں اور کامل خصلتوں کو اچھی طرح سمجھ لیا، جو کسی انسان کے کسب و اختیار سے باہر ہیں، اور وہ پیدائشی ہیں، تو تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ایسا پایا ہوگا کہ وہ ان تمام خصائل و محاسن کے جامع ہیں، اور مختلف اقسام کی نیکیوں کے احاطہ کرنے والے ہیں، اور یہ کہ تمام ناقلینِ اخبار و احادیث کا اس بارے میں اتفاق ہے، اختلاف نہیں، بلکہ بعض تو ان میں قطعی اور یقینی درجہ تک پہنچ چکے ہیں۔ (اب قدرے تفصیل سے اپ ملاحظہ ہو)

آپ کی صورت اور اُس کا جمال، اور آپ کے اعضاء و قویٰ کے متناسب ہونے میں تو بہت سی احادیث صحیحہ و مشہورہ منقول و مروی ہیں، منجملہ اُن کے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یعنی حضرت علیؓ، حضرت انسؓ ابن مالک، حضرت ابوہریرہ، حضرت براء بن عازب، اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابن ابی ہالہ، حضرت ابن ابی جحیفہ، حضرت جابر ابن سمرہ، حضرت اُم معبد، حضرت ابن عباس، حضرت معرض بن معیقب، حضرت ابی الطفیل، حضرت عداء بن خالد، حضرت خریم ابن ناتک، حضرت حکیم بن حزام وغیرہم رضی اللہ عنہم سے یہ حدیثیں مروی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گورا رنگ، سیاہ و کشادہ آنکھیں سرخ ڈورے والی لمبی پلکیں، روشن چہرہ، باریک ابرو، اونچی بینی (ناک)، چوڑے دانت، گول چہرہ، فراخ پیشانی، گھنی ریش مبارک جو سینہ کو بھرتا ... شکم ...

چوڑا سینہ، بڑے کاندھے ابھری ہوئی ہڈی، موٹے بازو، کلائیاں و پنڈلیاں ہتھیلیاں فراخ، قدم چوڑے، ہاتھ، پاؤں لانبے، بدنِ مبارک جب برہنہ ہو تو خوب چمکتا، سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر، میانہ قد نہ زیادہ طویل نہ زیادہ قصیر، باوجود اسکے جو سب سے زیادہ لمبا شخص ہوتا، اگر آپ کے برابر کھڑا ہوتا تو اُس سے بلند معلوم ہوتے (یہ آپ کا معجزہ تھا) صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے بال نہ بالکل سیدھے نہ بلدار، جب آپ ہنستے تو دندانِ مبارک مثل بجلی کے چمکتے، بارش کے اولے کی طرح سفید و شفاف، جب آپ گفتگو فرماتے، تو ایسا معلوم ہوتا کہ نور کی جھڑیاں آپ کے دندانِ مبارک سے جھڑ رہی ہیں، گردن نہایت خوبصورت نہ آپ کا چہرہ بہت بھرا ہوا تھا نہ بہت لاغر، بلکہ بدن کے متناسب ہلکا گوشت تھا۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے کسی بالوں والے کو کہ اُس کے بال کندھوں تک لٹکتے ہوں، سُرخ لباس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہ دیکھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہ دیکھا، گویا آپ کے رخسارِ مبارک میں سورج تیر رہا ہے۔ جب آپ مسکراتے تھے تو دیواروں پر اُسکی چمک پڑتی تھی۔

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ آپ کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا، آپ نے کہا نہیں! بلکہ چاند و سورج کی طرح چمکتا تھا، اور آپ کا چہرہ گول تھا۔

حضرت اُم معبد رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی رفعت میں کہا کہ آپ دُور سے بہت خوبصورت اور قریب سے نہایت شیریں و دلکش معلوم ہوتے تھے۔

ابنِ ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ کا چہرہ چودھویں رات

کے چاند کی مثل چمکتا تھا۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں یہ آخری الفاظ بیان فرمائے کہ جو شخص اچانک آپ کو دیکھتا، وہ خوفزدہ ہو جاتا اور جو آپ سے ملاقات کرتا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا۔

ہر وہ شخص جو حضور کی تعریف میں رطب اللسان ہے کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے یا اسکے بعد کبھی کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مماثل ہو۔

غرضکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کتب احادیث میں شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہیں ہم اُن سب کو لکھنے سے عاجز ہیں، بلکہ ہم آپ کی تعریف میں چند نکتوں پر اکتفاء کرتے ہیں۔ مجملاً وہ حدیث مقصد میں کفایت کر سکتی ہے، جو ذکر کی ہے، اور ان فصلوں کو ایک حدیثِ جامع پر ختم کر دیا، جس پر تم انشاء اللہ واقف ہو جاؤ گے۔

فصل سوم

نظافت وپاکیزگی

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی نظافت اور بدن اقدس اور اس کے پسینہ کی خوشبو

اور اس کا میل کچیل اور عیوبات جسمانیہ سے پاک وصاف ہونا یہ ہے۔ کہ اس بارے میں بھی اللہ تعالی نے آپ کو وہ خصوصیت عطا فرمائی ہے کہ آپ کے سوا کسی میں پائی ہی نہیں جاتی۔ مزید برآں یہ کہ اللہ تعالی نے آپکو شرعی نظافت وپاکیزگی اور دس فطری خصلتوں سے بھی مزین کیا۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بُنِیَ الدِّیْنُ علی النظافۃ دین کی بنیاد پاکیزگی پر ہے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی خوشبو سے بڑھ کر کسی عنبر، کستوری اور کسی چیز کی خوشبو کو نہ پایا۔

حدیث:۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے رخسار کو چھوا تو وہ کہتے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو پائی کہ گویا ابھی آپ نے عطار کے ڈبہ سے اپنے ہاتھ کو باہر نکالا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی مروی ہے کہ خواہ آپ نے خوشبو لگائی ہوتی یا نہیں لیکن آپ جس سے بھی مصافحہ فرماتے تو وہ شخص سارے دن اس کی خوشبو سے معطر رہتا۔

اگر آپ کسی بچہ کے سر پر (شفقت سے) اپنے دست اقدس کو پھیرتے تو وہ بچہ خوشبو سے پہچانا جاتا (کہ اس پر حضور نے دست شفقت پھیرا ہے)۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر

آرام فرمایا۔ آپ کو پسینہ آگیا۔ حضرت انس کی والدہ ایک شیشی لائیں اور حضور کے پسینہ کو جمع کرنے لگیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ تو عرض کیا میں اس کو اپنی خوشبوؤں میں رکھوں گی کہ یہ سب سے عمدہ اور طیب خوشبو ہے۔

امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جس کوچہ و بازار سے گزر فرماتے پھر کوئی شخص اس طرف سے گزرتا تو وہ خوشبو سے پہچان جاتا کہ صلے اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے ہیں۔

اسحٰق بن راہویہ نے ذکر کیا کہ آپ کی خوشبو بلا خوشبو لگائے ہوتی تھی (یعنی آپ کے جسم کی ذاتی خوشبو ہوتی تھی) صلے اللہ علیہ وسلم۔

حدیث: مزنی اور حربی حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کے پیچھے مجھ کو بٹھالیا۔ اس وقت میں نے آپ کی مہر نبوت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ تو کستوری کی خوشبو مجھے معلوم ہوئی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل و اخبار میں بعض محدثین نے بیان کیا کہ جب حضور رفع حاجت (براز) کا ارادہ فرماتے تو زمین شق ہو کر آپ کا بول و براز نگل جاتی۔ صرف وہاں خوشبو ہی خوشبو معلوم ہوتی۔

محمد بن سعد کاتب واقدی نے اس بارے میں ایک حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ حضور بیت الخلاء (پاخانہ) جاتے ہیں لیکن وہاں پر ہم رفع حاجت کا کوئی نشان نہیں پاتے حضور نے فرمایا اے عائشہ تم کو معلوم نہیں کہ زمین اُن فضلات کو نگل جاتی ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام سے نکلتے ہیں ہم میں سے کوئی ایسی چیز ہرگز نہ دیکھو گی۔

گو یہ حدیث مشہور نہیں لیکن اہل علم کا ایک طبقہ یہ ضرور مانتا ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بول و براز پاک تھا۔ اور یہی بعض شوافع کا قول ہے۔ اس کو امام ابونصر بن صباغ نے اپنی کتاب "شامل" میں نقل فرمایا۔ اور دونوں قولوں کو علماء سے نقل کر کے ابوبکر بن سابق مالکی نے اپنی کتاب "البدیع فروع المالکیہ" اور ان تخریج کو بھی بیان کیا جن مسائل مذہب مالکی پر شوافع کی تفریعات نہیں ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس میں کوئی ایسی چیز سے ہی نہیں جو مکروہ وناپسندیدہ ہو۔

حدیث: حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں یہ حدیث مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ پس میں دیکھنے لگا کہ کوئی ایسی چیز تو نہیں نکلی جو میت میں سے نکلتی ہے۔ میں نے وہاں کچھ نہ پایا تب میں نے کہا (یا رسول اللہ) آپ کی زندگی بھی طیب، وطاہر اور آپ کی ممات بھی پاک وصاف فرماتے ہیں کہ بدن اقدس سے ایسی خوشبو نکلی کہ میں نے اس سے قبل کبھی نہ پائی تھی۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا جب آپ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پیشانی کا بوسہ دیا تھا۔

اسی سلسلہ میں یہ ہے کہ مالک ابن سنان نے غزوۂ احد میں (آپ کے زخم سے) خون پی لیا تھا اور اس کو چوسا تھا۔ اور اس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے پینے جائز قرار رکھتے ہوئے فرمایا اس کو آگ ہرگز نہ پہنچے گی۔

اسی طرح عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پچھنے (حجامت سینگی) کا خون پی لیا تھا اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم

نے ان سے فرمایا دَیْلٌ لَّکَ مِنَ النَّاسِ وَوَیْلٌ لَّھُم مِنْکَ اور اس پر انکار نہ فرمایا۔

اسی طرح ایک عورت کے بارے میں مروی ہے کہ اس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا بول مبارک (پیشاب) پی لیا تھا۔ اس پر آپ نے اس عورت سے فرمایا لَنْ تَشتَکِی وَجَعَ بَطْنِكِ اَبَدًا یعنی کبھی تجھ کو پیٹ کی بیماری نہ ہوگی۔ اور ان میں سے کسی کو بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے منہ دھونے کا حکم نہ فرمایا نہ دوبارہ ایسا کرنے سے منع کیا۔ اور وہ حدیث جسمیں عورت نے حضور کا بول مبارک پی لیا تھا۔ صحیح ہے دار قطنی نے مسلم و بخاری کی طرح صحت میں التزام کیا ہے اور اس عورت کا نام برکتہ ہے اس کے حسب و نسب میں اختلاف ہے۔ ایک روایت میں وہ عورت ام ایمن ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتی تھی۔ وہ کہتی ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا۔ جو چارپائی (سریر) کے نیچے رکھا تھا۔ اور حضور رات کو اسی میں بول کیا کرتے تھے۔ پس ایک رات حضور نے اس میں بول کیا۔ پھر (صبح کو) پیالہ دیکھا تو اس میں کچھ نہ پایا۔ حضور نے برکت سے اس بارے میں دریافت فرمایا۔ تو برکت نے عرض کیا میں رات کو اٹھی تو پیاس لگ رہی تھی میں نے اس کو لاعلمی میں پی لیا۔ اس حدیث کو ابن جریج اور ان کے سوا دوسروں نے بھی روایت کیا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس حال میں پیدا ہوئے کہ آپ مختون (ختنہ شدہ) اور ناف بریدہ تھے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا والدہ ماجدہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کو ایسا پاک و صاف جنا کہ (عموماً پیدائش کے وقت جو آلائش نکلتی ہے) کسی قسم کی ناپاکی نہ تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ فرماتی ہیں کہ

میں نے کبھی حضور کا ستر نہ دیکھا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے وصیت نہ فرمائی تھی کہ میرے سوا اور کوئی غسل نہ دے۔ کیونکہ جو بھی میرے ستر پر نظر ڈالے گا وہ اندھا ہو جائے گا۔

عکرمہ کی وہ حدیث جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ نیند کی آواز معلوم ہونے لگی پس حضور بیدار ہوئے اور آپ نے نماز شروع کر دی اور وضو نہیں کیا اس پر' حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم محفوظ تھے (یعنی حضور کی نیند غفلت کی نہ تھی جو ناقص وضو ہوتی)

فصل چہارم

فہم و ذکا، عقل و خرد

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عقل کامل اور اسکی ذکاوت اور آپ کے حواس مبارکہ کی قوت اور زبان کی فصاحت' اور افعال و حرکات میں میانہ روی و مناسبت' اور حسن و جمال میں ملاحت یہ ہے کہ یقیناً آپ تمام لوگوں سے زیادہ عقلمند' ان میں سب سے زیادہ ذکی تھے' جو شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تدابیر پر غور کریگا۔ خواہ وہ تدابیر آپ کے باطنی یا ظاہری اخلاق کریمہ سے متعلق ہوں یا عام و خاص سیاست سے وابستہ ہوں وہ سب کے سب آپ کے حالات عجیبہ اور خصائل حمیدہ کے علاوہ آپ کے ان علم و فضل پر جو اللہ کی جانب سے آپ پر علم کا افاضہ ہوا ہے جس کو شریعت مطہرہ نے ثابت کیا ہے اور جن کو نہ کبھی آپ نے کسی سے سیکھا اور نہ کبھی پہلے سے اس کی مشق کی اور نہ ایسی کتابوں کا مطالعہ کیا آپ کے

مرتبہ و فضیلت پر دلالت کرنیوالی پائے گا۔ اور آپ کے کمالِ عقل و بصیرت کا بالضرور قائل ہو کر رہے گا۔ اور یہ بات بالکل بدیہی ہی ہے اس کے لئے کسی ثبوت و دلیل یا بیان و تقریر کی قطعاً حاجت نہیں۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ میں نے اکہتر پچھلی کتابوں میں پڑھا ہے ان سب میں یہی پایا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ عقل میں اعلیٰ اور رائے میں افضل ہوں گے۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں نے ان سب میں یہی پایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا پیدا کی ہے اس وقت سے دنیا کے خاتمہ تک جس قدر عقل تمام لوگوں کو ملی ہے وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عقل کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تمام دنیا کے ریت کے ذرات کے مقابلہ میں ریت کا ایک ذرہ ہوتا ہے۔

مجاہد نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنے پیچھے مقتدیوں کی حالت بھی اسی طرح ملاحظہ فرماتے جس طرح کوئی سامنے ہو۔ اور یہی تفسیر وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ الآیہ (پ ۱۹ ع) کے فرمان میں انھوں نے کی ہے۔

مؤطا (امام مالک رحمہ اللہ) میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ بیشک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

اسی طرح صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ یہ وہ زیادتی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے آپ کے (صحت نبوت کے) حجت کے لیے زیادہ فرمائی۔

بعض روایات میں یہ ہے کہ اِنِّی لَاَنْظُرُ مِنْ وَّرَائِی کَمَا اَنْظُرُ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ (بلا شبہ یقیناً میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں۔ جیسے کوئی

میرے سامنے ہو۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ اِنِّیْ لَا بْصُرُ مِنْ قَفَایَ کَمَا اَبْصُرُ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ (میں اپنی گردن کے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہوں۔ جیسے کوئی میرے سامنے ہو)تقی بن مخلد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اندھیرے میں اس طرح دیکھتے جس طرح روشنی میں۔ اور بہت سی روایتوں میں یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرشتوں کو اور شیاطین کو دیکھا ہے۔ اور نجاشی (بادشاہ حبش) کا جنازہ آپ کے پیشِ نظر کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور بیت المقدس اس وقت پیش نظر کیا گیا جب قریش نے آپ سے اس کی توصیف بیان کرنے کی خواہش کی۔ اور جب آپ نے اپنی مسجد شریف کی تعمیر فرمائی تو کعبہ سامنے لایا گیا۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ثریا میں گیارہ ستارے دیکھ لیا کرتے تھے۔ یہ تمام روایتیں چشم مبارک سے ملاحظہ فرمانے پر محمول ہیں۔ یہی قول حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور دوسروں کا ہے لیکن بعض نے ان کو علم کی طرف پھیرا ہے حالانکہ ظاہر عبارات اس کے مخالف ہے۔ اور اس میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کی خصوصی فضائل ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی تو آپ چیونٹی کو اندھیری رات میں سات فرسخ سے صاف دیکھ لیتے تھے۔ یہ کچھ دشوار نہیں ہے کہ یہ ہمارے نبی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج کے بعد ان باتوں اور فائدوں کے

ساتھ خاص کر دیا ہو جو اس باب میں ہم نے ذکر کی ہے۔ کیونکہ آپ نے رب کی نشانیوں کو دیکھا۔

یہ تو حدیثوں میں مذکور ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم رکانہ (پہلوان) جو اپنے وقت کا مانا ہوا قوی پہلوان تھا۔ زیر کیا۔ اور آپ نے اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اور یہ کہ رکانہ کے باپ (ابو رکانہ) کو آپ نے زمانہ جاہلیت میں زیر کیا حالانکہ وہ بہت قوی اور بہادر تھا لیکن تین مرتبہ آپ نے اس کو پچھاڑا۔

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ چلنے میں تیز کسی کو نہ دیکھا۔ آپ پر گویا آپ کے نیچے زمین لپٹتی جاتی تھی۔ ہم چلنے میں دشواری محسوس کرتے تھے مگر حضور اپنی سبک ونرم رفتار میں چلتے جاتے تھے۔

اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفت ہے کہ آپ کی ہنسی (صرف) تبسم ہوتی تھی اور جب آپ کسی کی طرف نظر التفات (توجہ) فرماتے تو پوری طرح توجہ فرماتے اور جب آپ چلتے تو اچھی رفتار چلتے۔ گویا کہ اوپر سے نیچے ڈھلوان پر چل رہے ہیں۔

فصل پنجم

آپ کی زبان کی فصاحت اور کلام کی بلاغت کا یہ حال تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اس صفت میں سب سے افضل مقام پر ہیں۔ اور ایسا ہر موقع ہوتا کہ کوئی غافل آپکی طبعی سلاست پر محمول کئے بغیر نہ رہتا۔ آپ کا کلام نکتہ رس لطیف اور مختصر مگر جامع ضباعت سے بھرپور زوائد سے مبرا اور معانی میں صحیح ہوتا۔ بلا تکلف جوامع الکلم آپ کو مرحمت ہوئے، جو

حکمت کے عجائبات سے پر ہوتے اور آپ کو محاورات عرب پر پورا عبور حاصل تھا۔ عرب کے ہر قبیلہ سے اس کی زبان، اس کے محاورات، ان کی بولی، میں ان پر معاوضہ فرماتے یہاں تک کہ لبا۔ اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی دشواری ہوتی۔ اور آپ، سے اس کی شرح دریافت کرتے۔ جو شخص بھی آپ کے ارشادات (احادیث کریمہ) پر غور و فکر کرے گا وہ اس کو جان لیگا اور اس کو متحقق ہو جائے گا۔ کہ آپ جس طرح قریش و انصار سے کلام فرماتے تھے ویسا اہل حجاز و نجد سے نہ فرماتے تھے جیسا کہ آپ نے ذی الشعار ہمدانی، طہفتہ النہدی، قطن بن حارثہ علیمی، اشعث بن قیس، وائل بن حجر کندی وغیرہ جو حضر موت کے سردار اور یمن کے بادشاہ تھے کلام فرمایا۔ آپ کے اس خط پر غور کرو جو ہمدان کی طرف لکھ کر بھیجا تھا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ "تمہارے لیے چوٹیاں، پست زمین، اور سخت زمین ہے، اس کی لاوارث زمین میں تم اپنے جانور چراؤ۔ ہمارے لئے ان کے جانوروں اور کھجوروں میں اتنا ہے جو وہ معاہدہ اور امانت سے دیں اور ان کے لیے زکوۃ میں وہ معاف ہے جو بوڑھے اونٹ اور اونٹ کے بچے اور بوڑھی گائے جو گند چرنے کے لیے نہ جائیں اور سرخ رنگ کے مینڈھے ہیں اور ان سے اس کی زکوۃ لیجائیگی جو گائے اور اونٹ چھ سالہ ہو اور وہ گھوڑے جو پانچ سالہ ہو۔

اسی طرح آپ کے اس فرمان پر غور کریں جو نہد سے فرمایا۔ اے اللہ ان کے خالص دودھ اور لسی اور مکھن میں برکت دے۔ ان کے بادشاہ کو بہت سا مال دے، اور ان کے تھوڑے پانی کو بہت سا کر دے۔ اے اللہ ان کے مال و اولاد میں برکت دے وہ مسلمان ہے جو نماز کو قائم کرے

اور وہ نیکوکار ہے جو زکوٰۃ ادا کرے اور وہ مخلص ہے جو گواہی دے کہ خدا کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔ اسے اولاد نہد! حالت شرک کی امانتیں اور بادشاہوں کے وظیفے (تمہارے ہیں) زکوٰۃ کو نہ روکو، زندگی میں حق سے تجاوز نہ کرو، اور نماز دل میں سستی نہ کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاب زکوٰۃ میں لکھا کہ تمہارے ریوڑ میں بوڑھے اونٹ اور گائے اور وہ جانور جو ابھی بچے ہیں۔ اور وہ گھوڑا سواری کا لگام والا جو الحق ہے ان کو تمہاری چراگاہ سے نہ روکا جائے گا۔ بڑے درخت نہ کاٹے جائینگے دودھ والے جانور کو نہ روکا جائے گا اور جب تک تم دل میں نفاق نہ پیدا کرو اور بدعہدی کا اظہار نہ کرو گے۔ اس وقت بقیہ کھاؤ۔ جو اقرار کرے اس پر عہد کی وفا اور ذمہ لازم ہے۔ اور جو انکار کرے اس پر زیادتی (یعنی جزیہ) ہے۔

اور آپ کے اس خط پر بھی غور کرو۔ جو وائل بن حجر، سرداران یمن اور ان کے خوبصورت نوجوانوں کو لکھا اس میں تھا کہ چالیس بکری میں سے ایک ایسی بکری جو نہ دبلی ہو نہ موٹی بلکہ درمیانی دیا کرو۔ اگر دفینہ برآمد ہو تو اس میں پانچواں حصہ دو، جو بن بیاہا شخص زنا کرے اس پر سو درے لگاؤ، اور ایک سال کے لیے شہر بدر کر دو (شہر بدر کا حکم مذہب حنفی میں منسوخ ہے مترجم) اور جو شادی شدہ زنا کرے اسے رجم کر دو (پتھروں سے مار ڈالو) دین میں سستی نہ کرو۔ اور خدا کے فرائض میں لاپرواہی نہ برتو۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

وائل حجر سرداران یمن کے امیر تھے غور کرو۔ یہ خطوط اس خط سے کہاں ملتے ہیں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دیا تھا اور وہ فرائض میں مشہور ہے چونکہ ان لوگوں کی بول چال ہی ایسی تھی اور ان کی بلاغت ہی یہ تھی۔

اور ان کے محاورات ہی یہ تھے۔ اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ان ہی کا طرز خطاب روا کیا۔ تاکہ لوگوں پر وہ باتیں ظاہر کریں جو آپ پر اللہ نے نازل فرمائی ہیں۔ اور یہ کہ لوگوں کو آپ اسی طرح تعلیم دیں جس طرح ان کی بول چال ہے۔ جیسا کہ عطیہ سعدی کی حدیث ہے کہ فَاِنَّ الْیَدُ الْعُلْیَا ھِیَ الْمُنْطِیَۃ وَ الْیَدُ السُّفْلیٰ ھِیَ الْمُنْطَاۃ ۔ (اوپر کا ہاتھ دینے والا اور نیچے کا ہاتھ لینے والا ہے) عطیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری لغت میں کلام فرمایا۔ اسی طرح حدیث عامری میں ہے۔ جب انہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اپنے سے سوال کر یعنی پوچھا ہے سوال کر۔ یہ بنی عامر کی بول چال ہے۔

لیکن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عام ارشادات وہ فصاحت کے شاہکار جوامع الکلم اور حکمتوں سے بھرپور ہیں۔ اور وہ زبان استعمال فرمائی ہے جس میں شاعروں کے بالعموم دیوان ہیں اور وہ عام کتب میں جاری وساری ہیں، ان میں سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات تو ایسے ہیں کہ ان کا فصاحت وبلاغت میں کوئی موازنہ ہی نہیں کر سکتا۔ جیسے اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَوُ دِمَاءُھُمْ وَیَسْعیٰ بِذِمَّتِھِمْ اَدْنَاھُمْ وَھُمْ یَدٌ عَلیٰ مَنْ سِوَاھُمْ (تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں ان میں سے ادنیٰ شخص کے ذمہ لینے سے سب پر وفا ہو جاتی ہے وہ سب ایک ہاتھ ہیں ان پر جو ان کا مخالف ہے، یعنی وہ سب متحد و متفق ہیں اور یہ اتفاق ان کی زبردست طاقت ہے۔ مترجم) ۔ اور حضور ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلنَّاسُ کَاَسْنَانِ الْمُشْطِ وَالْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ، وَلَا خَیْرَ فِیْ صُحْبَۃِ مَنْ لَا یَرٰی لَکَ مَا تَرٰی لَہٗ وَالنَّاسُ مَعَادِنُ وَمَا ھَلَکَ اِمْرُءٌ عَرَفَ قَدْرَہٗ وَالْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ، وَھُوَ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَکَلَّمْ رَحِمَ اللہُ عَبْدًا قَالَ خَیْرًا فَغَنِمَ اَوْ سَکَتَ فَسَلِمَ ۔ یعنی لوگ

کنگھی کے دانتوں کی طرح ہیں۔ اور آدمی اسی کے زمرہ میں ہے۔ جس سے وہ محبت رکھتا ہے، اس شخص کی صحبت میں بھلائی نہیں جو تیرے لیے وہ پسند نہ کرے۔ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور لوگ کانیں ہیں۔ (معدن) اور وہ آدمی ہلاک نہیں ہوتا جو اپنی قدر پہچانتا ہے جس سے مشورہ طلب کیا جاتا۔ وہ امانتدار ہوتا ہے، وہ جب تک کلام نہ کرے مختار ہے اللہ تعالےٰ اس پر رحم کرے جو اچھی بات کہے تو وہ غنیمت ہے یا خاموش رہا تو سلامتی ہے۔ اور حضور فرماتے ہیں۔ اَسْلِمْ وَ تَسْلَمْ د اسلام لا سلامتی میں رہے گا وَ اَسْلِمْ یُؤْتِكَ اللّٰہ اجرک مَرَّتَین۔ اور اسلام لا کہ اللہ تعالےٰ تجھ کو دگنا ثواب رحمت فرمائے گا۔ وَاِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبَكُمْ مِنِّی مَجَالِسَ یَومَ القیامۃ احاسنکم اخلاقاً۔ اور بیشک تم میں وہ شخص مجھے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن وہ میرے زیادہ قریب ہوگا۔ جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اَلْمُوَطَّئُوْنَ اَکْنَافاً اَلَّذِیْنَ یَاْلَفُوْنَ وَیُؤْلَفُوْنَ متواضع اور خاکسار وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور لوگ ان سے محبت کرتے ہیں۔

اور حضور کا ارشاد ہے۔ لعلہ کان یتکلم بما لا یعنیہ۔ شاید کہ وہ لایعنی اور لغو باتیں کرتا رہا اور بے فائدہ کنجوسی کرتا رہا ہو۔

اور حضور ارشاد فرماتے ہیں ذو وجہین (دو رخی) باتیں کرنیوالا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا نہیں ہے اور حضور نے قیل وقال (کج بحثی) اور کثرت سوال، اضاعت مال اور (جائز و ناجائز) جمع مال اور والدین کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جہاں کہیں ہو، اللہ تعالیٰ سے

اورتارہ، برائی کے بدلے نیکی کر کیونکہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے، لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آ، بہترین کام درمیانی ہے۔ اپنے دوست کو کم رازدار بنا ممکن ہے کہ وہ کسی وقت تیرا دشمن بن جائے۔ ارشاد ہے سب سے بڑی اندھیری قیامت کی تاریکی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض دعائیں اس طرح کی ہیں۔ اے اللہ میں تجھے اس رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ جو تیرے نزدیک میرے دل کی ہدایت کرنے والی ہو۔ اور میرے کام مجھ پر آسان کر دے میری پراگندگی کو دور کر دے میرے دل کی اصلاح فرما دے۔ اور میرے ظاہر کو اس سے بلند کر دے، اور میرے عمل سنوار دے۔ میری درستگی کو بتلا دے، اور اس سے میری محبت وابستہ کر دے، اور مجھ کو ہر برائی سے محفوظ رکھ۔ اے اللہ! فیصلہ کرتے وقت صحت و درستگی، شہیدوں کا مرتبہ، نیکوں کی زندگی، اور دشمنوں پر فتح یابی کی دعا مانگتا ہوں،

محدثین کی ایک جماعت نے محدثین کے کثیر افراد سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب و مقامات، آپ کی مجالس، آپ کے خطبے آپ کی دعائیں، آپ کے جوابات، آپ کے عہد و پیمان اس کثرت سے بیان کئے ہیں۔ کہ ان میں کسی کو اختلاف نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اس مرتبہ کے فصیح و بلیغ ہیں کہ کسی کے کلام کو ان پر قیاس ہی نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان پر اس قدر لائق ہیں کہ کوئی اس کے ہم مثل لانے پر قادر ہی نہیں۔

بلاشبہ محدثین نے جو کلمات جمع کئے ان پر کوئی قدرت رکھتا ہی نہیں کہ ان کو دل میں سمو کر اپنے الفاظ میں ہم معنی و مطلب ڈھال کر بیان

بیان کر سکے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ حمی الوطیس (تنور گرم ہوا) یعنی لڑائی بھڑکی، ومات حتف انفه وہ اپنی موت مرا یعنی بغیر مار پیٹ اور قتل وغیرہ کے مرا اور فرمایا۔ وَلَا يُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَيْنِ مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا۔ وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَيْرِهِ۔ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے، اس قسم کے اور دوسرے ارشادات ہیں جو دیکھنے والے کو اس کے مضامین محو حیرت بنا دیتے ہیں۔ اور وہ الفاظ کے مختصر ہونے کی فکر میں پڑ جاتے ہیں۔

بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا تھا کہ ہم نے کسی کو بڑھ کر فصیح نہ دیکھا۔ اس پر حضور نے فرمایا مجھے کون روک سکتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم صاف عربی میں میری زبان پر نازل ہوا۔ ایک اور مرتبہ فرمایا میں عرب میں سب سے زیادہ فصیح ہوں مگر یہ کہ میں قریشی ہوں اور بنی سعد میں پرورش ہوئی۔ اسی سبب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدوی فصاحت، شیریں کلامی، دیرینہ خالص عربی بولی اور اس کی مضبوطی جمع کر دی گئی۔ پھر آپ کے کلام میں جلا (رونق) تائید الہٰی سے بھی ہوئی جو اس وحی کی مدد کے ذریعہ جس کے علم تک انسان کے علم کی رسائی اور اس کا احاطہ ممکن نہیں۔

ام معبد نے آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت کی تعریف میں کہا کہ آپ شیریں کلام تھے نہ زیادہ بولتے (کہ سننے والے کو گراں گزرے) اور نہ کم بولتے (کہ سننے والا مفہوم ہی نہ سمجھے) آپ کا کلام ایک موتیوں کی لڑی ہوتی۔ کہ موتیاں پرو دی گئی ہیں۔ آپ بلند آواز اور خوش گلو تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔

فصل ششم

حضور کی نسبی شرافت آپکے شہر کی مکرمت اور آپ کی نشوونما

اس کے ثبوت کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں، اور نہ ان کا بیان مشکل ہے یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ آپ قبیلہ بنی ہاشم کے منتخب اور خالص نسل قریش میں سے ہیں۔ سارے عرب میں آپ اشرف اور والدین کے لحاظ سے آپ سب میں معزز ہیں اور آپ اس شہر مکہ کے رہنے والے ہیں جو اللہ تعالےٰ اور اس کے بندوں کے نزدیک تمام شہروں میں سب سے زیادہ مکرم ہے۔

حدیث:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً بالاسناد مروی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک میں اولاد آدم کے بہتر سے بہتر زمانوں میں بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ میں اس قرن میں ہوا جس میں کہ ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرماکر مجھے ان کے بہتر زمانوں میں سب سے بہتر زمانہ میں پیدا فرمایا، پھر قبیلوں کو پسند کیا تو مجھے سب سے بہتر قبیلہ میں کیا پھر گھروں کو پسند کیا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں بنایا۔ اس لیے میں ان کے بہترین افراد اور بہترین گھروں میں سے ہوں۔

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو برگزیدہ کیا پھر حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے قبیلہ بنی کنانہ کو منتخب کیا، پھر قبیلہ بنی کنانہ میں سے قریش کو فضیلت دی پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو شرف

کیا۔ اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو پسند کیا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا۔

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بنی آدم کو پسند کیا پھر بنی آدم میں سے اہل عرب کو پھر عرب میں سے قریش کو پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو پھر ہاشم میں مجھ کو پسند فرمایا اس لیے میں بہتروں میں سب سے بہتر ہمیشہ رہا ہوں۔ پس جو عرب سے محبت رکھتا ہے وہ مجھے محبت کی بنا پر محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھے بغض رکھنے کی وجہ سے بغض رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل اللہ کی بارگاہ میں نور تھی۔ وہ نور اقدس اللہ تعالےٰ کی تسبیح میں مشغول تھی۔ اور فرشتے آپ کی تسبیح کیساتھ تسبیح کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو وہ نور اقدس آپ کی صلب میں رکھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف صلب آدم میں اتارا۔ پھر مجھ کو صلب حضرت نوح علیہ السلام میں منتقل کیا۔ پھر صلب ابراہیم میں مجھ کو (نار نمرود میں) ڈالا، اسی طرح ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معزز و کرم پشتوں (اصلاب) اور طیب و پاکیزہ رحموں (رحم مادر) میں منتقل فرماتا رہا۔ حتیٰ کہ مجھ کو ان والدین سے پیدا فرمایا جو کبھی زنا کے قریب تک نہ گئے تھے۔ اس حدیث کی صحت پر حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا وہ شعر گواہ ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح وثنا میں مشہور ہے۔

فصل ہفتم

ضروریات زندگی کے اقسام

ہم پہلے بیان کرچکے ہیں۔ کہ زندگی کی ضروریات جن جن کی خواستگار ہوتی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل کمی کی فضیلت دوم کثرت کی فضیلت، سوم مختلف حالتیں لیکن کمی کی مدح وکمال شرعاً اور عادۃً ہر طرح بالاتفاق محمود ہے جیسے غذا اور نیند (کہ کم غذا کھانا اور کم سونا تعریف کے لائق ہے) اہل عرب اور تمام حکماء ان میں کمی کی ہمیشہ تعریف کرتے رہے ہیں۔ اور ان میں زیادتی وکثرت کی برائی بیان کرتے رہے ہیں، کیونکہ زیادہ کھانا پینا، نیند اور حرص وشہوت پر دلالت کرتا ہے۔ اور شہوت کا غلبہ دنیاد آخرت میں نقصان دہ ہے اور جسم کی بیماریاں، سانس کی تنگی اور امتلاء دماغ کا موجب ہوتا ہے اور کم کھانا پینا۔ قناعت، نفس پر بھروسہ، قاطع شہوت، موجب صحت صفائے قلب اور ذہن کی تیزی پر دلالت کرتا ہے۔ جس طرح نیند کی زیادتی سستی، کمزوری، کند ذہنی، ضعف اعصاب، کسلمندی، عاجزی کی عادت، بیفائدہ عمر کی اضاعت، قساوت قلب اور اسکی غفلت وموت پر شاہد ہے اور یہ بالکل بدیہی بات ہے اور ہمارے مشاہدے میں ہے اور گزشتہ امتوں اور حکیموں اور شعرائے عرب کے کلاموں میں اور اخبار واحادیث صحیحہ آثار سلف وخلف میں، بتواتر منقول ہے جس پر کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ ہم نے اس کو یہاں اختصاراً اور شہرت کی بنا پر اس پر اکتفا کیا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان دونوں (غذا ونیند کی) قسموں میں بہت ہی کم حصہ لیا ہے۔ یہ آپ کی وہ عادت کریمہ ہے جس پر کسی کو مجال انکار نہیں۔ اور یہ

وہی عادت ہے جس کا حکم حضور نے دیا ہے۔ اور اس کی ترغیب دلائی ہے۔ خصوصاً ان دونوں میں باہمی ربط ہے۔

حدیث:۔ مقدام بن معدیکرب سے مرفوعاً بالاسناد مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولاد آدم نے پیٹ سے بڑھ کر برا کوئی برتن نہیں پر کیا حالانکہ اولاد آدم کے لئے چند لقمے کافی تھے جو اس کی زندگی باقی رکھ سکتے تھے۔ اور اگر وہ کھانے پر اتنا ہی مجبور ہے تو (بھوک کے تین حصے کرے) ایک ثلث غذا اور ایک ثلث پانی اور ایک ثلث سانس کے لیے رکھے۔ اور نیند کی زیادتی دراصل کھانے پینے کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

سفیان ثوری کہتے ہیں کہ تھوڑا کھانا رات کی بیداری کا مالک بنا دیتا ہے سلف کے بعض علماء فرماتے ہیں کہ زیادہ نہ کھاؤ اور نہ زیادہ پانی پیو اور نہ زیادہ سوؤ ورنہ تم زیادہ نقصان اور خسارہ اٹھاؤ گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ سب سے زیادہ محبوب کھانا آپ کے نزدیک وہ ہے جو مل کر کھایا جائے یعنی اس کھانے پر زیادہ ہاتھ پڑیں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانا شکم سیر ہو کر نہ ملاحظہ فرمایا اگر آپ کا شانۂ اقدس میں جلوہ فرما ہوتے تو کبھی ان سے کھانا طلب نہ فرماتے اور نہ خواہش ہی ظاہر فرماتے۔ اگر وہ لوگ کھانا پیش کر دیتے تو ملاحظہ کر لیتے اور جو کچھ بھی وہ کھانا لاتے قبول فرما لیتے اور جو وہ پلاتے پی لیتے اس پر حدیث ہریرہ رضی اللہ عنہ سے معارضہ نہیں کیا جا سکتا کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ کیا میں ہنڈیا میں گوشت نہیں دیکھتا۔ دراصل آپ کے اس سوال کا مقصد ان کے اس گمان کو دور کرنا تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ (صدقے کا) گوشت صدقہ ہے یعنی حضور کے لیئے حلال نہیں ہے۔ یہ سنت کی تعلیم کے لئے سوال

تھا۔ جب ان کو دیکھا کہ وہ آپ کے سامنے نہیں پیش کرتے باوجودیکہ حضور خوب جانتے تھے کہ وہ لوگ اپنے آپ کو حضور پر کسی طرح ترجیح نہیں دیتے تھے تو ان کے گمان کی تصدیق فرماتے ہوئے انکو مسئلہ کی ناواقفیت پر آگاہ فرمایا اور یہ فرما دیا کہ یہ ہدیہ کے لیے تو یہ صدقہ ہے لیکن ان کی طرف سے ہمارے لیے یہ ہدیہ ہے۔

حضرت لقمان کی حکمت میں ہے کہ اے میرے بیٹے جب تو معدے کو بھرے گا تو تیری فکر سو جائے گی اور تیری حکمت گونگی ہو جائے گی۔ اور تیرے اعضا کی بندگی سے بیٹھ جائیں گے۔

سحنون نے کہا کہ اس شخص کو علم فائدہ نہیں پہنچاتا جو اتنا کھائے کہ پیٹ بھر جائے

صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار! میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ ٹیک لگانا یہ ہے کہ کھاتے وقت سہارا لے اور بیٹھنے میں کمل ٹیک لگانا یہ ہے کہ چوکڑی مار کر بیٹھے۔ اور اسی کے مشابہ وہ نشست ہے جو بیٹھنے والا کسی پر تکیہ لگائے ان صورتوں میں کھانے والا بہت کھاتا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ کھانا اس طرح ملاحظہ فرماتے کہ آپ پاؤں کے بل بیٹھ کر دونوں گھٹنے کھڑے رکھتے اور فرماتے ہیں کہ میں بندہ ہوں اس طرح کھاتا ہوں جس طرح غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جس طرح غلام بیٹھتا ہے۔ اور محققین کے نزدیک ٹیک لگانے کے یہ معنی نہیں کہ کسی پہلو پر جھک جائے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت کم ہوتے تھے اس پر بکثرت آثار صحیحہ شاہد ہیں پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِی۔ بیشک میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ اور حضور کی نیند داہنے پہلو پر ہوتی تھی۔ اس سے کم ہونے پر مدد لیتے تھے۔ کیونکہ بائیں طرف دل ہے اور وہ باطنی اعضاء ہیں جو بائیں طرف لیٹنے سے نیند میں خوشگوار اثر پڑتا

ہے۔ پس بائیں طرف لیٹنا نیند میں ثقل و درازی پیدا کرتا ہے جب سونے والا دائیں طرف سوتا ہے تو اس کا دل معلق اور بے چین رہتا ہے تو جلدی وہ بیدار ہو جاتا ہے اور گہری نیند اس کو مستغرق نہیں کرتی۔

فصل ہشتم (ضروریات زندگی کی) دوسری قسم جس کی زیادتی و کثرت بہ بالاتفاق تعریف کیجاتی ہے اور اس کی کثرت پر فخر کیا جاتا ہے جیسے نکاح اور بلند مرتبہ۔ لیکن نکاح یہ تو شرعاً بالاتفاق محمود ہے کہ یہ کمال و صحت مردانگی کی دلیل ہے اس کی کثرت عادتاً ہمیشہ فخر کیا جاتا ہے جس پر مدح کنا پرانی خصلت ہے لیکن شریعت مطہرہ میں تو یہ سنت ماثورہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس امت میں وہ شخص افضل ہے جس کی زیادہ بیبیاں ہیں اس سے ان کا اشارہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نکاح کیا کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں تم سے اور امتوں پر فخر کروں گا آپ نے تبتّل یعنی نکاح کر کے معلق چھوڑ دینے کو منع فرمایا۔ باوجودیکہ اس میں قطع شہوت اور غضِ بصر ہے حالانکہ ان دونوں پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں تنبیہ فرمائی ہے کہ جب استطاعت ہو تو چاہیئے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو پست کر دیتا ہے اور نظر و نگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ حتیٰ کہ علماء کرام نے نکاح کرنے کو زہد کے خلاف نہیں دیکھا۔

سہل بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو بیویاں محبوب تھیں تو پھر اس میں زہد کیا ہو سکتا ہے (یعنی یہ زہد کے خلاف نہیں)، اس طرح ابن عُیَینہ نے کہا کہ بلاشبہ صحابہ کرام میں جو زاہد ہیں جو بیویاں اور لونڈیاں رکھتے تھے یعنی وہ کثیر التزوج تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت ابن

عمر رضی اللہ عنہم کثیر الازدواج معروف ہیں۔

اکثر علماء نے اس کو مکروہ جانا ہے کہ انسان خدا کے دربار میں اس حال میں پہنچے کہ وہ ناکتخدا (غیر شادی شدہ) ہو اگر یہ سوال کیا جائے کہ نکاح اور کثرت ازدواج کیونکر فضیلت کا موجب بن سکتی ہے حالانکہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی اللہ نے ان کے غیر شادی شدہ (حصور) ہونے کے باوجود تعریف کی ہے پس وہ کیونکر ثنائے باری تعالےٰ کے مستحق ہو سکتے تھے جبکہ وہ اس فضیلت سے عاجز تھے۔ اور یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے کہ وہ عورتوں سے الگ رہے اگر یہ امر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ بیان کرتے ہو تو ضرور وہ نکاح کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حصور (غیر شادی شدہ) کی تعریف کی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نامرد تھے یا ان کے ستر مرد (مردانہ شرمگاہ) تھا ہی نہیں۔ بلکہ اس پر بڑے بڑے مفسرین اور علماء ناقدین کا انکار منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ تو نقص و عیب ہے جو انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں۔ بلکہ حصور کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ گناہوں سے معصوم تھے اور وہ گناہ نہ کرتے تھے بعض وہ گناہ (زنا) سے رکے ہوئے تھے بعض نے کہا کہ وہ نفسانی خواہشات سے مجتنب تھے، اور بعض نے کہا کہ ان کا عورتوں کی طرف میلان تھا ہی نہیں اب تم کو یہ بات معلوم ہو گئی ہو گی کہ نکاح پر قدرت نہ ہونا عیب و نقص ہے اور فضیلت یہ ہے کہ نکاح پر قدرت ہو پھر (نفسانی شہوات کا) قلع قمع کرے یا تو مجاہدہ کے ساتھ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا یا خدا کی طرف سے کفایت ہو۔ جیسا حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حال تھا۔ یہ ایک زائد فضیلت ہے کیونکہ بیبا اوقات شہوت مشغول کر دیتی ہے اور اس کو دنیا میں ڈال دیتی ہے۔ پھر وہ شخص جس کو یہ قدرت بھی دی گئی ہو۔ اور اس کا مالک بھی بنایا گیا ہو اور اس میں امور ضروریہ کو قائم کرے پھر وہ

اپنے رب سے غافل نہ رہے اس کا بڑا درجہ ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہی حال دہر تہہ تھا۔ کہ آپ کو بیویوں کی کثرت اپنے رب کی عبادت سے نہ روکتی تھی۔ بلکہ اس لئے آپ کی زیادتی ہیں اور زیادتی کی۔ کیونکہ آپ نے ان بیبیوں کو پاکدامن عفیفہ بنادیا۔ بلکہ آپ نے بیویوں کے حقوق قائم فرماتے ان کے مدائش کی جستجو کرتے تھے اور آپ نے ان کو یہ صراحت کے ساتھ بتا دیا تھا کہ اگرچہ بیویوں کی کثرت اہل دنیا کے لئے خط میں سے ہے مگر میرے لیئے یہ دنیا کا خط نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِن دُنیَاکُم تمہاری دنیا میں سے مجھے یہ چیز پسند ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے جو عورتوں اور خوشبو کی پسندیدگی کا اظہار فرمایا یہ دونوں اگرچہ اوروں کے لیے دنیاوی لذت ہے مگر حضور کے لیے یہ دنیا کیلئے نہیں ہے بلکہ آخروی فوائد کے لیے ہیں بسبب اس کے کہ ہم نے تزویج کے سلسلہ میں ذکر کیا۔ اور خوشبو کا استعمال فرشتوں کی ملاقات کے لیے تھا۔ اور ایسے ہی کہ خوشبو کا استعمال جماع پر برانگیختہ کرتا ہے۔ اور اُس کی مددگار ہے۔ اور سبب جماع کا مہیج دمحرک ہے۔ لیکن ان دونوں یعنی عورتوں اور خوشبو سے محبت ان کے مذکورہ فوائد کے لئے نہ تھی۔ بلکہ کسی اور سبب کے لئے تھی نہ کہ قطع ثبوت کیلئے۔

آپ کی خالص محبت ذات الٰہی اور اپنے مولا کے مشاہدۂ قدرت اور اس سے مناجات میں تھی۔ اس لئے حضور نے دونوں محبتوں کو جُداجُدا بیان کرکے دونوں کی حالتوں کا فرق بتا دیا پس فرمایا نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دی گئی ہے۔ خواب حضرت یحیٰ اور حضرت عیسٰی علیہم السلام کا عورتوں کی آزمائش میں مبتلا ہونے سے باز رہنے میں برابر ہو گئے۔ اور عورتوں کے ساتھ قیام فرمانے سے فضیلت میں اُن سے بڑھ گئے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہیں جنکو طاقت دی گئی وہ بہرت ہی دی گئی۔ اسی لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آزاد عورتوں کو نکاح

ہیں لانے کی تعداد مباح کر دی گئی۔ جو آپ کے سوا کسی کے لئے مباح نہیں
ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی
وقت میں دن یا رات میں گیارہ عورتوں کے پاس تشریف لیجاتے تھے۔ حضرت
انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم باتیں کیا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس ۳۰
مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ نسائی نے اس کی تخریج کی ہے۔ اسی طرح ابو
رافع سے مروی ہے۔ طاؤس سے مروی کہ حضور علیہ السلام کو جماع میں چالیس
مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ اسی کے مثل صفوان بن سلیم سے مروی ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد شدہ لونڈی سلمیٰ کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک رات نو بیبیوں پر دورہ فرمایا اور دوسری کے پاس جانے سے قبل
آپ نے غسل کیا۔ اور فرمایا یہ بہت اچھا اور پاکیزہ طریقہ ہے۔ حضرت سلیمان
علیہ السلام نے کہا کہ میں آج رات سو عورتوں کے یا ننانوے عورتوں کے
پاس جاؤں گا۔ انہوں نے ایسا کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی پیٹھ میں سو آدمیوں کی طاقت تھی۔ حالانکہ ان
کے حبالۂ عقد میں تین سو بیبیاں، یا اُن کی تحویل میں تین سو باندیاں تھیں (شک
راوی ہے) نقاش اور اُن کے سوا دوسروں نے نقل کیا۔ سات سو بیبیاں اور
تین سو باندیاں تھیں۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام باوجود کمالِ زہد اور اپنے ہاتھ
سے کسب معاش کے آپ کی ننانوے بیبیاں تھیں اور حب اوریا سے نکاح
کرکے سو پورا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر خبردار کرتے ہوئے فرمایا۔
ان ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ الآیۃ (پ ۲۳ ع ۱۱) بیشک یہ میرا بھائی ہے
اس کے پاس ننانوے بیبیاں ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ
حضور علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ مجھ کو لوگوں پر چار باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔

سخاوت[1]، شجاعت[2]، کثرت جماع[3]، اور قوت گرفت[4]۔

لیکن جاہ و مرتبہ۔ سو عقلا کے نزدیک یہ عادتاً محمود ہے۔ اس کے جاہ و جلال کے موافق ہی لوگوں کے دلوں میں عظمت ہوتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توصیف میں ارشاد فرمایا

وَجِیھًا فِی الدُّنیا والاخرہ (پ۳ ع۱۳)	دنیا و آخرت میں رودار ہے۔

لیکن اس کی آفتیں بہت ہیں۔ پس وہ بعض لوگوں کے لئے۔ آخرت کے فائدہ کے لحاظ سے مضر ہے۔ اسی وجہ میں بعض نے اس کی مذمت کی ہے اور اس کو برا کہا ہے۔ اور اس کے ضد کی مدح کی ہے۔

اور شریعت میں گمنامی کی مدح اور زمین پر اترانے کی مذمت آئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عنایت فرمایا تھا۔ اور زمانہ جاہلیت میں یعنی قبل اظہار نبوت اور بعد اظہار نبوت لوگوں کے دلوں میں آپ کی بڑی عظمت و ہیبت تھی۔ حالانکہ کفار مکہ آپ کو جھٹلاتے، اور آپ کے اصحابہ کرام کو ایذائیں پہنچاتے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ مگر جب حضور کے سامنے حاضر ہوتے تو آپ کی تعظیم کرتے۔ اور حضور کی ضرورتوں کو پورا کرتے تھے۔ اس بارے میں بکثرت خبریں مشہور ہیں۔ عنقریب بعض حدیثیں آنے والی ہیں۔

بلاشبہ جس نے آپکو پہلے نہ دیکھا ہوتا وہ آپکو دیکھکر ہیبت زدہ ترسیدہ ہو جاتا تھا۔ جیسا کہ قیلہ نامی عورت سے مروی ہے۔ کہ جب اس نے حضور کو دیکھا تو وہ لرزہ براندام ہو گئی۔ آپ نے فرمایا اے مسکین عورت تو تسلی رکھ۔

حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ ایک مرد حضور کے سامنے کھڑا ہوا۔ تو وہ لرزنے لگا۔ آپ نے فرمایا اطمینان رکھ میں بادشاہ

(یا فرشتہ) نہیں ہوں۔ (الی آخر الحدیث)

لیکن نبوت و شرافت، منزلت و رسالت، اور اصطفاء و کرامت میں جو آپ کا عظیم مرتبہ دُنیا میں ہے۔ وہ تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ پھر آخرت میں تو آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں۔ اسی فصل کے معنی و مطلب کے لئے تو ہم نے اسی قسم کو تحریر کیا ہے۔

فصل نہم

ضروریات و مقتضیات حیات کی قسموں میں

تیسری قسم یہ ہے کہ وہ مختلف حالات جن کے ساتھ تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔ اور انکو سبب فخر و مباہات جانا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے فضیلت دی جاتی ہے۔ (ان میں سے ایک) مال کی زیادتی ہے۔ فی الجملہ مالدار عام لوگوں کے اعتقاد میں بڑا ہوتا ہے۔ کہ وہ اس کے ذریعہ اپنی حاجتیں پوری کر لیتا ہے۔ اور اس کے سبب اس کے اغراض و مقاصد حاصل ہو جاتے ہیں۔ ورنہ فی نفسہ (مالدار میں) کوئی فضیلت نہیں ہوتی پس جب مال کی یہ صورت ہو اور مالدار جب اپنے مقاصد کے حصول اور ان لوگوں کی اغراض پر جو اس کے پاس امیدیں لیکر آئیں۔ اُن پر مال خرچ کرلے اور اُس کے ذریعہ مرتبت، تعریف، اور نیک دل لوگوں میں عزت کا خریدار ہو تو وہ مالدار اہل دُنیا کے نزدیک فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔

اور وہ مالدار جب اپنے مال کو نیکی کی راہوں میں خرچ کرے اور آخرت کی بھلائی کے لیئے اس کو صرف کرے۔ اور اس انفاق سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کی بھلائی ہو تو یہ ہر حال میں سب کے نزدیک فضیلت رکھتا ہے۔ اور جب مالدار بخیل و کنجوس ہو اس کے مصارف میں خرچ نہ کرے

اور اُس کے جمع کرنے کا حریص ہو تو مال کی کثرت نہ ہونیکے برابر ہوگی، یہ مالدار کے لیئے عیب و نقص ہوگا۔ اور وہ مال اسکو سلامتی کی راہ پر گامزن نہیں کیے گا بلکہ اسکو بخالت کے رذیل گڑھے اور کمینگی کی بُرائی میں ڈال دے گا۔

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ فی نفسہ مال میں کوئی تعریف اور فضیلت نہیں ہے بلکہ صرف اس لئے اُسکی تعریف ہے۔ وہ دوسروں کو دیتا ہے۔ اور اس کے مصارف پر خرچ کرتا ہے۔ لہذا مال کا جمع کرنے والا اگر اسکی جگہ پر خرچ نہ کرے، اور اُسکو اُس کے راستوں پر صرف نہ کرے تو وہ درحقیقت غنی (مالدار) نہیں اور نہ وہ مال اسکو بے پرواہ بناتی ہے۔ اور نہ یہ بات کسی عقلمند کے نزدیک تعریف کے لائق ہے۔ بلکہ وہ دائمی فقیر ہے۔ (کہ ہر وقت مال کے حرص میں محتاج ہے) اور وہ اپنی کسی غرض تک نہ پہنچے گا۔ کیونکہ جو مال اب اس کے ہاتھ میں ہے جو اُس کو اغراض تک پہنچانیوالا تھا۔ اور وہ اپیر تسلط و غلبہ نہیں رکھتا۔ (کہ وہ اسکو خرچ کرے) وہ ایسا شخص ہو گیا جو کسی غیر کے خزانہ کا محافظ و نگہبان ہو اور وہ مال و خزانہ اس کا اپنا نہ ہو۔ گویا کہ اس کے ہاتھ میں اس سے کچھ بھی نہیں ہے۔

اور مال کا خرچ کرنیوالا بھرپور غنی ہے کیونکہ اُس نے مال کے فوائد حاصل کیئے ہیں۔ اگرچہ اس کے ہاتھ میں مال میں سے کچھ نہ بچے۔

اب ذرا ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ اور سیرت مبارکہ پر نظر ڈالو۔ اور مال میں آپ کے اخلاق حسنہ پر غور کرو، تو تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں پاؤ گے۔ کہ آپ کو زمین کے خزانے دیئے گئے۔ شہروں کی کنجیاں دی گئیں۔ اور مال غنیمت آپ کے لئے حلال کیا گیا۔ جو آپ سے پہلے کسی نبی پر حلال نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں ملک حجاز، یمن، اور تمام جزیرہ عرب اور جو اس کے قریب شام و عراق وغیرہ تھا فتح ہوئے۔ ان

کا خمس (پانچواں حصہ) اور جزیہ اور صدقہ اتنا لایا گیا۔ کہ اور بادشاہوں کے لئے اس سے بہت تھوڑا آتا تھا۔ پھر مختلف ملکوں کے بادشاہ آپ کی خدمت میں تحفہ جات بھیجتے۔ لیکن ان میں سے کسی پر بھی آپ نے اپنے آپ کو ترجیح نہ دی۔ اور نہ ان میں سے ایک درہم بھی اپنے لئے روکا۔ بلکہ ان تمام کو اس کے مصارف کی جگہوں پر خرچ فرما دیتے۔ اور دوسروں کو غنی بنا دیتے، اور مسلمانوں کی طاقت اس سے بناتے اور فرماتے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کی برابر سونا ہو اور رات کو اس میں سے ایک دینار بھی رہے۔ مگر وہ دینار جو قرض کے طور پر لیا ہو۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بہت سی اشرفیاں آئیں۔ آپ نے ان کو تقسیم فرما دیا۔ ان میں سے چھ اشرفیاں باقی بچ گئیں۔ تو وہ ایک بیوی کو دیدیں آپ کو نیند نہ آئی۔ یہانتک کہ اُن کو بھی تقسیم فرما دیا۔ اور فرمایا اب مجھے چین وسکون ملا۔

آپ نے دنیا سے اس حال میں کوچ فرمایا کہ آپ کی ذرہ آپ کے عیال کے خرچ میں گروی پڑی ہوئی تھی۔ آپ اپنے خرچ لباس اور رہائش میں اسی قدر پر اکتفا کیا ہوا تھا۔ جتنے سے آپ کی ضرورت پوری ہو سکے۔ ماسوا میں آپ زاہد تھے۔ جو بھی آپ کو لباس مل جاتا۔ اسی کو پہن لیتے، اکثر آپ کا لباس عمامہ، اور گاڑھے کپڑے کی چادر اور گھٹا تہبند ہوتا۔ اور دیباج کی سنہری قبائیں حاضرین پر تقسیم فرما دیتے۔ اور جو موجود نہ ہوتا۔ اُس کے لیئے اُٹھا رکھتے۔ کیونکہ لباس میں اور زیب وزینت میں کوئی شرافت اور جاہ وجلال نہیں ہے۔ یہ تو عورتوں کی زینت ہے۔ اور بہتر وہ لباس ہے جو کہ پاک وصاف اور درمیانی ہو۔ اور وہ لباس ایسا ہو کہ اُس کے ہم جنس پہنتے ہوں۔ اپنے ہم جنسوں کی

مروت کو نہ توڑے اور نہ اعلیٰ وادنیٰ کے کناروں کی شہرت تک پہنچے۔ اور بیشک شریعت نے اُس کی مذمت کی ہے۔ لوگوں کے نزدیک عادتاً لباس میں فخر کرنا۔ یہ ہے کہ اپنے پندار میں یہ فخر کرے کہ میرے پاس بہت کچھ ہے اور میں خوشحال ہوں۔

یہی حال عمدہ مکان، کشادہ منزل، زیادتی سامان و خدمتگار اور سواریوں پر فخر کرنے کا ہے۔

جو شخص زمین کا مالک ہو اور اُس کی طرف ہر جانب سے مال غنیمت، جزیہ اور صدقات وغیرہ آتے ہوں پھر وہ ان سب کو زہد کی بنا پر چھوڑ دے وہی شخص مال کی فضیلت کا جائز حقدار ہے۔ اس خصلت کی بنا پر وہ مالک فخر ہے اگر یہ فضیلت اُس پر فخر کو زیادہ کر سکے (حالانکہ حضور کا مرتبہ اس سے کہیں بلند و بالا ہے مال میں فی نفسہ کیا فضیلت ہے)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تو مدح و توصیف کی قسموں میں فضائل کا نچوڑ ہیں۔ اور آپ کا زہد تو فانی ہونیوالی چیزوں میں ہے۔ اور جہاں لوگ بخل کرتے ہیں وہاں حضور خرچ کرتے ہیں۔

فصل دہم

خصائل مکتسبہ اخلاق حمیدہ اور آداب شریفہ کی وہ خصلتیں جو حاصل کی جا سکتی ہوں اور ایسے خلیق کی فضیلت پر تمام عقلمند متفق ہوں اور ان میں سے کسی ایک وصف کا بھی وہ متصف ہو۔ اس کی عزت و تکریم کرتے ہوں تو اس کا کیا مرتبہ جو ایک سے زائد فضائل کا مجموعہ ہو۔ شریعت نے ان تمام اخلاق کی تعریف کی ہے۔ اور ان کا حکم دیا ہے۔ اور جو ان اخلاق کا پیکر ہو اسکو ہمیشگی کی سعادت کا مژدہ دیا ہے۔ اور بعض کی تو یوں تعریف کی ہے کہ وہ

نبوت کے جز و میں سے ہے۔ اس کا نام "حسن خلق" ہے۔ وہ قوائے نفسانی ہیں معتدل اور اس کے اوصاف میں متوسط ہو۔ کہ اس میں نہ کسی طرف سے جھکاؤ ہو اور نہ کسی طرف سے انحراف، یہ تمام اخلاق حمیدہ ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں انتہائے کمال پر اور توسط و اعتدال کے آخری حد تک موجود تھے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی یوں تعریف فرمائی ہے۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (پ ۲۹ ع ۳)　　بیشک تمہاری خو بو بڑی شان کی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا خلق قرآن تھا۔ اسکی رضا پر راضی، اور اس کی ناراضگی پر ناراض رہتے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کو پورا کردوں حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلق میں سب سے زیادہ بہتر تھے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی اسی کے مثل کہتے ہیں۔

محققین نے ذکر کیا ہے کہ آپ کی خلقت میں ہی اس طرح جبلی اور فطری اخلاق تھے جو کسب و ریاضت سے بغیر عطیۂ الٰہی اور خصوصیات ربانی حاصل ہی نہیں ہو سکتے یہی حال باقی تمام انبیاء علیہم السلام کا ہے۔ جس نے اُن کے بچپن سے لیکر مبعوث ہونے تک کے حالات دیکھے ہوں اس پر یہ حقیقت واشگاف ہو جائیگی جبطرح حضرت عیسیٰ و موسیٰ و یحییٰ و سلیمان وغیرہ علیہم السلام کے حالات سے معلوم ہوئے ہیں۔ بلکہ یہ اخلاق جبلی طور پر پیدائشی تھے۔ اور ان میں فطری طور پر علم و حکمت و ولیعت و امانت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا الآیہ (پ ۱۶ ع ۴) اور ہم نے اُسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

مفسرین فرماتے ہیں۔ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو کتاب الٰہی کا علم اُن کے بچپنے میں ہی دیدیا گیا تھا معمر نے کہا کہ اُن کی عمر ابھی دو یا تین سال کی تھی کہ بچوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں کھیلتے۔ آپ نے فرمایا کیا میں کھیل کود کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان

مصدقًا بکلمۃ من اللہ الآیۃ (پ۳ ع ۱۲) اللہ کے کلمہ کی تصدیق کرنیوالا ہوں

کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے اس حال میں تصدیق کی کہ وہ ابھی تین سال کے بچے تھے اور فرمایا کہ ہم اُس کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں

اور ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے اس حال میں تصدیق کی کہ وہ شکم مادر میں تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم سے فرماتی تھیں۔ کہ میں ایسا پاتی ہوں کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے۔ وہ سجدۂ تحیت کر رہا ہو اُسکی جو تمہارے پیٹ میں بچہ ہے۔ بلاشبہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نص ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ (مریم) سے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا۔ اور کہا کہ لا تحزنی (پ۱۶ ع ۵) غم نہ کھا۔ اس قرأت پر جس میں کہ من تحتہا ہے۔ یعنی اُس نے جو اُس کے نیچے تھا۔ اور اس روایت کی بنا پر کہ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پکارنیوالے تھے۔ اس میں یہ عہد میں آپ کے کلام فرمانے پر نص ہے۔ پس آپ نے فرمایا،

انی عبد اللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔ (پ۱۶ ع ۵) میں خوش اللہ کا بندہ اُس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانیوالا (نبی) کیا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ففہمناہا سلیمان وکلا اٰتینا حکما وعلما (پ۱۷ ع ۶) ہم نے وہ معاملہ سلیمان

کو سمجھا دیا اُور دونوں کو حکومت اُور علم عطا کیا۔

اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس حکم کا ذکر ہے جب کہ آپ بچے تھے۔ اُور ایک سنگسار عورت اُور بچے کا مقدمہ پیش آیا تھا۔ اُور آپ کے والد ماجد حضرت داؤد علیہ السلام نے اسکی پیروی کی تھی۔

طبرانی نے کہا کہ جب آپ کو ملک عطا فرمایا گیا۔ اُس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ قصہ ہوا۔ آپ نے بچپن میں اُس کی داڑھی پکڑی تھی۔ مفسرین اللہ تعالیٰ کے اس فرمان۔

ولقد اٰتینا ابراھیم رشدہ من قبل الآیہ (پ۱۷ ع ۵) اُور بیشک ہم نے ابراہیم کو پہلے ہی سے اُن کی نیک راہ عطا کردی۔ کی تفسیر میں کہتے ہیں۔ کہ مطلب یہ کہ آپ کو صغر سنی میں ہی ہدایت دیدی تھی، اسکو مجاہد اُور اُس کے سوا دوسروں نے نقل کیا۔

ابن عطا کہتے ہیں کہ آپکو پیدا ہونیسے پہلے ہی چن لیا تھا۔

بعض نے کہا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو ایک فرشتہ آپ کی خدمت میں اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ وہ اللہ کا حکم سُناتا، دل میں اُس کی معرفت کراتا، اُور آپ کی زبان پہ اس کا ذکر جاری کراتا۔ اس وقت آپ نے کہا کہ میں نے کیا اُور یہ نہ فرمایا کہ میں اسے کرونگا۔ یہ آپ کا رُشد تھا۔

بعض نے کہا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اُور آپ کی آزمائش کی۔ اس وقت آپ سولہ سال کی عمر کے تھے۔ اُور جب حضرت اسحاق علیہ السلام (بقول صاحب شفاء ورنہ یہ واقعہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ہے مترجم) ذبح کی آزمائش میں ڈالے گئے۔ تو اُس وقت

آپ کی عمر سات سال کی تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کواکب اور چاند سورج سے استدلال کیا تو اُس وقت آپ کی عمر پندرہ مہینہ تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اُنکے بچپن کی حالت میں اُنکے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ لَتُنَبِّئَنَّھُمْ بِاَمْرِھِمْ ھٰذَا (پ ۱۲ ع ۱۲) اور ہم نے اُسے وحی بھیجی کہ ضرور تو اُنہیں ان کا یہ کام جتاوے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی احادیث میں اس قسم کے ذکر ہیں۔

اہل سیر حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔کہ آپ نے سنایا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو پیدا ہوتے ہی آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر پھیلائے۔اور سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھایا۔ایک حدیث میں ہے۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ابتدا ہی سے بتوں کی پرستش اور شعر گوئی سے نفرت و دشمنی تھی۔اور میں نے جاہلیت کی باتوں کا جو جاہلیت کے زمانہ کے لوگ کرتے تھے۔سوائے دو دفعہ کے کبھی ارادہ نہیں کیا۔سو خدا نے مجھے ان دونوں سے بھی بچا لیا پھر وہ کام نہ کیا۔پھر یہ امر ان کے لیے مضبوط ہو جاتا ہے۔اور پے در پے اُن پر خدا کی مہربانیاں ہونے لگتی ہیں۔اور اُن کے قلوب میں انوار عرفانیہ تاباں ہو جاتے ہیں۔یہاں تک کہ وہ انتہا تک پہنچ جاتے ہیں۔حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اُن کو نبوت کیساتھ ان خصائل شریفہ کی انتہائی مقام تک بغیر مزاولت و مشقت کے پسند کر لیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَاسْتَوٰیٓ اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا (پ ۱۲ ع ۱۳)	اور جب اپنی پوری قوت کو پہنچا تو ہم نے اُسے حکم اور علم عطا فرمایا۔

ہم ان انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کو پاتے ہیں۔ کہ وہ ان اخلاق میں سے بعض پر پیدائشی کئے جاتے ہیں تو ایسوں کو تمام اخلاق کا حصول و اکتساب خُدا کی عنایت سے آسان ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ خُدا کی مخلوق میں سے بعض بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ذہین، فطین، راست گو اور جوانمرد ہوتے ہیں۔ اور بعض اس کے برعکس، پس کسب کے ذریعہ ناقص کامل ہو سکتا ہے۔ اور ریاضت و مجاہدہ سے امر معدوم کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس کا منحرف (ادنیٰ و اعلیٰ کا) معتدل بن جاتا ہے۔ لہٰذا ان دونوں حالتوں کے اختلاف کیوجہ سے لوگوں کی حالتیں جداگانہ ہوتی ہیں۔ ہر ایک کو اسکی توفیق دی گئی ہے۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا۔ اسی لئے سلف کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ آیا یہ خُلق پیدائشی ہے یا کسبی۔

بعض علماء سلف نے طبری سے نقل کیا ہے کہ خلق حسن بندہ میں جبلی اور پیدائشی ہے۔ اس کو عبداللہ بن مسعود اور حسن بصری نے بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا ہے۔ کہ صحیح وہی بات ہے۔ جسکو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہر خصلت پر مومن کی تخلیق ہوتی ہے۔ مگر خیانت و کذب پر (کہ یہ انسان کا خود کسبی عمل ہے۔) اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی حدیث میں فرمایا کہ شجاعت اور بزدلی یہ دونوں پیدائشی ہیں انکو اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے رکھتا ہے۔ یہ اخلاق محمودہ اور خصائل جمیلہ و شریفہ بہت ہیں لیکن ہم اس جگہ اصولی تذکرہ اور جمیع اخلاق کیطرف صرف اشارہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کی تحقیق کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

فصل یازدہم

اخلاق و خصائل کے فروع کی اصل، اُن کے چشموں کا عنصر اور اُن کے دائرہ

[illegible] اخلاق [illegible] اور بعض ان [illegible]

کامرکز وہ عقل ہے جس سے علم و معرفت پیدا ہوتے ہیں۔ اور اسی سے اصابتِ رائے تیزی ذہن، درستگی حسن ظن، عاقبت اندیشی، مصالح نفس، مجاہدۂ خواہشات حسنِ سیاست و تدبیر، فضائل کی طلب، رذائل سے احتراز، وغیرہ اوصافِ حمیدہ متفرع ہوتے ہیں۔ اور ہم نے اس کا اشارہ کر دیا ہے کہ یہ تمام خوبیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ اور علم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دستگاہ اس انتہائی بلند مقام تک ہے کہ کوئی بشر آپ کے سوا وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے آپ کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے۔ اور جتنی بھی اس سے شاخیں نکل سکتی ہیں اس شخص پر ثابت ہو جائیں گی۔ جو آپ کے حالات و سیرت کا متلاشی ہے۔ اور جو آپ کے جوامع کلمات کا مطالعہ کرے آپ کی خوبو اور آپ کی نرالی سیرت اور آپ کے کلام کی حکمتیں اور آپ کے اس علم کو جو تورات و انجیل اور کتب سماویہ میں موجود ہیں۔ عقلمندوں کی حکمتوں اور گذشتہ امتوں کی تاریخوں اور اُن کے واقعات و حوادث اور ضرب الامثال اور لوگوں کی سیاست شریعتوں کے احکام، نفیس آداب کے اصول اور پسندیدہ خصائل اور مختلف علوم وغیرہ میں موجود ہیں۔ تو ان علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو ان میں پیشوا پایا۔ اور آپ کے اشارات کو حجت بنایا۔ جیسے خواب میں آپ کی تعبیر بتانا طب، حساب، فرائض، اور نصب وغیرہ کا جاننا۔ ان سب کو انشاء اللہ تعالیٰ ہم آپ کے معجزات میں بیان کرینگے۔ حالانکہ آپ نے نہ کہیں (متداول طریقہ پر) تعلیم پائی۔ اور نہ کسی مدرسہ میں پڑھا اور نہ گذشتہ کتابوں کا مطالعہ کیا۔ نہ اُن کے علماء کی مجلسوں میں بیٹھے بلکہ آپ ایسے نبی و امی تھے کہ ان میں سے کسی علم میں مشہور و معروف نہ تھے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سینہ اقدس کو کھول دیا، اپنے امور ظاہر کئے۔ آپ کو علم سکھایا، پڑھایا، اور یہ بات بدیہی

طور پر بحث و مطالعہ کے بعد سمجھی جاتی ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو یہ بات آپ کی نبوت پر برہانِ قاطع ہے بس ہم تمام قصوں کے بیان اور بعض قضیوں کے ذکر سے طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان کا مجموعہ اس قدر ہے کہ کوئی اسکو حصر نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کے جمع کرنیکی طاقت رکھتا ہے۔ آپ کے عقل کے موافق ہی آپ کے معارف تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا اور آپ کو علم ماکان و مایکون یعنی گذشتہ و آئندہ کے حالات، اور خدا کے عجائبات قدرت و ملکوت اعلیٰ پر اطلاع بخشی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (پ ۵ ع ۱۴) | تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

آپ پر فضل کے اندازہ کرنے میں عقلیں متحیر ہیں۔ اور زبانیں گنگ ہیں کہ آپ کے اوصاف کا احاطہ کر سکیں یا وہاں تک اُن کی رسائی ہو سکے۔

فصل دوازدہم ۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم، بردباری اور باوجود قدرت کے عفو و کرم اور ناگوار امور پر آپ کے صبر فرمانے کے بیان میں۔ ان لقبوں میں باہم فرق ہے کیونکہ حلم ایک ایسی حالت کا نام ہے۔ جو اسباب محرکہ یعنی برانگیختہ کرنے والے اسباب کی موجودگی میں وہ ثابت و برقرار رہے۔ اور تحمل یعنی بردباری ایسی حالت کا نام ہے۔ جو مصائب و آلام کے وقت اپنی جان کو روک لے اور اُن کو برداشت کرے اور اسی کے ہم معنی و مطلب صبر ہے۔ اور عفو اس حالت کو کہتے ہیں جو (بدلہ لینے کے وقت) بدلہ کو ترک کر دے یعنی معاف کر دے۔

یہ وہ اوصاف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کو متصف کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ الآیۃ (پ۹ ع۱۴) اے محبوب معاف کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو

مروی ہے کہ جب یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے اس کا مطلب دریافت کیا عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر عرض کرونگا۔ چنانچہ وہ گئے اور آئے پھر عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ اُس سے ملیں جو آپ کو چھوڑتا ہے، اور اُسکو عطا فرمائیں جو آپ کو محروم رکھتا ہے۔ اور اُس کو معاف فرما دیں جو آپ پر ظلم کرتا ہے۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا أَصَابَكَ الآیۃ (پ۲۱ ع۱۱) | اور جو افتاد تم پر پڑے اُسپر صبر کرے

اور فرماتا ہے۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ الآیۃ (پ۲۶ ع۴) تو تم صبر کرو جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔ اور فرمایا۔

وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا الآیۃ (پ۱۸ ع۹) اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں اور ارشاد باری ہے۔

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ الآیۃ (پ۲۵ ع۵) | اور بیشک جسنے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

اسمیں خفا نہیں کہ آپ کا حلم وتحمل بکثرت منقول ہے۔ ہر حلیم میں کوئی غلطی اور کوئی بیفائدہ بات معلوم ہوجاتی ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے کہ کثرت ایذا کے باوجود آپ کا صبر ہی بڑھتا اور بیوقوفوں کی زیادتیوں پر آپ کا حلم ہی زیادہ ہوتا رہتا۔

حدیث: حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی کہ آپ فرماتی ہیں کہ جب کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دو باتوں میں کسی ایک بات پر اختیار

دیا جاتا تو ان میں سے آسان کو پسند فرماتے جبتک گناہ نہ ہو۔ اگر گناہ کی بات ہوتی تو اس سے لوگوں کی نسبت بہت دور رہتے۔ آپ نے اپنے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ سوائے اُس کے کہ وہ حدود الٰہی کی بے حرمتی کرے تب آپ اللہ کے حدود کیلئے بدلہ لیتے۔

مروی ہے کہ غزوۂ احد میں جب آپ کے سامنے کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کا چہرۂ انور لہولہان ہو گیا۔ یہ بات صحابۂ کرام پر سخت گراں گزری۔ سب نے عرض کیا کہ حضور ان پر بد دُعا فرمائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنّی لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّلٰکِنِّیْ بُعِثْتُ دَاعِیًا وَّرَحْمَۃً اللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ۔	میں لعنت کرنیوالا نہیں بھیجا گیا۔ لیکن مجھکو دُعا مانگنے والا اور رحمت فرمانیوالا بھیجا ہے، اے خُدا میری قوم کو ہدایت دے۔ وہ مجھکو نہیں جانتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے اپنے کلام میں عرض کیا۔ یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے یوں بددُعا کی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا (پ ۲۹ ع ۱۰) — اے میرے رب کافروں میں سے زمین پر کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اگر آپ بھی اسی طرح ہم پر بددُعا فرماتے تو ہم آخر تک ہلاک ہوجاتے کیونکہ آپ کی کمر دوہری کی گئی اور آپ کا چہرۂ انور زخمی کیا گیا اور آپ کے اگلے چاروں دانت شہید کئے گئے۔ باوجود اس کے آپنے کلمۂ خیر کے سوا بددُعا سے انکار ہی فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا تو یہ، کہ اے خُدا میری قوم کو معاف فرمادے۔ یہ ناسمجھ ہیں۔

قاضی ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ انکو توفیق دے فرماتے ہیں کہ اس ارشاد پر غور کرو۔ کہ اسمیں کسقدر فضیلت مدرجات احسان، حسن خلق، کرم نفس، غایت صبر، اور حلم جمع ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اُن سے سکوت پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ معاف بھی فرمادیا۔ پھر شفقت و محبت فرماتے ہوئے ان کے لئے دُعا اور سفارش بھی فرمائی۔ یس فرمایا اے خدا انکو بخش دے یا فرمایا اُنکو ہدایت دے۔ پھر اس شفقت و رحمت کا سبب بھی بیان فرمادیا کہ بقومی کہ یہ میری قوم ہے۔ پھر اُن کی معذرخواہی کے طور پر ان کی جہالت کی وجہ بیں فرمایا۔ فانہم لا یعلمون یہ ناسمجھ ہیں۔

اور اس پر بھی غور کرو کہ جب ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ انصاف فرمائیے یہ تقسیم خُدا کی خوشنودی کے لئے نہیں ہے۔ اسپر حضور نے اس کے سوا کچھ نہ فرمایا اور اُسکو اُسکی جہالت و نافہمی پر خبردار کیا۔ اور اُسکو نصیحت کی۔ فرمایا تجھ پر افسوس ہے۔ اگر میں انصاف نہ کروں گا۔ تو اور کون کرے گا۔ اگر میں نے ہی انصاف نہ کیا تو میں ناکام و ناقص رہوں گا۔ اور جو صحابی اُس کے قتل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے۔ آپ نے اُن کو منع فرمایا۔

اور (یہ بھی مقام فکر ہے) کہ جب غوث بن حارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیخبری میں قتل کرنے کا قصد کیا۔ درآنحالیکہ حضور ایک درخت کے نیچے تنہا آرام فرما تھے۔ ناقلین واقعات غزوات میں سے ایک شخص نقل کرتا ہے۔ کہ آپ نے اُس سے کچھ نہ کہا۔ اور آپ اُس وقت بیدار ہوئے جب وہ تلوار سونت کر آپ کے سر پر کھڑا تھا۔ اور وہ کہہ رہا تھا۔ کہ اب کون تم کو میری تلوار سے بچائے گا۔ حضور نے فرمایا اللہ! تب اُس کے

ہاتھ سے تلوار گر پڑی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار پکڑ کر فرمایا بتا کون اب تجھ کو میرے وار سے روکے گا۔ اُس نے کہا آپ اچھے پکڑنے والے بنیں۔ پس آپ نے چھوڑ دیا۔ اور اُسکو معاف کر دیا۔ پھر وہ اپنی قوم میں آیا اور کہا میں تمہارے پاس ایسے شخص سے ملکر آیا ہوں جو تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

آپ کی بڑی مہربانیوں اور عفو و درگزر کے واقعات میں سے اس یہودیہ کا قصہ ہے۔ جس نے آپ کو بکری کے گوشت میں زہر ملاکر دیا تھا۔ صحیح روایت میں ہے کہ اُس نے اس کا اعتراف بھی کر لیا تھا۔

آپ نے لبید بن اعصم پر جبکہ اس نے آپ پر جادو کیا تھا۔ کوئی مواخذہ نہیں کیا۔ حالانکہ آپ کو وحی کے ذریعہ تمام حالات کا علم ہو گیا تھا۔ آپ نے اس پر عتاب تک نہ فرمایا چہ جائیکہ سزا دیتے۔

ایسے ہی عبد بن ابی وغیرہ منافقین پر۔ باوجودیکہ اُن کے قول و عمل سے بڑی زیادتیاں پہنچیں۔ آپ نے مواخذہ نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ بعض نے اُن کے قتل کا بھی اشارہ کیا تھا۔ اُنکو بھی منع کر دیا اور فرمایا ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنے اصحاب ہی کو قتل کرنے لگے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ پر ایک گاڑھے کی چادر حاشیہ دار تھی۔ اسکو ایک اعرابی نے شدت و سختی سے کھینچا یہانتک کہ چادر کے حاشیہ کا اثر آپ کے گردن پر نمودار ہو گیا۔ پھر اُس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ان دونوں اونٹوں پر وہ مال جسکو خدا نے تمہیں دیا ہے لاد دو۔ کیونکہ تم مجھے نہ اپنے مال اور نہ اپنے باپ کے مال میں سے دیتے ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ مال تو اللہ ہی کا ہے۔ میں تو اس کا

بندہ ہوں، پھر فرمایا اے اعرابی تم سے اس کا بدلہ لیا جائیگا۔ جو تم نے میرے ساتھ سلوک کیا ہے۔ اُس نے کہا نہیں! آپ نے پوچھا کس سبب سے! اعرابی نے کہا اس لئے کہ آپ کی یہ عادت کریمہ ہے ہی نہیں۔ کہ آپ برائی کا بدلہ بُرائی سے لیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مسکرا دیئے پھر حکم دیا کہ اُس کے ایک اونٹ کو جو سے اور دوسرے اونٹ کو کھجور سے بھر دو۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ظلم کا بدلہ لیتے نہیں دیکھا۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے محرمات کی بیحرمتی نہ کرے۔ اور کبھی اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا سوائے اس صورت کے کہ آپ جہاد فی سبیل اللہ فرما رہے ہوں۔ نہ کبھی آپنے کسی خادم کو مارا اور نہ کسی بیوی کو!

ایک شخص گھسیٹ کر آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ اور اس کے بارے میں کہا گیا۔ کہ یہ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تو مت ڈر، تو مت ڈر۔ اگر تیرا یہ ارادہ ہے تو ہرگز اس پر قادر نہ ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زید بن سعنہ اسلام لانے سے قبل آیا۔ اور اپنے قرض کا تقاضہ کیا۔ اور آپ کے کپڑے کو آپ کے کندھوں سے کھینچ لیا۔ اور کپڑے کو اکٹھا کر کے پکڑ لیا اور سختی کیساتھ کلام کیا۔ پھر کہا کہ اے عبدالمطلب کے فرزند، تم دیر کرنے والے خلاف وعدہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو جھڑکا۔ اور سختی سے جواب دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! ہم اس سے سوا اور بات کے خواہشمند تھے۔ یعنی کہ مجھکو اچھی طرح ادا کرنے کو کہتے

سے اور اسکو اچھے تقاضے کی نصیحت کرتے۔ پھر فرمایا اس کی مدت میں ابھی ایک تہائی وقت باقی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا مال ادا کردو اور اس کو بیس صاع مزید دیدو کیونکہ تم نے اسکو خوف زدہ کیا ہے بس یہی سبب زید بن سعنہ کے اسلام لانے کا بنا۔ کیونکہ وہ کہتا تھا کہ میں نے حضور کے چہرۂ انور سے تمام علامات نبوت معلوم کر لیئے تھے صرف دو باقی تھیں کہ میں نے ان کا امتحان نہ کیا تھا۔ وہ یہ کہ آپ کا علم آپ کے جہل (امی) پر بڑھ جائیگا اور آپ کی (ظاہری) شدت لاعلمی آپ کے حلم ہی کو اور زیادہ کریگی سو میں نے اسکو بھی آزمالیا۔ اور ویسا ہی پایا جیسا (کتب سابقہ سماویہ) میں آپکی تعریف لکھی تھی۔ احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باوجود قدرت وطاقت آپکے حلم و صبر اور عفو کے واقعات اس کثرت سے ہیں جو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ ہم نے تصنیفات معتبرہ سے صحیح حالات کا ذکر کیا ہے جو تواتر اور یقین کی حد تک ہیں

آپ کا قریش کی ایذاؤں اور جاہلوں کی تکالیف اور مصیبتوں کا ہر وقت سامنا رہتا تھا۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پر مظفر و فتحیاب کیا۔ اور انہیں حاکم کر دیا۔ حالانکہ وہ اپنی جماعت کے استیصال اور اپنے گروہ کی ہلاکت میں شک نہیں کرتے تھے۔ لیکن آپ نے سوائے معافی و درگزر کے کچھ نہ کیا۔ اور فرمایا تم کیا گمان کرتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا آپ سے بھلائی کی امید ہے۔ کیونکہ آپ سخی بھائی ہیں۔ اور سخی بھائی کے فرزند ہیں۔ آپ نے فرمایا میں آج وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا لاتثریب علیکم الایۃ (پ ۱۳ ع ۴) تم پر کچھ ملامت نہیں۔

جاؤ تم سب آزاد ہو (سبحان اللہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقام تنعیم میں صبح کی نماز کے وقت اسّی مرد اترے۔ تاکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کریں۔ پس وہ سب کے سب گرفتار کر لئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

وھو الذی کف ایدیھم عنکم (پ ۲۶ ع ۱۱) اور وہی ہے جس نے ہاتھ تم سے روک دیئے

وہ ابوسفیان جب گرفتار کر کے لائے گئے جنہوں نے مختلف قبیلوں کو اکٹھا کر کے آپ پر چڑھائی کی تھی اور اُنہوں نے حضور کے چچا اور صحابہ کرام کو شہید کر کے ان کا مثلہ کیا تھا۔ آپ نے اُنکو بھی معاف فرما دیا۔ اور نرمی سے کلام کیا۔ اور یہ فرمایا اے ابوسفیان! افسوس کیا ابھی تم پر وہ وقت نہیں آیا کہ تم کہو لا الٰہ الا اللہ اُنہوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کتنے حلیم ہیں اور کیسے ملانے والے ہیں اور کس قدر کریم ہیں۔؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی نسبت غصہ سے بہت دُور اور خوشی میں سریع السیر تھے۔

فصل سیزدہم

جود و کرم اور سخاوت جود و کرم، سخاوت و جوانمردی یہ قریب قریب ہم معنی ہیں لیکن بعضوں نے ان میں کچھ فرق بھی کیا ہے۔ کرم کے معنی یہ ہیں کہ خوشی دل سے ان کاموں میں خرچ کرنا جنکی مرتبہ اور نفع ہو۔ اسکو جرأت بھی کہتے ہیں۔ اور یہ خست (کنجوسی) کی ضد ہے۔ اور سماحۃ یعنی سخاوت کے معنی یہ ہیں کہ خوشی دل سے اپنے اس حق سے جو دوسرے کے پاس ہے

باز رہنا۔ یہ شکاسہ یعنی بخل کی ضد ہے۔ اور سخاوت یہ ہے کہ بسہولت خرچ کرے۔ اور غیر پسندیدہ باتوں سے دور رہے۔ یہ جود ہے جو تنگی کی ضد ہے۔ ان اخلاق کریمہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی برابر نہ تھا۔ اور نہ کوئی ان میں آپ کا معارض۔ جو بھی آپ کو پہچانتا تھا۔ وہ تعریف کرتا تھا۔

حدیث :۔ جابر بن عبداللہ سے بالاسناد مروی کہ وہ کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کبھی کوئی سوال کرتا تو آپ لا یعنی نہیں کبھی نہ فرماتے تھے۔ حضرت انس اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سب سے بڑھکر سخی تھے۔ اور رمضان مبارک میں تو بہت ہی سخاوت فرماتے تھے۔ اور جب بھی جبریل علیہ السلام حاضر بارگاہ ہوتے تو آپ تیز ہوا سے زیادہ بھلائی میں سخاوت فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے سوال کیا تو آپ دو پہاڑوں کے درمیان کی برابر بکریاں عنایت فرما دیں۔ جب وہ اپنی قوم میں گیا۔ اس نے کہا مسلمان ہوجاؤ بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا دیتے ہیں۔ کہ کبھی فاقہ کا خوف رہتا ہی نہیں۔ بہت لوگوں کو آپ نے سو اونٹ تک دئیے۔ صفوان کو آپ نے ستو دئیے پھر ستو دئیے۔ یہ اخلاق تو آپ کے بعثت سے پہلے تھے۔ آپ کو ورقہ بن نوفل نے کہا آپ سب دیتے ہیں، اور معدوم یعنی اخروی بھلائی کماتے ہیں۔ آپ نے ہوازن کو ان کے قیدی لوٹا دئیے۔ انکی

تعداد چھ ہزار تھی۔

آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا دیا کہ وہ اسکو اٹھانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت میں نوے ہزار درہم آئے۔ آپ اسکو بورے پر رکھکر کھڑے ہو گئے۔ اور تقسیم کرنا شروع کر دیا آپ نے کسی سائل کو نہ لوٹایا یہانتک سب تقسیم فرما دیئے۔ اس وقت ایک سائل نے حاضر ہو کر سوال کیا آپ نے فرمایا اب میرے پاس کچھ نہیں۔ لیکن تم میرے نام پر خرید لو جب میرے پاس آجائینگے میں ادا کر دونگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی تکلیف نہیں دی جس پر آپ قادر نہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ناپسند فرمایا۔

انصار میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خرچ کیجئے عرش کے مالک اللہ تعالیٰ سے کمی کا خوف نہ کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ اور خوشی کے آثار آپکے چہرۂ انور پر نمودار ہو گئے۔ اور فرمایا مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اسکو ترمذی نے نقل کیا۔

معوذ بن عفراء سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک طباق کھجور اور ککڑی لایا تو آپ نے لپ بھر کے زیور اور سونا مرحمت فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل کے لئے کبھی کوئی چیز جمع کر کے نہ رکھتے تھے۔ غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جود و کرم کے واقعات بکثرت ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سوال کیا تو اس کو آپ نے

نصف وسق یعنی تیس صاع عطا فرمائے۔ ایک اور شخص نے آکر تقاضا کیا۔ آپ نے اسکو ایک وسق یعنی ساٹھ صاع دئیے اور فرمایا نصف تیرے قرضہ میں۔ اور نصف تمکو بخشش ہیں۔

فصل چہاردہم (۱۴)

شجاعت و بہادری

شجاعت اور نجدہ ایک فضیلت ہے۔ شجاعت یہ ہے کہ غضب کی قوت ہوتے ہوئے اسکو عقل کے تابع کر دیا جائے۔ نجدہ یہ ہے کہ موت کے وقت نفس مطمئن ہو۔ اور اس کے اس فعل کی تعریف کی جائے۔ یہ خوف کی ضد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و بہادری اس مرتبہ تک تھی کہ کوئی اس سے ناواقف نہ تھا۔ یعنی مشہور تھی۔ آپکو بہت سے سخت مواقع پیش آئے کہ بڑے بڑے بہادر شجاع نہ ٹھہر سکے۔ مگر آپ ثابت قدم رہے اور نہ ہٹے۔ مقابلہ کیا مگر پیٹھ نہ دکھائی۔ نہ وہاں سے ایک انچ ادھر اُدھر ہوئے۔ کوئی شجاع ہو مگر وہ بھاگنے پر مجبور ہوتا ہے۔ وہ شمار نہیں آتا ہے۔ اور اُس کے ٹل جانے کی یاد باقی رہتی ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مقام پر ثابت قدم ہی رہے۔

حدیث:۔ حضرت براء سے بالاسناد مروی ہے کہ اُن سے کسی نے پوچھا کیا غزوۂ حنین کے دن تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے کہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے تھے پھر کہا کہ میں نے حضور کو سفید دراز گوش پر دیکھا اور ابوسفیان اسکی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ درانحالیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ رجز پڑھ رہے تھے اَنَا النَّبِیُّ لَاکَذِبْ، اَنَا ابنُ عبدِ المطلب یعنی

میں وہ نبی ہوں جو جھوٹا نہیں اور میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔ پس اُس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی بہادر نہ دیکھا گیا۔ ایک راوی کا کہنا ہے کہ آپ اپنے دراز گوش (خچر) سے اُتر گئے تھے۔

مسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جب مسلمان اور کافر گتھم گتھا ہو گئے۔ اور مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دراز گوش (خچر) کو ایڑ لگا کر کفار کی طرف بڑھتے تھے۔ اور میں اسکی لگام پکڑے ہوئے تھا۔ اور آپ کو روکتا تھا کہ جلدی نہ کریں یہانتک کے ابوسفیان نے آپ کی رکاب پکڑلی۔ پھر پکارا اے مسلمانو! (آخر حدیث تک)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غُصّہ فرماتے۔ حالانکہ آپ کا غضب صرف اللہ کے لئے ہوتا۔ تو کوئی چیز آپ کے غضب کی تاب نہ لا سکتی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کسی کو بہادر، صاحب حوصلہ، سخی اور ہر معاملہ میں خوش نہ دیکھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی شدت اختیار کر جاتی اور آنکھیں سُرخ ہو جاتیں تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچاؤ کی فکر کرتے۔ لیکن آپ سے زیادہ کوئی بھی دشمن کے قریب نہ ہوتا۔ بدر کے دن بیشک تم نے مجھ کو دیکھا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں تھے۔ اور آپ ہم سے آگے دشمن کے قریب تھے۔ اور اُس دن سب سے بڑھکر آپ لڑائی میں تھے۔ اور کہتے

ہیں کہ بہادر وہی گنا جاتا تھا جو دشمن کے قریب ہونے کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نزدیک ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ دشمن کے قریب ہوتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بہتر، سب سے زیادہ سخی، اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ کے لوگ گھبرا گئے اور لوگ آواز کی جانب چل پڑے تو (دیکھتے ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جانب سے واپس آرہے ہیں۔ گویا آپ اس آواز کی طرف پہلے ہی پہنچ گئے تھے، اور خیر کی خبر لائے تھے۔ آپ ابو طلحہ کے گھوڑے پر بلا زین و کاٹھی سوار ہو کر تلوار گلے میں لٹکا کر تشریف لے گئے تھے۔ آپ فرماتے تھے ہرگز خوفزدہ نہ ہو۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کے مقابل ہوتے تو مسلمانوں میں سے سب سے پہلے حملہ کرتے۔

اور جب ابی ابن خلف (منافق) نے یوم احد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ کہتا تھا کہاں ہیں محمد! اگر وہ بچ گئے تو میری خیر نہیں، بدر کے دن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اس سے فدیہ لیا گیا تو اُس نے کہا تھا میرے پاس ایک گھوڑا ہے اسکو روزانہ ایک رطل بھر چنے کا ٹوکرا کھلا کر پالوں گا تاکہ اس پر سوار ہو کر آپ کو (معاذ اللہ) شہید کروں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (او بدبخت) ان شاء اللہ میں ہی تمکو قتل کروں گا پس جب جنگ اُحد میں اُسنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تیزی سے گھوڑا بڑھا کر حضور پر حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں نے اس کا راستہ روک لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کا راستہ

چھوڑ دو۔ (اسی طرح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن صمہ سے مبارزت فرمائی۔ تو آپ نے اسکو اسطرح جھنجوڑا کہ کفار ایسے بھاگے۔ جسطرح اونٹ کی کمر سے مکھی بھنبھناتی اڑتی ہے جب اونٹ حرکت کرتا ہے۔ پھر آپ نے اُسکا مقابلہ فرمایا۔ اور اُسکی گردن میں اس شدت سے نیزے کی انی ماری کہ وہ گھوڑے سے پر قلابازی کھاتا، لڑکھڑاتا گرا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اُسکی ایک پسلی توڑ دی۔ جب قریش کی طرف واپس لوٹا تو وہ کہتا تھا، مجھکو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ اور قریش کہتے تھے کچھ مضائقہ نہیں۔ اس پر اُس نے کہا اگر وہ لوگ اس درد کا احساس کرتے مجھکو ہوا تھا۔ تو میں ان سب کو قتل کر دینا۔ کیا یہ نہ کہا تھا کہ میں تجھکو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک دیتے تو یقیناً وہ مجھ کو قتل کر دیتے۔ غرضیکہ وہ مقام سرف میں مکہ واپس آتے آتے مرگیا۔

فصل پانزدہم (۱۵)

حیاء و چشم پوشی

حیاء و چشم پوشی حیا وہ ایک ایسی رقت ہے جو انسان کے چہرے پر اس وقت نمودار ہوتی ہے۔ جب وہ کسی مکروہ عمل کو دیکھے یا ایسے کام کو دیکھے جس کا نہ کرنا بہتر ہو۔ اغضاء یعنی چشم پوشی۔ یہ ایک وہ صفت ہے جب انسان کسی ایسی چیز کو دیکھے جسکو اپنی طبیعت سے برا جانتا ہو۔ پھر اسی سے منہ پھیرے

تو اس میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ حیا فرمانے والے اور اس سے بڑھکر غض بصر یعنی چشم پوشی کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ ذٰلِکُم کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ

الآیہ (پ ۲۲ ع ۴) بیشک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے۔ **حدیث**:۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری سے زیادہ حیا والے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے کراہت فرماتے تو ہم حضور کے چہرہ انور سے پہچان جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور لطیف تھا۔ ظاہری جلد باریک تھی۔ آپ حیا کی وجہ سے جس بات کو مکروہ سمجھتے اس سے رو در رو (بالمشافہ) کلام نہ کرتے۔ یہ آپ کی تعریف النفسی تھی۔

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی کی طرف سے کوئی ناگوار اطلاع ملتی تو آپ یہ نہ فرماتے کہ فلاں کا کیا حال ہے، وہ ایسا کہتا ہے۔ بلکہ آپ یہ فرماتے فلاں قوم کیا کرتی ہے۔ یا فلاں قوم کیا کہتی ہے۔ اس سے انکو باز رہنے کی تلقین فرماتے اور ایسا کرنے والے کا نام نہ لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ کی بارگاہ اس طرح حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے کچھ نہ فرمایا۔ اور آپ کسی کی موجودگی میں ناگوار بات کی نسبت کلام نہ فرماتے تھے۔ پس جب وہ چلا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ تم اس سے کہہ دیتے کہ اُسکو دھو ڈالو۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم کو کہہ دیتے کہ اُسکو اُتار دے۔ (تو وہ اُتار دیتا)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش گو تھے اور نہ عمداً فحش بات کہتے۔ اور نہ بازاروں میں چلا کر چلا کر باتیں کرتے اور نہ برائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے۔ لیکن اُسکو معاف کر دیتے درگزر فرماتے۔ بروایت عبداللہ

بن سلام اور عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہما توریت میں ایسا ہی مروی ہے۔ انہیں سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیاء کی وجہ سے کسی کے چہرے پر نظر جما کر باتیں نہ فرماتے تھے۔ اور آپ کسی کی مکروہ بات کو اضطراراً کنایۃً فرما دیتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے کبھی حضور کا ستر نہ دیکھا۔

فصل شانزدہم ۱۶

حسن ادب و معاشرہ اور اخلاق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن معاشرہ، آپ کا ادب، اور لوگوں سے آپکا وسعت اخلاق احادیث صحیحہ میں بکثرت مذکور ہیں

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف جمیل میں فرماتے ہیں کہ آپ کا اور لوگوں سے زیادہ کشادہ سینہ اور سب سے بڑھکر صادق المقول اور سب سے زیادہ نرم طبیعت اور سب سے برتر معاشرہ و برتاؤ تھا۔

حدیث :- قیس ابن سعد سے بالاسناد مروی کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اس واقعہ کو ذکر کرتے ہوئے آخر میں کہا کہ جب آپ نے لوٹنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا دراز گوش (خچر) پیش کر کے اس پر ایک کمبل ڈال دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے۔ حضرت سعد نے قیس سے کہا تم حضور کی مصاحبت میں ساتھ جاؤ۔ قیس کہتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سوار ہو جاؤ، میں نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا یا تو سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ

مجبوراً میں واپس آگیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے فرمایا تم آگے بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ سواری کا مالک اس کا زیادہ مستحق ہے۔ کہ وہ آگے بیٹھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے الفت فرماتے اور ان سے نفرت نہ کرتے تھے۔ اور آپ ہر قوم کے با اخلاق فرد کی تکریم کرتے اور انکو ان پر حاکم مقرر کرتے (بدخلق) لوگوں کو خوف خدا دلاتے اور ان سے احتراز فرماتے نہ یہ کہ ان سے منہ پھیر لیں یا بدخلقی کریں۔ اپنے صحابہ کی نگرانی فرماتے اور اپنے ہمنشیں کو اس کا حصہ مرحمت فرماتے۔ حاضر مجلس میں کوئی یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی اور بھی اس سے بڑھکر آپ کے نزدیک مکرم ہے۔ جو شخص بھی آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی ضرورت سے زیادہ قریب ہوتا۔ تو حضور صبر فرماتے یہانتک کہ وہ خود ہی اٹھکر چلا جائے تو چلا جائے اور جو شخص بھی اپنی حاجت کیلئے آپ سے سوال کرتا تو اسکو دیکر بھیجتے یا اس سے نرم بات کرتے۔ غرضیکہ آپ کا اخلاق اسقدر وسیع تھا کہ تمام لوگوں پر وہ محیط تھا۔ گویا آپ سب کے باپ (بلکہ اس سے بڑھکر) تھے اور تمام مسلمان آپکے نزدیک حق میں مساوی تھے۔ ابن ابی حالہ بھی آپ کی یہی تعریف کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ خوش رو، خوش خلق، اور نرم دل رہتے اور آپ سے کبھی بھی بدخلقی، بد کلامی، بازار میں چلا کر بولنا، بدگوئی، اور عیب چینی صادر نہ ہوئی۔ اور نہ آپ خواہ مخواہ کسی کی مدح سرائی کرتے۔ جس چیز کو نہ چاہتے اس سے تغافل کرتے، اور کوئی آپ سے مایوس نہ ہوتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک۔ الآیۃ (پ ۴ ع ۸)

تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے۔ کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے۔ اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو بیشک وہ تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے

اور فرماتا ہے۔ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ الآیہ (پ۲۴ ع ۱۹) برائی کو بھلائی سے دُور کریئے۔

جو آپ کو بلاتا آپ اُسکی سنتے، جو ہدیہ پیش کرتا قبول فرماتے تھے۔ اگرچہ ایک ٹکڑا گوشت ہی کا ہوتا۔ اور آپ اس کا بدلہ دیتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا ہوں۔ آپ نے کبھی بھی مجھ سے اُف نہ فرمایا۔ اور نہ کبھی میرے کسی کام کو کہا کہ یہ کیوں کیا۔ اور نہ کبھی نہ کرنے پر یہ فرمایا یہ کیوں نہ کیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی شخص نہ تھا۔ اور آپ کے صحابہ یا گھر والوں میں سے کوئی بھی حضور کو بلاتا آپ لبیک ہی فرماتے۔

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی مجھے نہ روکا اور جب بھی مجھے دیکھتے تو آپ مسکرا دیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے خوش کلامی بھی فرماتے اور اُن سے ملکر بیٹھتے اور اُن سے باتیں کرتے اور اُن کے بچوں کو پیار کرتے گود میں بٹھلاتے اور آزاد مرد، غلام باندی، اور غریب کی دعوت قبول فرماتے اور عیادت (بیمارپرسی) شہر کے آخر کونے تک جاکر کرتے اور کسی معذور کا عذر قبول فرماتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس نے کان میں بات کی تو آپ اس وقت اس کی سماعت فرماتے جبتک وہ خود علیحدہ نہ ہوجاتا۔ اور جو کوئی بھی آپ کا دست مبارک پکڑ لیتا آپ اس سے اسوقت تک ہاتھ نہ چھڑاتے جبتک وہ خود نہ چھوڑ دیتا۔ اور کبھی یہ نہ دیکھا گیا کہ آپ نے اپنے ہمنشین سے آگے گھٹنے کرکے بیٹھے ہوں۔ اور

جو بھی حضور سے ملاقات کرتے تو اس سے پہلے سلام کرتے۔ اور اپنے صحابہ سے پہلے خود مصافحہ فرماتے۔ اور کبھی یہ نہ دیکھا گیا کہ آپ نے اپنے صحابہ کے سامنے پائے اقدس پھیلا کر بیٹھے ہوں کہ اُن سے جگہ میں کسی کیلئے تنگی ہو۔ اور آپ اسکی عزت کرتے جو بھی حاضر بارگاہ ہوتا۔ اور بسا اوقات اس کے لئے اپنا کپڑا یا اپنے نیچے کا بستر بچھا دیتے۔ اور اسکو اسپر بیٹھنے کی تاکید فرماتے اگر وہ انکار کرتا۔ اپنے صحابہ کی کنیت مقرر فرماتے۔ اور اُن کو انکے اچھے ناموں سے مخاطب کرتے۔ یہ انکی عزت افزائی تھی۔ آپ کسی کی بات کو قطع نہ فرماتے اگر اسکی بات لمبی ہو جاتی تو یا تو منع کر دیتے یا کھڑے ہو جاتے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ یا تو انتہا تک سماعت فرماتے یا خاموش بیٹھے رہتے۔

یہ بھی مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اس حالت میں آیا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ نماز کو مختصر کر کے اس سے مطلب پوچھتے جب آپ اس سے فارغ ہو جاتے تو پھر نماز شروع کر دیتے۔ آپ لوگوں سے زیادہ تبسم فرماتے اور اُن سے پاکیزہ تر تھے۔ جبتک کہ آپ پر قرآن نازل نہ ہوتا یا وعظ و خطبہ نہ فرماتے ہوتے۔

حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں۔ میں نے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر تبسم نہ دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز فجر کے بعد مدینہ منورہ کی باندیاں پانی بھرا برتن لاتیں اور حضور ہر ایک برتن میں اپنا دست مبارک ڈالدیتے اور بسا اوقات سردی کا موسم بھی ہوتا تھا۔ اس سے لوگ تبرک حاصل کرتے تھے۔

فصل ہفدہم (۱۷)

شفقت، مہربانی اور رحمت

شفقت و مہربانی اور رحمت تمام مخلوق پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رءوف رحیم (پ ۱۱ ع ۵) ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحم فرمانے والے۔

اور فرماتا ہے۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین (پ ۱۷ ع ۵) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لیئے۔

بعض علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ناموں سے دو نام اس آیۃ کریمہ بالمؤمنین رءوف رحیم میں عطا فرمائے اور اسی کی مثل ابوبکر بن فوراک نے بھی نقل کیا ہے۔

حدیث:- ابن شہاب سے بالاسناد مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فرمایا۔ اور غزوۂ حنین کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان ابن امیہ کو سو اونٹ غنیمت دیئے۔ پھر سو اونٹ پھر سو اونٹ۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب نے ہم سے کہا صفوان کہتا تھا کہ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ مجھے عطا فرمایا بہت عطا فرمایا۔ حالانکہ میں حضور کو مخلوق میں سب سے برا سمجھتا تھا۔ لیکن حضور مجھے برابر عنایت فرماتے رہے۔ یہانتک کہ اب میرا یہ حال ہے کہ مخلوق میں حضور سے بڑھکر کوئی میرا محبوب نہیں۔

مروی ہے کہ ایک دیہاتی نے آکر حضور سے کچھ مانگا۔ حضور نے اسکو عنایت

فرما دیا۔ پھر فرمایا کیا میں نے تم پر احسان کیا ہے۔ اُس نے کہا نہیں! اور نہ تم نے کچھ احسان کیا اس پر مسلمان غضبناک ہوئے اور اُس کے مارنے کو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے اُنکو اشارے سے روک دیا۔ پھر حضور کھڑے ہوئے اور اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے۔ اور اُسکی طرف مزید مال بھیجا پھر فرمایا کیا میں نے تم پر احسان کیا۔ اُس نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ آپکو اہل وعیال کی جانب سے برکت دے۔ پھر اُس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے مجھ سے جو کہا کہا لیکن میرے صحابہ کے دل میں تیری طرف سے انقباض ہے اگر تو پسند کرے تو تو ان کے سامنے بھی وہی کہدے جو تو نے مجھ سے کہا ہے تاکہ تیری طرف سے ان کے دل بھی صاف ہو جائیں۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ جب دوسرا دن آیا یا شام آئی تو وہ اعرابی آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ وہی دیہاتی ہے۔ اُس نے جو کچھ کہا کہا پس میں نے اُسکو کچھ اور دیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ راضی ہو گیا۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے۔ اس دیہاتی نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ آپکو اہل وعیال کی جانب سے برکت دے۔ اُس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جسکی اونٹنی ہو اور وہ بھاگ جائے۔ پھر لوگ اس کے پیچھے دوڑیں مگر وہ اونٹنی قریب ہونے کی بجائے دور ہی بھاگتی جائے۔ اسوقت اس کا مالک اُن سے کہے کہ میرے اور اونٹنی کے معاملہ میں تم دخل مت دو۔ میں اس کے لئے تم سے زیادہ نرم ہوں اور وہ خوب جانتی ہے پس وہ اونٹنی کے آگے سے آیا اور زمین کی سبزی دکھا کر اسکو پکڑ لیا اور لوٹا لایا۔ یہانتک کہ وہ آگئی اور بیٹھ گئی۔ اور اُس کے اوپر کجاوہ باندھ دیا اور اُس پر سیدھا بیٹھ گیا۔ اور اگر میں تم کو چھوڑ دیتا۔ جیساکہ اُس نے کہا تھا تو تم اس کو قتل کر

دیتے اور وہ جہنم میں جانا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا مجھے تم میں سے کوئی میرے صحابہ کے بارے میں کچھ نہ پہنچائے۔ پس میں اسکو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ جب میرا تمہاری طرف گزر ہو تو میرا دل صاف ہو۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت پر شفقت، تخفیف، اور اُن پر آسانی اسقدر منظور تھی کہ بعض وہ باتیں ناپسند فرماتے تھے جنمیں یہ خوف ہو کہ کہیں اُنپر فرض نہ ہو جائے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر امت کے بارے مجھے یہ بات شاق نہ ہوتی تو میں انکو حکم دیتا کہ وہ ہر وضو کیساتھ مسواک ضرور کریں۔ اور رات کی نماز (تہجد) اور صوم وصال (پے در پے روزے رکھنا) سے صحابہ کو منع فرمانا اور عمارت کعبہ میں داخل ہونے کو اس لیئے ناپسند فرمانا کہ کہیں امت دشواری میں نہ پڑ جائے۔ اور رب تعالیٰ سے اس کی آرزو کرنا کہ میرا سب اور لعنت (کفار پر) کرنا اُمت کے لیئے رحمت کر دے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک کہ جب کسی بچے کے رونے کی آواز کو نماز میں سُنا تو اپنی نماز کو مختصر کر دیتے۔
(یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتوں میں سے ہے)
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقتوں میں سے یہ بات بھی تھی کہ اپنے رب سے دُعا مانگی اور اس کا عہد لیا کہ میں جس شخص کو بھی بُرا کہوں یا لعنت بھیجوں تو اے مولا تو اسکو اس شخص کے لیئے سبب پاکیزگی، رحمت، دُعا طہارت اور ایسی قربت جو قیامت کے دن مجھ سے نزدیک کر دے بنا دے۔ اور جب کوئی قوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتی تو حضرت جبریل حاضر ہو کر عرض کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں آپکے قوم کی

وہ باتیں جو آپ کی تردید کرتی ہیں سنی ہے۔ اور بیشک پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کا حکم بجالائے جو کچھ کہ آپ کی مرضی ہو۔ پھر پہاڑوں کے فرشتہ نے آپ کو پکارا اور حضور پر سلام عرض کیا اور کہا مجھے جو چاہے حکم دیجئے۔ اگر آپ چاہیں تو دونوں پہاڑ اُن پر اُلٹ دوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلکہ میں تو اس کی خواہش رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے وہ لوگ پیدا فرمائے جو صرف اللہ کی عبادت کریں اور اسمیں وہ کسی کو شریک نہ کریں۔ ابن منکدر روایت کرتے ہیں کہ جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان زمین اور پہاڑوں کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کی اطاعت کریں۔ آپ نے فرمایا میں اپنی امت (دعوت) کو ڈھیل دیتا ہوں۔ شاید کہ اللہ ان سے توبہ نصیب کرے۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کو پسند فرمایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری حالت و طبیعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ فرمایا کرتے تھے۔ بخوف اس بات کے کہ ہم اکتا نہ جائیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی کہ وہ ایک ایسے اونٹ پر سوار ہوئیں۔ جو سخت مزاج تھا۔ اُسکو آگے پیچھے کرنے لگیں (تاکہ سیدھا ہو جائے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نرمی اختیار کرو۔

فصل ہیژدھم (۱۸)

وفا، حسن عہد اور صلہ رحمی | حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ میں وفا، حسن عہد اور صلۂ

رحمی یہ ہے کہ۔

حدیث:۔ عبداللہ بن حمساء سے بالاسناد مروی۔ وہ کہتے ہیں کہ بعثت یعنی اظہار نبوت سے قبل میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ خرید و فروخت کا کیا تھا۔ اس کا کچھ روپیہ باقی رہ گیا تھا میں نے وعدہ کیا کہ میں اسی جگہ آگر آپ کو روپیہ ادا کروں گا۔ میں بھول گیا تین دن کے بعد مجھے یاد آیا میں آیا دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنوز اسی جگہ تشریف فرما ہیں آپ نے فرمایا اے جوان! تو نے مجھے تکلیف دی تین دن سے اسی جگہ تیرا انتظار کر رہا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی ہدیہ لاتا تو آپ فرماتے اسکو فلاں عورت کے گھر لیجاؤ۔ جو ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی ہے۔ وہ عورت ان کو بہت محبوب رکھتی تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے جس قدر حضرت خدیجہ پر غیرت کھائی ہے کسی عورت پر اتنی غیرت نہ کھائی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں ذکر کرتے سنا ہے۔ جب بھی آپ بکری ذبح فرماتے تو انکی سہیلیوں کو ضرور ہدیہ ارسال فرماتے۔ آپ سے ان کی بہن نے اجازت مانگی تو آپ ان کے آنے سے خوش ہوئے ایک عورت حضور کی خدمت میں آئی۔ آپ نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور اچھی طرح خیریت دریافت کی۔ جب وہ چلی گئی تو فرمایا یہ عورت حضرت خدیجہ کے زمانے میں آتی تھی۔ ایمان کی خوبیوں میں سے حسن سلوک بھی ہے۔

بعض علماء نے آپ کی یوں تعریف بیان کی ہے کہ آپ اپنے قرابت

داروں سے ملتے تھے۔ بغیر اس تخصیص کے کہ کون ان میں افضل ہے۔ (یعنی ہر ایک سے ملتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فلاں کی اولاد میرے ورثاء میں نہیں۔ سوائے اس کے کہ ان سے قرابت ہے۔ سو اس کی تری سے انکو ترجیح دیتا ہوں۔ یعنی ملتا ہوں۔

بلیشک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امامہ بنت زینب (نواسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے کندھے پر اُٹھا کر نماز پڑھی ہے۔ پس جب آپ سجدہ فرماتے تو اُن کو نیچے اُتار کر سجدہ کرتے پھر جب کھڑے ہوتے تو انکو اُٹھا لیتے۔

قتادہ سے مروی کہ نجاشی (بادشاہ حبش) کی طرف سے ایک وفد بارگاہ میں حاضر ہوا حضور نے کھڑے ہو کر استقبال کیا اور اُن کی تواضع کی۔ آپ کے صحابہ نے آپ سے عرض کیا ہم حضور کی طرف سے خدمت کیلئے کافی ہیں فرمایا یہ ہمارے صحابہ کی (بوقت ہجرت از مکہ تا حبش) خاطر کرتے رہے ہیں اب میری یہ خواہش ہے کہ میں ہی اُنکی خاطر کروں۔ اور جب آپ کی رضاعی بہن شیماء ہوازن کے قیدیوں میں آئی۔ اور اُس نے حضور کو پہچان لیا۔ تو آپ نے اس کے چادر شریف بچھادی۔ اور فرمایا اگر تم میرے پاس عزت و محبت سے رہنا چاہو تو رہ سکتی ہو۔ ورنہ میں تمہیں کچھ سامان دیکر تمہاری قوم کی طرف لوٹا دوں۔ تو انہوں نے اپنی قوم میں جانا پسند کیا۔ آپنے سامان دے کر واپس کر دیا۔

ابو الطفیل کہتے ہیں کہ میں نے بچپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک عورت آئی۔ جب حضور کے نزدیک ہوئی۔ تو آپنے اس کے لیئے چادر بچھائی۔ میں نے کہا یہ عورت کون ہے صحابہ نے کہا کہ یہ حضور کی دائی ہیں

جس نے آپ کو دودھ پلایا ہے۔ عمرو بن صائب سے مروی کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ کہ آپ کے رضاعی والد آگئے آپ نے اُن کے لیئے چادر کا تھوڑا حصّہ بچھادیا وہ اُس پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں آپ کی (رضاعی) والدہ آگئیں تو آپ نے چادر کا دوسرا حصّہ بچھادیا، وہ اُس پر بیٹھ گئیں۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی آگئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ اور اُن کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ثویبہ باندی ابولہب کو اپنے دودھ پلائی کے صلہ میں کپڑے بھیجا کرتے تھے۔ پھر جب وہ فوت ہوگئی۔ تو آپ نے اُس کے قرابت داروں کو دریافت کیا، کہا گیا کہ کوئی باقی نہیں ہے۔

حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ خوش ہیں! خُدا کی قسم اللہ تعالیٰ ہرگز آپ کو رسوا نہ کریگا۔ کیونکہ آپ صلۂ رحمی کرتے ہیں۔ اور کُل کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، فقیر کو کھلاتے اور مہمان کی تواضع کرتے ہیں۔ اور مصیبتوں پر حق کی مدد کرتے ہیں۔

فصل نوازدہم ۱۹

تواضع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تواضع کرنا، باوجودیکہ آپ جلیل المنصب اور رفیع المرتبت ہیں۔ پس حضور لوگوں میں سب سے بڑھکر متواضع تھے۔ اور تکبر آپ سے معدوم تھا۔ اس خصوص میں تمکو صرف یہ حدیث کافی ہے کہ حضور کو اختیار دیا گیا کیا آپ نبی بادشاہ ہونا پسند کرتے ہیں یا نبی بندہ؟ تو آپ نے نبی بندہ ہونا پسند فرمایا۔ اس وقت آپ سے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ کی اسی تواضع کی بنا پر اللہ تعالیٰ قیامت کے

دن آپ تمام اولاد آدم کی سرداری مرحمت فرمائے گا۔ اور آپ ہی وہ پہلے شخص ہوں گے جو شفاعت کریں گے۔

حدیث:۔ ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عصاء مبارک پر ٹیک لگائے جب ہم پر تشریف لائے، تو ہم آپ کے لئے کھڑے ہوگئے۔ آپنے فرمایا عجمیوں کی طرح نہ کھڑے ہو کہ وہ ایک دوسرے کی یونہی تعظیم کرتے ہیں۔ اور فرمایا میں تو ایک بندہ ہوں۔ اسی طرح کھاتا ہوں جسطرح بندہ کھاتا ہے۔ اور اسی طرح بیٹھتا ہوں جسطرح بندہ بیٹھتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش (خچر) پر سوار ہوتے تو کسی کو اپنے پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے۔ اور مسکینوں کی عیادت کرتے اور غریبوں میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اور غلاموں کی دعوت قبول کرتے اور اپنے صحابہ میں مل جل کر اسطرح بیٹھ جایا کرتے تھے کہ جہاں جگہ ملتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اتنا نہ بڑھاؤ جتنا نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بڑھایا (کہ انہوں نے خدا کا بیٹا مان لیا معاذ اللہ) میں تو بندہ ہی ہوں تو مجھ کو اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول کہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت جسکی عقل میں خلل تھا آئی۔ اُسنے کہا مجھے آپ سے ایک حاجت ہے آپنے فرمایا اے ام فلاں، تو مدینہ کے جس راستہ پر چاہے بیٹھ جا میں وہیں بیٹھکر تیری ضرورت پوری کردوں گا۔ وہ بیٹھ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھ گئے۔ یہانتک کہ اُس کی ضرورت پوری ہوگئی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دراز گوش (خچر) پر سوار ہوتے تھے۔ اور غلاموں کی دعوت قبول فرماتے تھے۔

بنی قریظہ کے دن آپ درازگوش پر سوار تھے جسکی مہار کھجور سے بٹی ہوئی رسی کی تھی، اور اُس پر پالان تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ جو کی روٹی اور باسی سالن پر بلائے جاتے تو بھی دعوت قبول فرما لیتے تھے۔ اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے کجاوہ پر حج فرمایا۔ اس پر جو صوف کی چادر تھی۔ وہ چار درہم سے زیادہ کی نہ تھی، اسی حال میں آپ نے یہ دُعا مانگی۔ اے اللہ اس کو خالص حج بنا جس میں ریا و نمود نہ ہو۔ حالانکہ یہ حج آپ نے اُس وقت کیا تھا جب آپ پر زمین کے خزانے کھول دیئے گئے تھے۔ اور اس حج میں سو اونٹ ہدی (قربانی) کے لئے ساتھ لے گئے تھے۔

اور جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور آپ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ اس میں داخل ہوئے۔ تو آپنے اللہ کے حضور میں عاجزی و تواضع سے سر کو پالان پر جھکا دیا تھا۔ یہانتک کہ قریب تھا کہ اُس کے اگلے لکڑی کے سرے پر آپ کا سر لگ جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متواضعانہ حالات میں سے ایک آپکا یہ ارشاد بھی ہے، کہ مجھ کو یونس ابن متیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ اور نہ انبیاء کے درمیان فضیلت دو اور نہ مجھکو موسیٰ علیہ السلام پر پسند کرو۔ اور ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کے مستحق ہیں جتنی دیر حضرت یوسف علیہ السلام قیدخانہ میں رہے ہے، اتنے دن میں رہتا تو بلانے والے کی پکار کو مان لیتا۔ اور آپ نے اُس شخص سے فرمایا جس نے آپ کو یا خیر البریہ کہا تھا۔ یہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت ہے۔ عنقریب ان احادیث پر اسکے بعد انشاء اللہ بحث آئے گی۔

ام المومنین حضرت عائشہ، حسن اور ابی سعید وغیرہ رضی اللہ عنہم سے آپ کی تعریف میں مروی ہے اور بعضوں نے کچھ زیادہ بھی کیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں اپنے اہل خانہ کا کام میں ہاتھ بٹاتے اور اپنے کپڑوں کو صاف فرماتے اور اپنی بکری کا دودھ دوہتے اور اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے، اپنی نعلین گانٹھتے، اپنی خدمت آپ کرتے اور گھر کی صفائی کرتے اور اونٹ کے عقال ڈالتے، اور اسکو چارہ دیتے، اور خادم کے ساتھ کھانا ملاحظہ فرماتے، اور خادمہ کے ساتھ آٹا گندھواتے۔ اور بازار سے اپنا سامان خود لاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ اہل مدینہ کی باندیوں سے کوئی باندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ لیتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں چاہتی لے جاتی۔ یہاں تک کہ آپ اس کا کام کر دیتے۔

ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا، حضور کے رعب سے اُس کے بدن پر رعشہ آگیا، آپ نے فرمایا خوفزدہ نہ ہو، میں بادشاہ نہیں ہوں، میں تو قریش کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھاتی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار گیا۔ آپ نے قبا خریدی اور تولنے والے سے کہا اسکو جھکتا تول، پورا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ وزن کرنیوالا جلدی اٹھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دینے لگا۔ آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا ایسا ہی عجمی اپنے بادشاہوں سے کرتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوا۔ میں تو تم میں سے ایک مرد ہوں۔ پھر آپ نے قبا لے لی۔ میں آگے بڑھا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھ لے لوں۔ آپ نے فرمایا

شئے کا مالک اس کا زیادہ حقدار ہے کہ وہی اُسکو اُٹھائے۔

فصل بستم (۲۰)

عدل، امانت، عفت اور صدق دل (راست گوئی)

حضور صلی اللہ علیہ کا عدل و انصاف، امانت و پاکبازی اور سچائی کا حال یہ ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ امانتدار، سب سے بڑھکر آپ کا انصاف، اور ان میں سب سے زیادہ پاکباز اور راست گو تھے۔ جب سے آپ دنیا میں تشریف لائے، ان کا آپکے سخت سے سخت تر دشمن اور مخالف کو بھی اعتراف تھا۔ اور اظہار نبوت سے قبل آپ کو امین کہکر مخاطب کرتے تھے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپکو امین اس لئے کہا جاتا تھا۔ کہ آپ میں اللہ تعالیٰ نے اخلاق صالحہ جمع فرما دئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ (پ ۳۰ ع ۷) کی تفسیر اکثر مفسرین یہی کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

جب قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں اختلاف ہوا کہ کون حجر اسود کو نصب کرے تو اُنہوں نے فیصلہ کیا جو سب سے پہلے داخل ہو وہ نصب کرے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے۔ یہ واقعہ قبل اظہار نبوت کا ہے قریش نے بیکزبان کہا کہ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ امین ہیں ہم ان سے راضی ہیں۔

ربیع ابن خیثم سے مروی ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں اس سے پہلے لوگ اپنے مقدمات فیصلے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میں آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین۔

حدیث: حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے بالاسناد مروی ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل نے کہا ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں۔ بلکہ جو آپ لیکر آئے ہیں۔ اُس کی تکذیب کرتے ہیں۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ۔
لایکذبونك الآیہ (پ ۷ ع ۱۰) وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے ہیں۔ نازل فرمائی۔
اس کے علاوہ دوسروں نے بھی کہا ہے کہ ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے اور نہ ہم یہ آپ جھوٹے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ اخنس بن شریق ابوجہل سے بدر کے ملا۔ اُس نے کہا اے ابوالحکم! اس وقت میرے اور تمہارے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ جو ہماری باتوں کو سُنے مجھے بتلاؤ کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں یا جھوٹے ابوجہل نے جواب دیا کہ خُدا کی قسم بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بالکل سچے ہیں اور اُنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

ہرقل (بادشاہ روم) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابوسفیان سے دریافت کیا کہ کیا تم اُن کو اظہار نبوت سے پہلے جھوٹا پاتے تھے؟ ابوسفیان نے کہا نہیں!

نضر بن حرث نے قریش سے کہا کیا تم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپنا نہیں گذارہ ہے کیا تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ اور تم سب سے زیادہ راست گو اور تم میں سب سے بڑھکر امانتدار تھے۔ یہانتک کہ جب تم نے ان میں کنپٹی کے بالوں میں سفیدی دیکھی اور تمہارے پاس خُدا کا کلام لائے تو تم کہنے لگے کہ وہ ساحر جادوگر ہیں۔ نہیں خُدا کی قسم وہ جادوگر نہیں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک حدیث میں ہے کہ آپکے ہاتھوں نے کبھی اس عورت کے ہاتھ کو نہ چھوا، جو آپ کی ملک میں نہ ہو (یعنی بیوی یا باندی نہ ہو۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ہے۔ ذکر ہے

کہ آپ لوگوں میں سب سے بڑھ کر راست گو تھے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ تجھ پر افسوس ہے کہ اگر میں ہی عدل نہ کروں تو پھر کون عدل کریگا۔ اگر میں عدل نہ کروں تو میں نقصان و خسارہ میں ہوں۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب بھی حضور کو دو کاموں میں سے ایک کے اختیار کرنے کو کہا گیا۔ تو آپ نے جب تک اس میں گناہ نہ ہو آسان کو اختیار کیا۔ اور اگر اس میں گناہ ہو تو اور لوگوں سے زیادہ اُس میں بچتے تھے۔

ابو العباس مبرد فرماتے ہیں کہ کسریٰ (ایران کا بادشاہ نوشیرواں) نے اپنے دنوں کو اسطرح تقسیم کر رکھا تھا اور کہتا کہ ہوا کا دن سونے کے لیئے، ابر کا دن شکار کے لئے، بارش کا دن پینے کھیلنے کے لیئے اور سورج یعنی روشنی کا دن ضروریات کیلئے مناسب ہے۔ ابن خالویہ کہتے ہیں وہ (نوشیرواں) ان میں دنیاوی سیاست کا بہتر جاننے والا تھا۔ (جیسا کہ قرآن کریم میں ہے)

یعلمون ظاهرا من الحیٰوة الدنیا وهم عن الاخرة هم غافلون۔ پ۲۱ ع۹	وہ دنیا کی ظاہری زندگی کو تو جانتے ہیں لیکن وہ آخرت سے بے پرواہ ہیں

لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دن کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اللہ کیلئے۔ اور ایک حصہ اپنے اہل کے لیئے اور ایک حصہ اپنے لیئے۔ پھر اپنے حصہ کو بھی اپنے اور دوسرے لوگوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ پس آپ خاص لوگوں سے عام لوگوں کی مدد لیا کرتے تھے، اور فرماتے تم لوگ ان محتاج و غریب لوگوں کی حاجتیں مجھ تک پہنچاؤ جو میرے پاس تک نہیں آسکتے ہیں کیونکہ جو شخص ایسے لوگوں کی حاجت پہنچاتا ہے جو خود نہیں پہنچا سکتا، اللہ تعالیٰ اس کو بڑی گھبراہٹ والے دن (قیامت) میں امن دے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسیکو دوسرے شخص کے

گناہ کے بدلے نہیں پکڑا کرتے تھے۔ اور نہ کسی کی تصدیق دوسرے کے خلاف کرتے تھے۔ ابو جعفر طبری نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ میں نے کبھی جاہلیت کے دور میں اہل جاہلیت کے کاموں کے کرنے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ سوائے دو مرتبہ کے پھر ان دونوں کاموں میں اللہ تعالیٰ میرے اور میرے ارادہ میں حائل ہو گیا۔ پھر میں نے کبھی ارادہ نہیں کیا۔ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رسالت سے مشرف کیا۔ میں نے ایک رات اپنے ساتھی لڑکے سے کہا جو میرے ساتھ بکریاں چرایا کرتا تھا۔۔۔ اگر تو میری بکریاں سنبھال لے تو میں مکہ میں جا کر جوانوں کی طرح وہ باتیں کروں جو وہ کرتے ہیں پس میں اس ارادہ میں نکلا، یہاں تک کہ میں مکہ کے پہلے مکان میں آیا تو میں نے کسی کی شادی کے سلسلہ میں وہاں پر دف اور باجہ بجنے کی آواز کو سُنا۔ میں وہاں بیٹھ گیا کہ دیکھوں کیا گاتے ہیں۔ میرے کانوں پر غیبی طور پر کسی نے تھپکنا شروع کر دیا اور میں سو گیا پھر میں دن چڑھے ہی بیدار ہوا۔ اور لوٹ آیا۔ اور میں کچھ نہ کر سکا۔ پھر ایک دفعہ ایسا ہی ایک اور واقعہ پیش آیا۔ اس کے بعد پھر کبھی میں نے ایسا ارادہ نہیں کیا۔

فصل بست و یکم (۲۱)

وقار، خاموشی، بردباری، مروّت اور نیک سیرتی

حدیث:۔ خارجہ بن زید سے بالاسناد مروی کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ مجلس میں باوقار تھے۔ آپ کے اعضاء سے کوئی چیز نہ نکلتی (جو وقار کے خلاف ہو) ابو سعید خدری سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس میں تشریف رکھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے احتبا کر لیتے تھے۔ (یعنی گھٹنوں

کو کھڑا کر کے ان کو ہاتھوں یا کپڑے سے گھیر لینے کو اختباء کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر نشست احتباء پر ہوتی۔ جابر بن سمرہ سے مروی کہ آپ چہار زانو بیٹھتے اور کبھی بغیر احتباء تشریف رکھتے تھے، یہ قیلہ کی حدیث میں ہے۔

اور آپ خاموش طبیعت تھے کہ بلا ضرورت کلام نہ فرماتے تھے۔ جو اچھی بات نہ کہے اس سے پہلو تہی فرماتے تھے۔ اور آپ کا ضحک (ہنسنا) صرف مسکرانا ہوتا۔ آپ کی مجلس حلم وحیاء اور خیر و امانت کی مجلس ہوتی۔ اس میں زور زور سے بولنا نہ ہوتا۔ اور بے پردہ عورتیں نہ بیٹھتیں۔ جب آپ کلام فرماتے تو آپ کے صحابہ سر جھکا دیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اور آپ کی تعریف میں ہے کہ آپ آگے کو جھک کر اور نرمی سے چلتے تھے۔ گویا کہ اوپر سے نیچے کی طرف چل رہے ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جب آپ چلتے تو اپنے تمام اعضاء کو سمیٹ کر چلتے۔ اس شان کے ساتھ کہ نہ اس میں گھبراہٹ ہوتی اور نہ سستی۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ بہتر طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ترتیل و ترسیل تھی یعنی ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔

ابن ابی ہالہ کہتے ہیں کہ آپ کی خاموشی چار صفتوں پر مبنی تھی۔ حلم[۱] قوت[۲]، تقدیر[۳]، تفکر[۴]۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح باتیں کرتے کہ اگر شمار کرنیوالا شمار کرنا چاہے تو کر سکے۔ آپ عطر اور عمدہ بو کو پسند فرماتے اور ان دونوں کو اکثر استعمال فرماتے اور دوسروں کو ان کی تلقین کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے تمہاری دنیا میں سے

عطر اور بیوی محبوب ہے۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مروّت میں سے یہ ہے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں پھونکنے سے منع فرمایا اور اپنے سامنے جو قریب ہو اُس کے کھانے کا حکم دیا مسواک کرنے اور انگلیوں کے جوڑوں کو صاف کرنے اور خصال فطرت یعنی ختنہ کرنے موئے زیر ناف لینے، مونچھوں کے کترنے، ناخنوں کے کاٹنے، بغلوں کے بال لینے، کلی کرنے، داڑھی بڑھانے کا حکم دیا۔

فصل بست و دوم ۲۲

زہد ورع دنیا میں آپ کے زہد و رع کا حال اخبار و احادیث سے پہلے گزر چکا ہے۔ جو آپ کی سیرت طیبہ کے بیان میں اس کتاب میں آچکی ہیں۔ وہ تمہارے لیئے بہت کافی ہیں۔ اب یہاں مختصر سا بیان کافی ہے۔

آپ دنیا میں تھوڑے پر قناعت کرتے اور اُس کی نمود و نمائش سے اجتناب فرماتے تھے۔ حالانکہ تمام دنیا آپ کی وجہ پیدا کی گئی۔ اور آپ پر فتوحات بکثرت ہوئیں۔ باوجود اس کے آپ نے جب وصال فرمایا تو آپ کی ایک زرہ یہودی کے یہاں گھریلو اخراجات کے سلسلہ میں گروی پڑی ہوئی تھی۔ اور آپ یہ دُعا مانگا کرتے تھے۔ اللّٰھم اجعل رِزقَ آلِ محمدٍ قوتًا۔ اے اللہ رزق کو اولاد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے توشہ بنا۔

حدیث:۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالاسناد مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی تین دن متواتر شکم سیر ہو کر گیہوں کی روٹی نہ کھائی، یہانتک کہ آپ نے وصال فرمایا۔ دوسری روایت میں ہے کہ جَو کی روٹی دو دن متواتر شکم سیر ہو کر نہ کھائی۔ اگر چاہتے تو یقیناً اتنا ملتا کہ کسی

کے دل میں خطرہ ہی نہ رہتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے آپ نے کبھی گندم کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی یہانتک کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے وصال فرمایا۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں نہ دینار تھے نہ درہم اور نہ بکری تھی نہ اونٹ۔ عمرو بن حارث کی حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنے ترکہ میں کچھ نہ چھوڑا، سوائے ہتھیاروں اور ایک خچر اور تھوڑی زمین کے جو وہ بھی صدقہ کر دی گئی تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں اس حال میں انتقال فرمایا کہ کوئی چیز ایسی نہ تھی جو کوئی جگر والا کھاتا صرف ایک طاقچہ میں کچھ جو تھے۔ حالانکہ حضور نے فوراً مجھ سے فرمایا تھا کہ مجھ پر یہ پیشکش کی گئی تھی کہ مکہ کے میدان کو میرے لئے سونا کر دیا جائے۔ میں نے عرض کیا نہیں اے میرے رب! ایک دن بھوکا رہوں اور ایک دن کھاؤں جس دن میں بھوکا رہوں۔ اسدن تیری بارگاہ میں مناجات کروں اور تجھ سے دعا مانگوں اور جس دن کھاؤں اسدن تیری حمد کروں اور تیرا شکر کروں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ کی بارگاہ میں جبریل نے حاضر ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے اگر آپ پسند فرمائیں، تو ان پہاڑوں کو سونا کر دوں، جہاں آپ تشریف لے جائیں، آپ کے ساتھ جائیں۔ آپ نے تھوڑی دیر سر کو نیچا رکھا پھر فرمایا اے جبریل! دنیا تو اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہ ہو۔ اور اس کا مال ہے جس کا کہیں مال نہ ہو۔ اسکو وہی جمع کرتا ہے جسکو عقل نہ ہو۔ جبریل نے عرض کیا (اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ اس قول ثابت پر آپ کو ثابت قدم رکھے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم آل محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) کا یہ حال تھا کہ ایک ایک مہینہ گھر میں آگ تک روشن نہ ہوتی تھی، صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حال میں وصال فرمایا کہ آپ نے اور آپ کے اہل خانہ نے جَو کی روٹی سے بھی پیٹ نہ بھرا تھا۔ حضرت عائشہ اور ابوامامہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ مع اہلِ خانہ متواتر کئی کئی راتیں یونہیں گزارتے کہ کوئی چیز کھانے کی نہ پاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی نہ دستر خوان پر کھایا نہ پیالیوں میں اور نہ پتلی روٹی (چپاتی، پھلکہ) اور نہ مسلّم بکری آپ کے لئے کبھی تیار ہوتی۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا بستر جس پر آپ آرام فرماتے تھے، چمڑہ کا ہوتا جس میں کھجور کے ریشہ (جھاڑ) بھرے ہوتے۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر اپنے گھر میں کمبل کا ہوتا، جسکو دوہرا کر دیا جاتا تھا۔ آپ اس پر آرام فرماتے۔ ایک رات میں نے اس کی چار تہ کر دی۔ جب صبح ہوئی فرمایا تم نے رات میرے لئے کیا بستر بچھایا تھا۔ میں نے اس کو بیان کیا آپ نے فرمایا اسکو اپنے حال پہ چھوڑ دو۔ کیونکہ اس پر نیند نے مجھے رات کی نماز سے روک دیا۔ اور آپ کبھی کھجور کے چھلکوں سے بنی ہوئی چارپائی پر بھی آرام فرماتے جس سے آپ کے پہلو میں نشان پڑ جاتے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک کبھی بھی نہ بھرا اور نہ کبھی کسی سے اس کا شکوہ کیا۔ آپ کو شکم

سیر ہونے سے فاقہ زیادہ پسند تھا۔ بلاشبہ آپ ساری ساری رات بھوکے رہتے۔ مگر یہ بھوک اگلے دن کے روزہ کو نہ روکتی اگر آپ چاہتے تو روئے زمین کے خزانے، پھل، میوے، اور فراخ زندگی اپنے رب سے مانگ لیتے۔ اور جب میں آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تو آپ کی اس حالت اور بھوک کو دیکھکر رحم آتا اور رو پڑتی تھی۔ اور میں عرض کرتی میں آپ پر قربان اگر آپ دنیا میں سے اتنی غذا لے لیا کریں جو آپ کی بھوک کے لیئے کافی ہو۔ (تو کیا مضائقہ) آپ فرماتے اے عائشہ! مجھے دنیا سے کیا سروکار! میرے بھائی اولوالعزم رسولوں نے اس سے زیادہ شدائد و مصائب پر صبر کیا ہے۔ وہ اسی حال میں گزر گئے۔ اور اپنے رب کے حضور پہنچ گئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو عمدہ ٹھکانا دیا اور بہترین جزا عطا فرمائی۔ اور میں حیا کرتا ہوں کہ اگر یہاں خوشحالی میں رہوں تو کل ان سے کم درجہ میں رہوں۔ مجھے اس سے بڑھکر کوئی چیز محبوب نہیں کہ میں اپنے بھائیوں اور دوستوں (رسولوں) کے ساتھ جا ملوں۔ فرماتی ہیں اس کے بعد ایک مہینہ بھی قیام نہ فرمایا کہ آپ نے اپنی حیات ظاہری پوری کرلی (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۳
فصل بست و سوم

خشیت و طاعت اور مشقت و ریاضت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف و طاعت الٰہی کرنا اور اسکی عبادت میں مشقت برداشت کرنا یہ اپنے رب کے علم و معرفت کے موافق تھا۔ اسی لئے آپ نے اس حدیث میں فرمایا۔ جو

حدیث:۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھے جسقدر اللہ تعالیٰ کا علم و عرفان حاصل ہے۔ اگر تم جانتے

تو یقیناً تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ ہماری روایت میں ابو عیسیٰ ترمذی نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ زیادہ کیا ہے کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ آسمان چلاتا ہے اُس کو چلانا ہی چاہیے اس میں چار اونگل کی بھی ایسی جگہ نہیں جس میں کوئی فرشتہ اللہ کے لئے سجدہ نہ کرتا ہو۔ خدا کی قسم اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔ اور بستروں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرتے اور جنگل میں نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے۔ اور کہتے کاش میں درخت ہوتا جو کاٹا جاتا۔ یہ کلام ابو ذر سے مروی ہے۔ اور یہ ہی صحیح ہے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی نمازیں پڑھا کرتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک پھول گئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ اتنی نمازیں پڑھتے تھے کہ آپ کے قدم متورم ہو جاتے تھے۔ آپ سے کہا گیا آپ کیوں اتنی مشقت برداشت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام ذنوب معاف فرما دیئے ہیں۔ فرمایا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں۔ اسی کے مثل حضرت ابو سلمہ اور حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل ہمیشگی کا ہوتا تھا۔ تم میں سے کون ہے کہ وہ طاقت رکھے جو حضور رکھتے تھے۔ فرماتی ہیں روزہ رکھتے تھے تو ہم کہتے اب کبھی افطار نہ کریں گے۔ اور افطار کرتے تھے تو ہم کہتے اب روزہ نہیں رکھیں گے۔ اسی کے مثل ابن عباسؓ ام سلمہ اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم یہ چاہو کہ حضور کو رات میں نماز پڑھتا دیکھیں تو آپ نماز ہی پڑھتے ملتے اور اگر تم چاہو کہ حالت خواب میں محو استراحت دیکھیں تو آپ سوتے ملتے۔ عوف بن مالک کہتے ہیں

کہ میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا۔ آپ نے مسواک کی پھر وضو کیا، کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ آپنے سورۃ بقر شروع کی جب آپ کسی آیت رحمت کی تلاوت فرماتے تو کچھ وقفہ کرتے اور دعا مانگتے۔ اور جب کسی آیت عذاب کو پڑھتے تو آپ وقفہ کرتے اور اس سے پناہ مانگتے۔ پھر آپ نے قیام کی برابر طویل رکوع کیا۔ اس میں پڑھا سبحان ذی الجبروت والملکوت والعظمۃ پاک ہے وہ ذات جو صاحب شوکت وملک اور عظمت والی ہے۔ پھر سجدہ کیا اور یہی پڑھا۔ دوسری رکعت میں آل عمران پڑھی پھر سورۃ پھر سورۃ پڑھی اسی طرح آپ کرتے رہے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے۔ اور کہا کہ پھر سجدہ کیا قیام کے برابر اور اسی کے برابر دو سجدوں کے درمیان جلسہ کیا۔ اور کہا کہ آپ نے سورۃ بقر اور آل عمران اور نساء اور مائدہ پڑھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ اور ایک ہی آیت قرآن کو پڑھتے پڑھتے رات تمام کر دی۔

عبداللہ بن شخیر سے مروی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کے شکم پاک سے ایسی آواز آرہی تھی جیسے ہانڈی پکتی ہے۔

ابی ہالہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین و متفکر رہتے تھے۔ کسی آن آپ کو راحت نہ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں ہر روز سو مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔ ایک روایت میں ستر مرتبہ آیا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی سنت کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا معرفت (الٰہی) میری اصل پونجی ہے۔ اور عقل میرے دین کی جڑ ہے اور محبت میری بنیاد ہے۔ اور شوق میری سواری ہے۔ اور ذکرِ الٰہی میرا غمخوار ہے۔ اور پاکبازی میرا خزانہ ہے۔ اور غم میرا ساتھی ہے۔ اور علم میرا ہتھیار ہے۔ اور صبر میری چادر ہے۔ اور رضا میری غنیمت ہے اور فقر میرا فخر ہے اور زہد میری حرفت ہے۔ اور یقین میری طاقت ہے۔ اور صدق میرا مددگار ہے اور طاعت میرا حسب ہے۔ اور جہاد میرا خلق ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میرے دل کا پھل اس کے ذکر میں ہے۔ اور میرا غم اپنی اُمت کے لیئے ہے۔ اور میرا شوق میرے رب عزوجل کی طرف ہے۔

فصل بست و چہارم ۲۴

انبیاء علیہم السلام کا کمال خلق اور محاسن جمیلہ

آگاہ ہو، اور اللہ تعالیٰ ہمیں تمہیں توفیق خیر مرحمت فرمائے کہ بلاشبہ تمام نبی و رسول علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صفات علی وجہ الکمال، ولادت، حسن صورت، نسبی شرافت، پاکیزہ اخلاق، اور تمام خوبیوں کے حامل تھے۔ ان صفتوں میں تمام خوبیاں آجاتی ہیں۔ کیونکہ یہ میرے کمال کی صفات ہیں۔ اور انسانی کمال و عام اور تمام فضائل کے بھی جامع تھے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اس لیئے کہ ان کا رتبہ تمام مرتبوں میں بلند اور ان کا درجہ تمام درجات میں اعلیٰ و ارفع ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ فرماتا ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ الآیۃ، (پ۳ ع۱) وہ رسول ہیں ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت دی۔ اور فرماتا ہے۔ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝

الآیہ (پ ۲۵ ع ۱۵) بیشک ہم نے اُن کو پسند کیا ہے۔ علم کے لیئے تمام جہان والوں
پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا، چودھویں
رات کے چاند کی صورت والے ہوں گے۔ پھر آخر حدیث میں فرمایا۔ ایک ہی آدمی
کی خلقت پر جو ان کے والد حضرت آدم علیہ السلام کی صورت ہوں گے۔ ان کا طول
سٹھ ہاتھ آسمان میں ہے۔ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو (شب معراج) دیکھا۔ پس وہ ایک ایسے مرد تھے
جن کی ناک اونچی باریک اور درمیان میں اُٹھی ہوئی تھی۔ گویا کہ وہ قبیلہ شنوءۃ
میں سے تھے۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو وہ معتدل جوان اور
اُن کے چہرہ پر جھریاں سُرخ رنگ تھے گویا کہ وہ حمام میں سے نکلے ہیں۔
دوسری حدیث میں ہے کہ وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام لاغر البطن مثل تلوار کے
تھے۔ اور فرمایا میں اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام میں ان سے زیادہ مشابہ
ہوں۔ ایک اور حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں فرمایا گندم گوں
مردوں میں جن کو تم دیکھتے ہو۔ وہ سب سے زیادہ خوبصورت تھے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت
لوط علیہ السلام کے بعد نبیوں کو ان کی قوم کے شریف نسلوں میں سے بھیجتا رہا
ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ وہ صاحب ثروت یعنی مال و منال میں زیادہ ہوتے
تھے۔ ترمذی نے قتادہ سے اور دار قطنی نے قتادہ کی حدیث کو حضرت انس رضی
اللہ عنہم سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو خوبصورت اور خوش آواز پیدا فرمایا۔
اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں سب سے زیادہ خوبصورت اور
خوش آواز ہیں۔ حدیث ہرقل (بادشاہ روم) میں ہے۔ میں نے تم سے ان کے
نسب کے بارے میں پوچھا تم نے بتایا کہ وہ تم میں صاحب نسب (شریف)

ہیں۔ اور یونہیں ہر رسول ان کے شریف نسبوں میں تشریف لاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ط الآیۃ (پ ۲۳ ع ۱۳)	بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانیوالا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا

یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ (الی قولہ) وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا الآیۃ (پ ۱۶ ع ۴)	اے یحیٰ کتاب مضبوط تھام لے (یہاں تک کہ) اور جسدن زندہ اٹھایا جائے

اور فرمایا۔

اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی (الی) الصّٰلِحِیْنَ (پ ۳ ع ۱۲)	بیشک اللہ تم کو مژدہ دیتا ہے یحیٰ کا یہانتک کہ ہمارے خاصوں میں سے ہے۔

اور فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ الآیتین (پ ۳ ع ۱۲)	بیشک اللہ نے چن لیا آدم اور نوح اور ابراہیم کی آل اور عمران کی آل کو سارے جہاں سے (دو آیتیں)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّهٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا (پ ۱۵ ع ۱)	بیشک وہ بڑا شکر گزار بندہ تھا۔

اور فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِیْحُ (الی) الصّٰلِحِیْنَ (پ ۳ ع ۱۳)	اے مریم اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ ابن مریم (یہانتک کہ) وہ خاصوں

میں سے ہے۔ اور فرماتا ہے۔

انی عبد اللہ اٰتانی الکتاب (الی) مادمت حیا (پ ۱۶ ع ۵) | بچہ نے فرمایا میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی (یہاں تک کہ) میں جبتک جیوں۔ اور فرمایا۔

یا ایھا الذین آمنوا لاتکونوا کالذین اٰذوا موسٰی۔ الاٰیۃ | اے ایمان والو ان جیسا نہ ہونا جنہوں نے موسٰی کو ستایا۔ (پ ۲۲ ع ۶)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت موسٰی علیہ السلام مرد باحیا اور انتہائی ستر پوش تھے۔ کہ وہ کسی کو اپنے جسم کا کوئی حصہ حیا کی وجہ سے نہ دکھاتے تھے (الحدیث) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فوھب لی ربی حکما الآیۃ (پ ۱۹ ع ۱) تو میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا۔

اور ان میں سے ایک جماعت کی تعریف میں فرمایا۔

انی لکم رسول امین (پ ۱۹ ع ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴) | بیشک میں تمہارے لیئے اللہ کا بھیجا ہوا امین ہوں۔ اور فرمایا۔

ان خیر من استاجرت القوی الامین (پ ۲۰ ع ۶) | بیشک بہتر نوکر وہ جو طاقتور امانتدار ہو۔

اور فرمایا۔

فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل (پ ۲۶ ع ۴) | پس آپ صبر کیجئے جیسے ہمت والے رسولوں نے صبر کیا۔

اور فرمایا۔

ووھبنا لہ اسحق ویعقوب کلا ھدینا (الی) فبھداھم اقتدہ | اور ہم نے انہیں اسحاق و یعقوب عطا کیئے۔ ان سب کو ہم نے راہ دکھائی (یہانتک کہ) تو تم انہیں کی راہ چلو۔ (پ ۷ ع ۱۶)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی صلاح، ہدایت، اجتباء، (پسندیدگی) حکم اور نبوت کے اوصاف کی بڑی تعریف فرمائی۔ فرمایا فبشرناہ بغلام علیم (پ۲۶ ع۱۹) حلیم (پ۲۳ ع۷) تو ہم نے اس کو مژدہ دیا جاننے والے بچے کا (پ۲۶ ع۱۹) بردبار کا (پ۲۳ ع۷)

اور فرمایا۔

ولقد فتنا قبلہم قوم فرعون وجاءہم رسول کریم (الی) امین (پ۲۵ ع۱۴)	اور بیشک ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو جانچا اور ان کے پاس ایک معزز رسول آیا (یہاں تک) امانتدار

رسول ہوں۔ اور فرمایا۔

ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ (پ۲۳ ع۷)	خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائینگے۔

اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

انہ کان مخلصا (پ۱۶ ع۷)	بیشک وہ چنا ہوا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے فرمایا۔

نعم العبد انہ اواب (پ۲۳ ع۱۲) کیا اچھا بندہ، بیشک وہ رجوع لانیوالا۔ اور فرمایا۔

واذکر عبادنا ابراہیم واسحق ویعقوب اولی الایدی والابصار (الی) الاخیار (پ۲۳ ع۱۳)	اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحق اور یعقوب قدرت اور علم والوں کو.........

حضرت داود علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا، انہ اواب (پ۲۳ ع۱۱) بیشک وہ بڑا رجوع لانے والا۔ پھر فرمایا۔

وَشَدَدْنَا مُلْکَہٗ وَاٰتَیْنٰہُ الْحِکْمَۃَ وَ — اور ہم نے اُسکی سلطنت کو مضبوط کیا اور
فَصْلَ الْخِطَابِ (پ ۲۳ ع ۱۱) — اُسے حکمت اور قول فیصل دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرے میں فرمایا۔

اجعلنی علی خزائن الارض انی — مجھے زمین کے خزانوں پر کر دے بیشک
حفیظ علیم (پ ۱۳ ع ۱) — میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا۔

ستجدنی ان شاء اللہ صابرا (پ ۱۵ ع ۲) — خدا نے چاہا عنقریب مجھکو صابر پائیگے

حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

ستجدنی ان شاء اللہ من الصالحین (پ ۲۰ ع ۶) — خدا نے چاہا عنقریب مجھکو نیکوکاروں میں پاؤ گے
اور فرمایا۔ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ — اور میں نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے
اِلٰی مَا اَنْھٰکُمْ عنہ ان ارید الا — میں تمہیں منع کرتا ہوں آپ اس کے خلاف
الاصلاح مَا استطعتُ (پ ۱۲ ع ۸) — کرنے لگو میں تو جہاں تک بنے سنوارنا چاہتا ہوں

حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَلُوْطًا اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا (پ ۱۷ ع ۵) — اور لوط کو ہم نے حکم اور علم دیا
اور فرمایا اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ (پ ۱۷ ع ۶) — بیشک وہ بھلے کاموں میں جلدی کرتے تھے

حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ وہ دائمی غم تھا جن کا ذکر بہت سی آیتوں میں اُنکی عادتوں اور خصلتوں اور اخلاق کی نعت کیا گیا۔ جن سے ان کا کمال معلوم ہوتا ہے۔ اور بہت سی احادیث میں ان کا تذکرہ آچکا ہے۔ جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بلاشک وتردد میں کریم ابن کریم ابن کریم ہوں۔ یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم (علیہم السلام) ہیں جو نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام ہیں جن کی آنکھیں تو سوتی ہیں اور ان کے دل نہیں سوتے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام باوجودیکہ ان کو بڑا ملک وسلطنت عطا فرمائی ہوئی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں انکے خشوع خضوع کا یہ عالم تھا کہ وہ آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاتے تھے۔ اور لوگوں کو تو قسم قسم کے لذیذ کھانے کھلاتے اور خود جو کی روٹی کھاتے تھے۔ آپ کی طرف وحی کی گئی کہ اے عابدوں کے سردار! اے زاہدوں کے پیشوا کے فرزند! آپ کا حال یہ تھا کہ ایک بڑھیا اس حالت میں آپ کو روک لیتی تھی کہ آپ ہوا کے دوش پر اپنے لشکر کے ہمراہ پرواز کر رہے ہوں۔ آپ ہوا کو حکم دیتے ہوا ٹھیر جاتی۔ پھر اسکی ضرورت پر غور فرماتے۔ پھر روانہ ہو جاتے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ آپ کا کیا حال ہے کہ زمین کے خزانوں کے مالک ہوتے ہوئے پھر بھوکے رہتے ہیں۔ فرمایا مجھے یہ خوف دامنگیر ہے کہ میں اگر شکم سیر ہو گیا تو کہیں کسی بھوکے کو بھول نہ جاؤں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور کی قرأت آسان کر دی گئی تھی۔ آپ حکم دیتے کہ سواری پر زین کسی جائے۔ قبل زین کسنے کے آپ زبور کی تلاوت کر لیتے تھے۔ آپ اپنے ہاتھ کی کمائی ہی کھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ (پ ۲۲ ع ۸) اور ہم نے اسکے لیئے لوہا نرم کیا۔ کہ وسیع زرہیں بنائیں اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھیں۔ آپ نے اپنے رب سے عرض کیا تھا کہ مجھے اپنے ہاتھ کی کمائی کا اتنا رزق دے کہ وہ بیت المال سے مستغنی کر دے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز اور سب سے زیادہ محبوب روزہ، حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا۔ وہ آدھی رات تو سوتے اور تہائی رات قیام کرتے، اور چھٹہ حصہ سوتے، اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے، صوف کا لباس پہنتے اور بالوں کا بستر ہوتا، اور جو کی روٹی نمک و ریتہ ملی ہوئی کھاتے تھے۔ اپنے پانی کو آنسوؤں سے ملاتے۔ بعد لغزش کسی نے انکو ہنستا ہوا نہ دیکھا۔ اپنے رب عزوجل کے حیاء کی وجہ سے کسی نے آسمان کی طرف نظر اٹھاتے نہ دیکھا۔ اپنی ساری عمر روتے ہوئے ہی گذاری ایک روایت میں ہے کہ آپ اتنا روئے ہیں کہ آپ کے آنسوؤں سے گھاس اُگ آئی تھی، حتیٰ کہ آپ کے رخساروں پر اُنھوں نے لکیریں ڈال دی تھیں۔ بعض نے کہا آپ چھپ کر گھر سے نکلتے، اور اپنی عادت و خصلت کی معلومات حاصل کرتے تھے۔ آپ اپنی تعریف سنتے تو تواضع وانکسار اور زیادہ کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی نے کہا۔ اگر آپ گدھا رکھتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے برتر ہوں کہ میں گدھے کے ساتھ وقت گذاروں۔ آپ اُون کا لباس پہنتے، درختوں کے پتے کھاتے، اور آپ کوئی مکان نہ رکھتے تھے۔ جہاں بھی نیند آجاتی وہیں سو جاتے۔ آپ کے نزدیک سب سے پیارا نام یہ تھا کہ کوئی مسکین کہہ کر یاد کرے۔

بعض کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے کنوئیں پر پہنچے تو کمزوری کی وجہ سے آپ کے پیٹ سے سبزی کے دانے نظر آتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ سے پہلے تمام نبیوں کو آزمائش میں ڈالا گیا کسی کو فقر سے کسی کو جوؤں سے۔ اور یہ ان کے لئے تمہارے تحفے سے زیادہ محبوب تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خنزیر (سور) سے کہا جب وہ آپ کو ملا۔ سلامتی کیسا تھ جا۔ اس بارے میں آپ سے کہا گیا تو آپ نے فرمایا میں کروہ جانتا ہوں کہ اپنی زبان کو بری بات سے آلودہ کروں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام کا کھانا تر گھاس تھی۔ اور خشیت الٰہی سے اتنے روتے تھے کہ آنسوؤں سے ان کے رخساروں پر گڑھے پڑ گئے تھے اور آپ وحشی جانوروں کے ساتھ کھاتے تاکہ آپ لوگوں سے نہ ملیں۔

طبری نے وہب سے روایت کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تختوں سے سایہ لیتے اور پتھر کے گڑھے میں کھاتے اور جب پینے کی خواہش ہوتی تو پتھر کے گڑھے سے پانی اس طرح پیتے جیسی طرح دابہ (چوپایہ) پیتا ہے۔ یہ اللہ کے حضور میں تواضع تھا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے نوازا۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ سب خبریں لکھی ہوئی ہیں۔ اور ان کے اوصاف کمالیہ، اخلاق جمیلہ، عادات و شمائل حسنہ مشہور و معروف ہیں ہم ان کے بیان سے کلام کو طویل نہیں کرتے اور ان کی طرف توجہ نہ کر جو بعض جاہل مورخین و مفسرین کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اور وہ ان کے شان کے مخالف ہے۔

فصل نمبر ۲۵ پنجم

اللہ تعالیٰ تم کو عزت دے، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اخلاق

حمیدہ، فضائل جلیلہ اور خصائل جمیلہ بتا دیئے ہیں اور ان سب کی صحت و تطابق بھی دکھا دی ہے۔ یہ سب کچھ آثار و احادیث سے ہم نے بیان کیا ہے بردجہ قناعت و کفایت ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بڑا وسیع ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا باب تو اتنا دراز ہے کہ اس کے ختم ہونے سے پہلے ہی دلائل منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کے خصوصیات کے علم کا سمندر اتنا وافر ہے کہ کوئی ڈول اسے مکدر کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن ہم نے ان میں سے صرف وہ چیزیں بیان کی ہیں جو معروف ہیں۔ اور اکثر صحاح اور مشہور کتابوں میں مروی ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں کل میں سے قلیل اور بہت میں سے تھوڑے پر اکتفا کیا ہے۔ اب ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان فصلوں کو ابن ابی ہالہ کی حدیثِ حسن پر ختم کر دیں کیونکہ وہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و اوصاف کا وافر مجموعہ ہے۔ اور آپ کی سیرت و فضائل پر پورا پورا ذخیرہ ہے۔ ہم اس کے ساتھ آخر میں ایک ایسی تنبیہ بھی جو الفاظ و معانی کے لطیف نکتوں پر مشتمل ہوگی، ملائیں گے۔

حدیث:۔ بروایاتِ متعددہ بالاسناد حضرت حسن ابنِ علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے سوال کیا کیونکہ وہ آپ کی بہت تعریفیں کرتے تھے۔ میں نے خواہش کی کہ مجھے بھی وہ کچھ بیان کر دیں۔ تاکہ میں اس کو حفظ کر لوں۔ چنانچہ اُنھوں نے بیان کرنا شروع کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر خوب بھرا ہوا تھا۔ آپ کا چہرۂ انور چودیں رات کے چاند کی مانند جگمگاتا تھا۔ آپ کا قد نہ زیادہ لمبا تھا نہ پست۔ آپ کا سر مبارک بڑا۔ آپ کے بال متوسط

تھے۔ کہ نہ بالکل سیدھے اور نہ خمدار، اگر بالوں کو دو طرفہ نہ کرتے تو مانگ نکل آتی ورنہ نہیں، آپ کے بال کانوں کی لو سے بڑھے ہوتے اگر آپ اُن کو چھوڑتے، آپ کا رنگ گورہ، پیشانی کشادہ، ابرو باریک اور لمبے، باہم ملے ہوئے نہ تھے، دونوں ابرؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت بھر جاتی، آپ کی ناک باریک اور اونچی، اس میں نور تھا۔ جو بلند تھا، جو شخص بلا تامل دیکھتا وہ گمان کرتا کہ درمیان میں حصہ اونچا ہے۔ آپ کی داڑھی گھنی، آپ کی آنکھیں سیاہ، رخسار پتلے، فراخ دہن، چمکتے ہوئے کھلے دانت، آپ کی گردن شفاف، گویا صاف چاندی کی خوبصورت صراحی، آپ کے اعضاء معتدل بھرے ہوئے گوشت والے باہم ملے ہوئے پیٹ اور سینہ ہموار، چوڑا سینہ، دونوں کندھوں کے مابین فاصلہ۔ فربہ جوڑوں والے، برہنہ بدن کی حالت میں بدن چمکتا، گلے سے ناف تک بالوں کی لکیر مثل ایک خط کے نظر آتی، پستان بالوں سے خالی، اس کے سوا، کلائی، مونڈھے، اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے۔ بازو لمبے، ہتھیلی چوڑی، گوشت سے بھری ہوئی۔ دونوں قدم بھی بھرے ہوئے۔ انگلیاں لانبی، اعصاب (پٹھے) لمبے۔ آپ کے دونوں درمیان سے قدرے بلند صاف ونرم، کہ ان دونوں پر سے پانی فوراً بہہ جائے جب اُن پر پانی ڈالا جائے۔ چلنے میں اطمینان سے قدم اُٹھاتے۔ وقار کے ساتھ جھک کر چلتے، قدم لانبا رکھتے۔ جب آپ چلتے تو گویا آپ اوپر سے نیچے اتر رہے ہیں۔ جب آپ کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے انہماک سے متوجہ ہوتے نگاہ نیچی رکھتے، زمین پر آپ کی نظر بہ نسبت آسمان کیطرف نظر کرنے سے زیادہ تھی۔ آپ کی نظر اکثر گوشۂ چشم سے ہوتی، اپنے صحابہ کے پیچھے چلتے، جو

ملاقات کرنا اس کو اس سے پہلے آپ سلام کرتے۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گفتار کی صفت بیان کیجئے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غمگین و متفکر رہتے۔ آپ کے لئے کوئی لمحہ چین و راحت کا نہ تھا۔ بلا ضرورت کلام نہ کرتے، خاموشی طویل ہوتی۔ گفتگو کی ابتداء و اختتام جبڑوں کے ساتھ ہوتی۔ آپ جوامع الکلم تھے۔ جس میں وضاحت ہوتی نہ فضول ہوتا نہ کمی۔ نرمی ہوتی سختی نہ ہوتی، نہ کسی کی تذلیل ہوتی۔ نعمت کو بڑی سمجھتے خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ کسی چیز کی بُرائی نہ کرتے، کسی ذائقہ کی مذمت نہ کرتے، اور نہ خواہ مخواہ اسکی تعریف کرتے، آپ کے غضب کے سامنے کوئی کھڑا نہیں رہ سکتا۔ جبکہ کسی حق کے لئے کوئی مانع ہوتا، یہانتک کہ اس حق کی مدد کرتے۔ اور اپنے نفس کے لئے کبھی آپ غضب نہ کرتے، اور نہ اُس کی حمایت کرتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ کا اشارہ فرماتے۔ اور جب تعجب کرتے تو اسکو پلٹتے، اور جب بات کرتے تو اُسکو ہتھیلی سے ملا لیتے، اور اپنے داہنے انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی پر مارتے، اور جب آپ خفا ہوتے تو منہ پھیر لیتے۔ اور الگ ہو جاتے۔ اور جب خوش ہوتے تو نگاہیں نیچی کر لیتے، آپ کا ہنسنا مسکرانا ہوتا۔ اس حالت میں آپ کے دندان مبارک مثل اولے کے شفاف نظر آتے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے ایک عرصہ تک اس حدیث کو بیان نہیں کیا پھر جب میں نے ان کو یہ بیان کی تو وہ مجھ سے پہلے ہی سبقت لئے ہوئے تھے۔ اور ان کو یاد تھی، پھر اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کیئے کہ کس طرح آپ کاشانۂ اقدس میں داخل ہوتے اس سے نکلتے، کسطرح بیٹھتے اور کیا حالت تھی۔ تو بیان میں سب کچھ بتلادیا

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے والد) علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان میں داخل ہونے کی کیفیت دریافت کی فرمایا۔ آپ اپنے کاشانہ میں دخول کے مجاز و ماذون تھے۔ چنانچہ جب آپ مکان میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو دخول کے تین حصے کرتے۔ ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور ایک حصہ اپنے اہل کیلئے۔ اور ایک حصہ اپنے لیئے۔ پھر اپنے حصہ کو اپنے اور دوسرے عام لوگوں میں تقسیم فرما دیتے اپس اس کو عام پر خواص کے ذریعہ لوٹا دیتے غرضیکہ کوئی بات عوام سے پوشیدہ نہیں رہتی۔ آپ کی یہ عادت تھی کہ امت کے حصہ میں اپنی مرضی سے اہل فضل کو ترجیح دیتے۔ اور ان کا حصہ دین میں اُن کے مرتبہ کے مطابق ملتا۔ اُن میں کوئی ایک ضرورت والا، کوئی دو ضرورت والے، کوئی کئی ضرورت والے ہوتے۔ آپ اُن کے ساتھ مشغول ہو جاتے اور اُن کو اُن کے اصلاح میں مشغول رکھتے۔ اور امت کو ان کا حال معلوم کر کے اصلاح فرماتے۔ اور ان کو وہ خبریں سناتے جو اُن کے لئے مفید ہوتیں۔ اور فرماتے تم میں ہر ایک موجود وحاضر کو چاہیے کہ وہ تم میں جو غائب ہے اور مجھ تک اُن پر حاجت پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا، اُس کی حاجت مجھ تک پہنچائے۔ کیونکہ جو شخص بادشاہ تک اس شخص کی حاجت پہنچا دے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے دونوں قدموں کو ثابت (قائم) رکھے گا۔ آپ کی خدمت میں اس قسم کی باتیں ہوتیں اور نہ آپ اس کے سوا کچھ کسی سے قبول فرماتے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سفیان بن وکیع کی حدیث میں فرمایا۔

صحابہ آپ کی مجلس میں حاجتمند بن کر حاضر ہوتے۔ اور شکم سیر ہو کر جدا ہوتے
اور فقیہہ بن کر نکلتے، میں نے کہا، آپ کے نکلنے کی مجھ کو حالت بیان فرمائیے
آپ اور کیا کرتے تھے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان
مبارک کو قبضہ میں رکھتے۔ وہی فرماتے جو امت کے لیئے نفع بخش ہوتا۔
اُن سے محبت کرتے انکو جُدا نہ کرتے، ہر قوم کے کریم کی عزت فرماتے
اور اُس کو اُن پر حاکم مقرر کرتے، (بُرے) لوگوں سے حاذر کرتے۔ اور
اُن سے بچتے نہ یہ کہ اُن سے مُنہ پھیر لیتے یا بد خلقی کرتے، اپنے صحابہ کی خبر گیری
کرتے، اور لوگوں سے لوگوں کے حال پوچھتے، اچھی چیز کی تعریف و خوبی کرتے
اور بُری چیز کی بُرائی اور اُس کی رُسوائی بیان کرتے، آپ کا حکم متوسط ہوتا
نہ کہ مختلف یعنی زیادہ نرم و سخت نہ ہوتا۔ آپ اس خوف سے غافل نہ رہتے
کہ لوگ کہیں غافل نہ ہو جائیں۔ یا سست نہ پڑ جائیں۔ آپ ہر حالت کے
لئے تیار تھے۔ آپ حق میں کمی نہ کرتے اور غیر حق کی طرف تجاوز نہیں کرتے،
جو لوگ آپ کے قریب ہوتے وہ بہتر لوگوں میں سے ہوتے۔ آپ کے نزدیک
ان میں وہ افضل تھا، جو خیر خواہی کی باتیں زیادہ کرتا اور آپ کے نزدیک
وہ بڑے مرتبہ والا ہوتا جو لوگوں کے لئے نفع رساں اور موجب تقویت ہوتا
اس کے بعد میں نے مجلسی کیفیت معلوم کی کہ آپ اسمیں کیا کرتے تھے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست و برخاست اللہ کے ذکر کے لئے ہی
ہوتی اور کسی جگہ کو اپنے لیئے وطن نہ بناتے اور دوسروں کو وطن بنانے
سے منع فرماتے، جب کسی قوم کی مجلس میں تشریف لے جاتے تو جہاں
جگہ ملتی بیٹھ جاتے، اور اس کا حکم بھی دیتے، ہر مصاحب کو اس کا حصہ
دیتے، یہاں تک کہ کوئی مصاحب یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ کوئی بھی اس

سے بڑھ کر آپ کے نزدیک مکرم ہے۔ جو شخص بھی کسی ضرورت سے آپ کے پاس بیٹھتا یا کھڑا ہوتا تو آپ رُکے رہتے، یہانتک کہ وہ خود ہی چلا جاتا۔ جو شخص بھی آپ سے اپنی حاجت کے لیئے سوال کرتا آپ یا تو اُسے کچھ دیتے یا نرم بات کچھ فرما دیتے۔ آپ کا دستِ مبارک اور آپ کا خلق کریم لوگوں کے لیئے وسیع تھا۔ گویا آپ اُن کے لئے بمنزلہ باپ کے تھے، آپ کے نزدیک حق میں سب برابر تھے۔ البتہ تقویٰ ان کو زیادہ قریب اور بڑھانیوالا تھا۔ دوسری روایت میں صرف یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وہ سب حق میں برابر تھے۔ آپ کی مجلس حلم وحیاء اور صبر و امانت کی مجلس تھی۔ کوئی شخص اس میں آواز اونچی نہ کرتا۔ اور اس میں عورتیں بے پردہ نہ ہوتیں۔ اور نہ اس میں کوئی یادہ گوئی ہوتی، اور یہ فقرہ ان دونوں روائیتوں کے علاوہ ہے کہ صحابہ باہم تقویٰ کی بنا پر مہربانی اور انکساری کرتے، بڑوں کی عزت کی جاتی اور چھوٹوں پر لطف وکرم، حاجتمندوں کی مدد کرتے اور مسافروں پر مہربانی۔ پھر میں نے مصاحبوں، ہم نشینوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سلوک کا حال دریافت کیا۔ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ رو، خوش خلق اور متواضع رہتے، آپ نہ بد خلق، نہ سخت طبیعت، نہ چلانے والے نہ یادہ گو، اور نہ عیب لگانے والے تھے۔ اور نہ خواہ مخواہ کسی کی تعریف کرنے والے، جسکی حاجت نہ ہوتی اسی سے تغافل کرتے، اور آپ سے کوئی مایوس نہ رہتا، آپ نے اپنے پر تین چیزیں ترک کردی تھیں، ریا، ذخیرہ اندوزی اور فضول باتیں، اور لوگوں پر تین باتیں ترک کر رکھی تھیں، کسی کی بُرائی نہ کرتے، کسی کو عار نہ دلاتے اور اُس کے عیوب تلاش نہ کرتے۔ آپ وہی بات کہتے جسمیں ثواب کی اُمید ہوتی۔ جب

آپ کلام فرماتے ہوتے تو صحابہ سر جھکا دیتے گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے ہیں۔ اور جب حضور خاموش ہو جاتے تب بات کرتے اور حضور کی مجلس میں کبھی جھگڑا نہ کرتے، (الحدیث) جب آپ سے کوئی بات کرتا۔ تو سب خاموش ہو جاتے، یہانتک کہ وہ فارغ ہو جاتا۔ اُن کی باتیں ایسی تھیں گویا وہ پہلا ہی شخص ہے۔ صحابہ کرام کی ہنسی پر آپ بھی مسکرا دیتے، اور اُن کے تعجب پر آپ بھی متعجب ہو جاتے۔ کسی مسافر کی سخت کلامی پر آپ صبر فرماتے، اور فرماتے جب تم کسی حاجتمند کو دیکھو کہ وہ طلب کرتا ہے تو اُسکی مدد کرو اور کسی کی تعریف پسند نہ فرماتے۔ مگر یہ کہ وہ گردیدہ ہو۔ کسی کی بات نہ کاٹتے اگر وہ بات لمبی کر دیتا تو یا تو اشارہ سے روک دیتے یا کھڑے ہو جانے سے قطع فرما دیتے، یہاں سفیان بن وکیع کی حدیث ختم ہو گئی۔

دوسری حدیث میں اتنا اور ہے کہ میں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کی کیا کیفیت تھی۔ فرمایا آپ کا سکوت چار باتوں پر تھا۔ حلم، حذر، یعنی خوف، تقدیر، اور تفکر۔ لیکن تقدیر کے یہ معنی ہیں کہ آپ لوگوں پر نظر کرتے اور اُن کے احوال سننے میں برابری کرتے اور تفکر کا یہ مطلب ہے کہ آپ ان چیزوں پر غور فرماتے جو باقی رہیں اور فنا ہو جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کے صبر میں حلم جمع کر دیا گیا تھا۔ آپ کو کوئی چیز اتنی غضب میں نہ لاتی کہ آپ کو ہلکا کر دے۔ اور آپ کے لئے حذر میں چار باتیں جمع کر دی گئیں۔

(۱) اچھی بات کو آپ لیتے تا کہ لوگ آپ کی پیروی کریں۔

(۲) اور بری بات ترک فرما دیتے۔ تا کہ لوگ اس سے باز رہیں۔

(۳) اصلاح امت کیلئے رائے میں کوشش فرماتے اور آپ اُس پر

قائم رہتے ۔ جو اُمت کے لئے دنیاو آخرت میں مفید وکار آمد ہو۔
انتہی الوصف بحمد اللہ وعونہٖ

نوٹ

اس باب کے اخیر فصل میں احادیث کے غریب اور مشکل الفاظ کا ترجمہ صاحب کتاب الشفاء نے بیان کیا ہے ۔ چونکہ ترجمہ میں وہ گزر چکی ہیں ۔ اس لئے غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ۔

مترجم

باب سوم

ان احادیث صحیحہ مشہورہ کے بیان میں جنمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا کی بارگاہ میں عظیم قدر و منزلت ہے۔ اور آپ کی ان مکرم خصوصیات کا ذکر ہے۔ جو دونوں جہان میں آپ کو حاصل ہیں۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نوع بشر میں سب سے زیادہ بزرگ، اولاد آدم کے سردار اور اللہ تعالی کے نزدیک مرتبہ میں تمام لوگوں سے افضل اور آپ کا درجہ سب سے اعلیٰ اور قرب میں سب سے بلند ہے۔ اس امر کو ملحوظ رکھنا کہ احادیث کریمہ جو آپ کے مرتبہ و مقام کے اظہار میں ہیں۔ بہت زیادہ ہیں۔ ہم نے صرف ان میں سے صحیح و مشہور پر اکتفا کیا ہے۔ اور ہم نے ان کے معانی و مفہوم کو بارہ ۱۲ فصلوں پر منحصر کر دیا ہے۔

فصل اوّل

اس بارہ میں کہ اللہ رب العزت جل و علی کی بارگاہ میں جو آپ کی منزلت و برگزیدگی اور آپ کے ذکر کی رفعت و بزرگی اور اولاد آدم میں آپ کی سرداری ہے۔ اور ان خصوصیات کے ذکر میں جو دنیا میں آپ کے مرتبہ کی زیادتی اور آپ کے اسم مبارک کی برکت ہے۔

حدیث:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بالاسناد مرفوعاً مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالی نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کر کے ان میں سے بہتر قسم میں کیا۔ یہ اللہ تعالی کے اس فرمان میں ہے کہ اصحاب الیمین و اصحاب الشمال (پ ۲۷ ع ۱۴، ۱۵)

یعنی داہنے ہاتھ والے اور بائیں ہاتھ والے پس میں اصحاب یمین میں سے ہوں اور میں انمیں سب سے بہتر، پھر اللہ تعالیٰ نے ان دو قسموں کو تین کیا۔ مجھے تینوں میں سے سب سے بہتر میں رکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان، میں ہے۔ اصحاب المیمنۃ واصحاب المشئمۃ والسابقون السابقون۔ یعنی داہنے طرف والے اور بائیں طرف والے اور جو بڑھنے والے ہیں بڑھنے والے ہیں۔ پس میں سابقین میں سے ہوں اور ان میں بہتر؛ پھر اللہ تعالیٰ نے تینوں کے قبائل بنائے۔ پس مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ میں کیا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔

وجعلنا کم شعوبا وقبائل الآیہ پ۲۶ ع۱۴ | اور ہم نے تمکو گروہ گروہ اور قبیلہ قبیلہ کیا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے بڑھکر متقی و مکرم ہوا۔ یہ فخر نہیں اظہار حال ہے۔ پھر ان قبیلوں کے گھر بنائے تو مجھے ان میں سے بہتر گھر میں کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الآیہ (پ۲۲ ع۱) | اے گھر والو اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کردے۔

حضرت ابوسلمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے نبوت کب ضروری قرار دی گئی۔ فرمایا اس حالت میں کہ آدم ابھی روح و جسد کے مابین تھے۔

واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسمٰعیل کو برگزیدہ فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک

میں اولادِ آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں اور یہ فخر نہیں۔ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ میں نے زمین کے تمام مشارق و مغرب روند ڈالے میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کسی مرد کو افضل نہیں پایا۔ اور کسی باپ کے بیٹوں کو بنی ہاشم سے افضل نہ دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں براق لایا گیا۔ تو اُس نے شوخی کی جبریل علیہ السلام نے اُس سے کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ ایسا کرتا ہے۔ حالانکہ تجھ پر آپ سے زیادہ خدا کا مکرم کوئی سوار نہ ہوا۔ تو وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ تو مجھے اُن کے صُلب میں رکھکر زمین پر اُتارا۔ اور مجھکو حضرت نوح علیہ السلام کی پُشت میں رکھکر کشتی کو پار کیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلب میں مجھ کو رکھکر آگ میں اُتارا۔ پھر ہمیشہ یونہیں اصلاب مکرمہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا رہا۔ یہانتک مجھکو اپنے والدین سے پیدا فرمایا۔ جو کبھی بُرائی (زنا) کے قریب تک نہ گئے۔ اسی طرف حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے۔ ؎

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِي | مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ولادت سے پہلے (صلب آدم میں) سائیوں میں تھے۔ اور استقرار گاہ (آدم و حوا علیہ السلام) میں تھے۔ جہاں ورق بدن پر

لپیٹے جاتے ہیں۔ (یعنی جنت میں)

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ　　أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

پھر آپ شہروں کی طرف اُترے درانحالیکہ نہ آپ بشر تھے، نہ مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) اور نہ خون بستہ تھے۔

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينَ وَقَدْ　　أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ ایک نطفہ تھے جو کشتی میں سوار ہوئے اور نسر کو لگام دی درانحالیکہ کشتی کے باہر قوم نوح غرق تھی۔

تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ　　إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

آپ اصلاب (پشت پدر) رحم (مادر) کی طرف منتقل ہوئے۔ جب ایک زمانہ گذر گیا۔ اور دوسرا زمانہ آیا۔

بعض نسخوں میں ان شعروں کا بھی اضافہ ہے۔ ؎

ثُمَّ احْتَوَى بَيْتَكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ　　خِنْدِفَ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

پھر آپ کے گھر کو شاہد نسب خندف (ابن مضر کی بیوی کا نام ہے) نے بلندی کو گھیر لیا جسکے پٹکے تھے۔

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقَتِ الْأَرْضُ　　وَضَاءَتْ بِنُورِكَ الْأُفُقُ

اور آپ جب پیدا ہوئے تو تمام زمین روشن ہوگئی۔ اور آپ کے نور سے آفاق جگمگا گئے۔

فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي　　النُّورِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

اب ہم اس روشنی اور نور و ہدایت کے راستہ میں داخل ہوگئے ہیں۔

يَا بَرْدَ نَارِ الْخَلِيلِ يَا سَبَبًا　　لِعِصْمَةِ النَّارِ وَهِيَ تَحْتَرِقُ

اے حضرت خلیل علیہ السلام کی آگ ٹھنڈی کرنے والے۔ اور آگ سے

بچنے کا سبب۔ بحالیکہ وہ آگ جل رہی تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوذر اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھکو پانچ اور ایک روایت میں چھ چیزیں دی گئیں۔ جو کسی نبی کو مجھ سے پہلے نہیں ملیں۔ ایک مہینہ کی مسافت تک رُعب و دبدبہ کیساتھ میری مدد کی گئی۔ (۲) میرے لیئے تمام روئے زمین کو مسجد اور پاک بنا دی گئی۔ اب میری اُمت کا ہر شخص جہاں بھی ہو نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ سکتا ہے۔ (۳) مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا۔ جو مجھ سے پہلے کسی نبی پر حلال نہ تھا۔ (۴) مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا۔ (۵) مجھے منصب شفاعت مرحمت فرمایا گیا اور ایک روائت میں اس عبارت کی جگہ یہ ہے کہ "مجھ سے کہا گیا۔ سوال کیجئے دیا جائیگا۔ اور دوسری روائت میں ہے کہ میری اُمت مجھ پر پیش کیگئی، اب مجھ پر تابع و متبوع کوئی مخفی نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے احمر و اسود (عرب و عجم) کی طرف بھیجا گیا بعض کہتے ہیں کہ اسود سے مراد عرب ہے۔ اس لئے کہ ان کے رنگوں پر گندم گونی رنگ غالب ہوتا تھا۔ جو سیاہی کی قسم کا ہے۔ اور حمر سے مُراد عجم ہے۔ بعض نے کہا کہ اس سے اُمتوں کی سفیدی و سیاہی مُراد ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حمر سے مراد انسان اور سُود سے مراد جن ہیں۔ دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رعب کیساتھ میری نصرت کی گئی۔ اور جوامع الکلم مجھے دیا گیا۔ اور میں سو رہا تھا کہ زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔ اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھدی گئیں۔ اور

ایک روایت میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مجھ پر نبوت ختم کی گئی۔

عقبہ بن عامر سے مروی ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے آگے جانیوالا (فرط) ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور بیشک میں خدا کی قسم یقیناً اُس وقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں۔ اور بیشک مجھے خدا کی قسم تم سے اس بات کا خوف نہیں کہ میرے بعد شرک میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ لیکن تم سے اس کا خوف ہے کہ کہیں تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں محمد نبی امی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ مجھکو جوامع الکلم اور اُس کی مہریں دی گئیں اور مجھ کو دوزخ کے خزانچی اور حاملین عرش بتائے گئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ مجھے قیامت کے سامنے بھیجا گیا۔

ابن وہب کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سوال کیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے عرض کی اے رب میں کیا سوال کروں تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے نوازا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو برگزیدہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ ملک عطا فرمایا۔ جو انکے بعد کسی کو لائق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو چیز اے محبوب تمکو دی ہے وہ ان سے بہتر ہے۔ آپکو میں نے کوثر عطا فرمائی۔ آپ کے نام کو اپنے نام

کیساتھ ملایا کہ اُس کے ساتھ آسمان کے درمیان پکارا جاتا ہے۔ اور آپ کے لیئے اور آپ کی اُمت کے لیئے زمین کو پاک بنایا اور آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گُناہ معاف کیئے۔ آپ تو لوگوں میں مغفور ہی چلتے ہیں۔ یہ باتیں میں نے آپ سے پہلوں کے لیئے نہیں کی ہیں۔ آپ کی اُمت کے دلوں کو مصاحف بنایا (کہ وہ قرآن کو حفظ کرتے ہیں) اور آپ کے لیئے آپ کی شفاعت کو پردہ میں رکھا ہے۔ آپ کے سوا کسی نبی کے لیئے میں نے نہیں چھپایا۔ دوسری حدیث میں ہے جسکو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے۔ مجھکو رب العزت جل و علیٰ نے بشارت دی ہے کہ میرے ساتھ جنت میں میری امت میں سے سب سے پہلے جو داخل ہونگے وہ ستر ہزار ہیں اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہونگے۔ جن کا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا۔ اور مجھے یہ عنایت کیا کہ میری اُمت نہ بھوکی رہے گی اور نہ مغلوب ہوگی۔ اور مجھ کو عطا فرمائی۔ نصرت عزت، رعب جو کہ میری اُمت کے سامنے ایک مہینہ کی مسافت تک جاری ہے۔ میرے لیئے اور میری اُمت کے لیئے مال غنیمت حلال کیا۔ ہم پر بہت سی وہ چیزیں حلال کیں جو ہم سے پہلوں کے لیئے حلال نہ تھیں اور ہم پر دین میں تنگی نہ رکھی گئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبیوں میں کوئی نبی ایسا نہیں جسکو ایسی نشانیاں نہ دی گئی ہوں۔ جسکو دیکھکر ایمان لائے۔ لیکن مجھے جو چیز دی گئی ہے۔ وہ وحی قرآن ہے: کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی۔ پس میں اُمید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری اتباع کرنے والے ان سے زیادہ ہونگے

محققین اس حدیث کے معنی میں کہتے ہیں۔ جب تک دنیا باقی ہے، آپ کے معجزات باقی رہیں گے۔ اور انبیا سابقین علیہم السلام کے تمام معجزات اسی وقت جاتے رہے۔ حاضرین کے سوا کسی نے انکو نہ دیکھا اور قرآن ایسا معجزہ ہے کہ اس پر قیامت تک زمانہ کے بعد زمانہ گزرتا جائے لوگ کھلے طور پر واقف رہیں گے نہ کہ خبر کی طور پر۔ اس سلسلہ میں بہت طویل بحث ہے۔ یہ صرف خلاصہ ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں آخر کتاب کے باب معجزات میں کچھ مزید بیان کرینگے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر نبی کو سات نجباء یعنی صاحب شرافت وزیر دیئے گئے لیکن تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ نجیب (وزیر) دیئے گئے۔ ان میں سے ابوبکر۔ عمرؓ۔ ابن مسعود اور عمار ہیں رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ سے ہاتھیوں کو تو روک لیا مگر اہل مکہ پر اپنے رسول اور مسلمانوں کو غلبہ عطا فرمایا۔ اور یہ بات میرے بعد کسی کے لئے حلال نہیں۔ اور میرے لئے بھی صرف ان کی ایک گھڑی کے لئے حلال کیا گیا تھا۔

عرباض ابن ساریہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں میں اللہ کا بندہ اور نبیوں کا آخر (خاتم) اسوقت سے ہوں جبکہ آدم ابھی پانی اور مٹی میں تھے۔ میں اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دعا ہوں۔ اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی بشارت۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمام آسمان والوں اور انبیا علیہم السلام پر

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فضیلت دی۔ صحابہ نے عرض کیا آسمان والوں پر کیا فضیلت ہے۔ فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ آسمان والوں سے فرماتا ہے۔

وَمَن یَّقُل مِنھُم اِنّی اِلٰہٌ مِّن دُونِہٖ (توبہ پ ۱۷ ع ۲)	اور جو کوئی ان میں سے یہ کہے کہ میں اس کے سوا معبود ہوں۔ اسکو

ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمایا۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا الایہ پ۲۶ ع ۹	ہم نے آپ کے لیئے کھلی فتح رکھی

صحابہ نے دریافت کیا انبیاء علیہم السلام پر کیسے فضیلت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ الایہ (پ۱۳ ع ۱۳) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے۔ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس الایہ۔ ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیئے بھیجا۔

حضرت خالد بن سعدان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم کو اب آپ اپنے بارے میں خبر دیجئے۔ اسی کے مثل ابوذر اور شداد بن اوس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا ہاں میں اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں کہ انہوں نے کہا ہے

رَبَّنَا وَابعَث فِیھِم رَسُولًا مِّنھُم الایہ (پ ا ع ۱۵)	اے ہمارے رب انہیں انہی میں سے ایک رسول بھیج۔

اور میری بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی۔ میری پیدائش کے وقت میری والدہ ماجدہ نے دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جسکی روشنی سے بصرے کے محل اور شام کی زمین روشن ہو گئی۔ اور

سعد بن بکر کی اولاد میں مجھے دودھ پلایا گیا۔

انہی ایام میں میں اپنے (رضاعی) بھائی کیساتھ اپنے گھروں کے پیچھے بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک دو مرد سفید لباس میں میرے قریب آ گئے دوسری حدیث میں ہے تین مرد آئے۔ ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لائے اور مجھکو پکڑ کر میرے پیٹ کو چاک کیا۔ اِس حدیث کے علاوہ دوسری حدیث میں ہے کہ گردن سے لیکر پیٹ کے نرم حصہ تک چاک کیا۔ پھر میرا دل نکالکر اسکو چیرا اور اس سے سیاہ خون جما ہوا (علقہ) نکال کر دُور کیا۔ اس کے بعد میرے دل اور میرے پیٹ کو اسی سرد پانی (برف) سے دھویا اور صاف کیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ پھر ان دونوں مردوں نے کوئی چیز لی دیکھا تو وہ نور کی انگوٹھی اُن کے ہاتھ میں تھی کہ دیکھنے والا حیرت زدہ ہو جائے۔ اس سے میرے دل پر مہر لگائی۔ اور ایمان و حکمت سے پُر کیا۔ اس کے بعد اپنی جگہ پر رکھدیا دوسرے مرد نے شق شدہ جگہ پر اپنا ہاتھ پھیرا پس وہ درست ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے۔ کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ دل سخت ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ پھر ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اُمت کے دس مردوں کے ساتھ وزن کرو۔ اُس نے مجھے وزن کیا تو میں ان سے بڑھ گیا۔ پھر کہا کہ امت کے سو مردوں کیساتھ وزن کرو اُس نے مجھے وزن کیا تو میں اُن سے بھی وزنی تھا، پھر کہا کہ اُمت کے ہزار مردوں سے وزن کرو۔ اُس نے مجھے وزن کیا تو میں اُن سے بھی

وزنی تھا۔ پھر کہا کہ آپ کو چھوڑ دو اگر تم ان کو ساری اُمت کے ساتھ بھی وزن کرو گے۔ تب بھی بھاری ہوں گے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ پھر اُنہوں نے مجھے سینہ سے لگا کر میرے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اے حبیب اللہ آپ ڈریے نہیں اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ کے ساتھ کیسی بھلائی کی گئی۔ تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اس حدیث کے بقیہ میں ہے کہ اُنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا بڑا اعزاز و اکرام ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کے بعد وہ چلے گئے۔ اب میں اس امر کو بخوبی دیکھ رہا ہوں۔

ابو محمد مکی اور فقیہ ابو اللیث سمرقندی اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے بیان کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے وقت بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اللھم بحق محمد اغفرلی خطیئتی ویروی تقبل توبتی۔ اے خدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھ کو خطا سے معاف فرما۔ اور ایک روایت میں کہ میری توبہ قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے کہاں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جانا۔ عرض کیا میں نے جنت کے ہر مقام پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ اسی سے میں نے جانا کہ تیرے نزدیک تیری تمام مخلوق میں آپ ہی سب سے برتر عزت والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی اور اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا۔ اس قائل کے نزدیک یہ تفسیر اس

آئۃ کریمہ کی ہے۔

فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ (پ۱ ع۴) | حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے کلمات سیکھے۔ دوسری روائت میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے عرض کیا۔ جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے اپنے سر کو تیرے عرش کی طرف اٹھایا۔ تب میں نے اس میں لکھا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اسی وقت میں نے جان لیا کہ تیرے نزدیک آپ کے سوا کوئی عظیم المرتبت نہیں ہے۔ جبھی تو تُو نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا اسم مبارک ملایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی قسم ہے مجھے اپنے عزت وجلال کی بیشک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری اولاد میں سب سے آخری نبی ہیں۔ ولولاہ مَا خَلَقْتُكَ اگر آپ نہ ہوتے تو اے آدم میں تمکو پیدا نہ فرماتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھی۔ اور ایک روائت میں ابو البشر تھی۔

سُرَیج بن یونس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کے چند فرشتے گشت کرتے ہیں۔ اُن کی عبادت یہ ہے کہ جس گھر میں احمد یا محمد نام کا کوئی مرد ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسمی مناسبت کی بنا پر اعزاز واکرام کریں۔

ابن قانع قاضی ابی الحمراء سے روائت کر کے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب معراج جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا۔ تو عرش پر لکھا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس مرتبہ کے ساتھ میری رفعت سے تائید فرمائی گئی۔ تفسیر میں ہے کہ ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے آیۂ کریمہ
وَکَانَ تَحْتَہٗ کَنْزٌ لَّہُمَا (پ ۱۶ ع ۱) یعنی اس کے نیچے ان دونوں کا خزانہ ہے
کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ سونے کی تختیاں تھیں جس پر لکھا تھا اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے وہ کیونکر رنج اٹھاتا ہے۔ اور اس شخص پر جو جہنم کا یقین رکھتا ہے وہ کیونکر ہنستا ہے۔ اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا اور اہل دنیا کے انقلابات کو دیکھتا ہے۔ وہ کیونکر دنیا میں مطمئن ہے۔ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں"
(انا اللہ لا الٰہ الا انا) .... محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جنت کے دروازے پر مکتوب ہے۔ انی انا اللہ لا الٰہ الا انا محمد رسول اللہ (میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں) میں اسکو عذاب نہ دوں گا۔ جو اس کا قائل ہو۔

منقول ہے کہ ایک پرانے پتھر پر یہ مکتوب پایا گیا۔ محمدٌ تقیٌّ مصلحٌ وسیدٌ امینٌ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پرہیزگار اصلاح کرنے والے اور سردار و امین ہیں۔

سمطاری ذکر کرتے ہیں کہ خراسان کے ایک شہر میں ایک بچہ کو دیکھا کہ اسکے پہلو میں لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پہلو میں محمد رسول اللہ مکتوب تھا۔

مورخین نے ذکر کیا ہے ہندوستان کے کسی شہر میں ایک سرخ گلاب کا پھول ہے۔ اس پر سفید خط سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ مکتوب

ہے۔ جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا کہے گا جس کا نام محمد ہے وہ کھڑا ہو جائے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے جنت میں داخل ہو جائے۔

ابن قاسم نے اپنی کتاب "سماع" میں اور ابن وہب نے اپنی کتاب "جامع" میں مالک سے روائت کی ہے کہ میں نے اہل مکہ کو یہ کہتے سنا ہے۔ کہ جس گھر میں نام "محمد" کا کوئی شخص ہو وہ ضرور بڑھے گا۔ اور ان کو رزق (وافر) دیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس گھر میں نام "محمد" کے ایک یا دو یا تین شخص ہوں۔ اُن کو کسی قسم کا اندیشہ نہیں۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو ان میں سے دل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند فرمایا۔ اور اپنی بارگاہ میں برگزیدہ کیا۔ اب آپ کو اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

نقاش نے بیان کیا کہ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی کہ

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا۔ الآیہ (پ ۲۲ ع ۴)	تمہارے لئے یہ ٹھیک نہیں کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دو اور نہ یہ جائز ہے کہ حضور کے بعد ان کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔

تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور خطبہ دیا فرمایا اے گروہ مومنین! بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھکو تم پر بہت فضیلت دی اور میری بیویوں کو تمہاری بیویوں پر بہت فضیلت دی ہے۔ (الحدیث)

فصل دوم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان فضائل میں جو شب معراج بزرگیاں عطائ فرمائی گئیں۔ اور مناجات، رویتِ الہی، امامت انبیاء علیہم السلام سدرۃ المنتہی تک عروج، اور اپنے رب کی بڑی نشانیوں کے ملاحظہ فرمانے میں مرتبہ دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات میں سے واقعہ معراج ہے۔ جس میں آپ کی رفعت درجات اور ترقی منازل مضمر ہیں جن کی قرآن کریم نے خبر دی اور احادیث صحیحہ نے ان کی تشریح کی۔

اللہ تعالی فرماتا ہے۔

سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الآیہ (پ۱۵ ع ۱)	پاکی ہے اسے جو اپنے بندۂ خاص کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لیگیا۔

اور فرمایا۔

والنجم اذا ھوی (الی) لقد رأی من آیاتِ ربہ الکبری۔ (پ۲۷ ع ۵)	اسے چمکتے تارے (محمد) کی قسم جب معراج سے اُترے (یہانتک کہ) بیشک اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

صحت واقعہ معراج صلی اللہ علیہ وسلم میں مسلمانوں میں اصلا اختلاف نہیں ہے۔ اس لیئے کہ یہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس کے عجائبات اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات کی تشریح احادیث کثیرہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔

ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان میں جو کامل تر ہیں ان کو پہلے بیان کریں۔ اسی ضمن میں اشارۃً ان احادیث کا بھی ذکر کر جائیں۔ جن کا ذکر کرنا محلاً ضروری ہو۔

حدیث:۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مرفوعًا مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میرے پاس براق لایا گیا۔ جو ایک چوپایہ سفید رنگ، نسبتاً گدھے سے اونچا خچر سے پست تھا۔ وہ اپنے قدم وہاں رکھتا جہاں نظر کی انتہا ہے۔ فرمایا میں اُس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا۔ اور اُسکو اُس حلقہ سے باندھ دیا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے۔ پھر مسجد میں داخل ہو کر اس میں دو رکعت نماز پڑھی جب باہر نکلا تو جبریل علیہ السلام نے ایک پیالہ میں شراب اور دوسرے پیالہ میں دودھ پیش کیا۔ میں نے دودھ کو پسند فرمایا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا۔ پھر مجھے آسمان پر لیجایا گیا جبریل نے دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا گیا۔ تم کون ہو؟ جواب دیا جبریل پھر پوچھا گیا کون تمہارے ساتھ ہے۔ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اُن کو حکم ہوا ہے۔ کہا انہیں حکم ہوا ہے۔ تو ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اُنہوں نے مجھے مرحبا کہا۔ اور میرے لئے دُعائے خیر کی۔

پھر مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں بھی جبریل نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ سوال ہُوا کہ کون؟ کہا جبریل۔ سوال ہوا کون تمہارے ساتھ ہے جواب دیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر پوچھا ان کو حکم ملا ہے۔ جواب دیا اُنہیں حکم دیا گیا ہے۔ پس دروازہ کھُل گیا۔ اس وقت کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں۔ اُنہوں نے مرحبا

کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں بھی جبریل سے اسی طرح سوال وجواب ہوئے۔ دروازہ کھلا تو دیکھا کہ میں یوسف علیہ السلام کے سامنے ہوں۔ جن کو ساری دنیا کا نصف حسن دیا گیا ہے۔ انہوں نے مرحبا کہی۔ اور دعائے خیر دی۔ پھر چوتھے آسمان پر بھی یونہیں سوال وجواب ہو کر دروازہ کھلوایا۔ دیکھا تو وہاں حضرت ادریس علیہ السلام ہیں انہوں مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔ انہی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (پ۱۶ ع ۷) ہم نے ان کو بلند مکان دیا۔

پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا۔ اور وہی سوال وجواب ہوئے۔ دروازہ کھلا تو دیکھا وہاں ہارون علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے بھی مرحبا کہی۔ اور دعائے خیر دی۔ پھر چھٹے آسمان پر بھی یہی ہوا۔ تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے بھی مرحبا کہی اور دعائے خیر دی۔ پھر ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں بھی وہی کچھ ہوا۔ دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے ہیں۔ اس جگہ کا حال یہ ہے۔ کہ ستر ہزار ایسے فرشتے روزانہ آتے ہیں۔ جن کی دوبارہ آنے کی باری نہیں آتی۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہی پر لے جایا گیا۔ سدرۃ المنتہی (بیری کا درخت) کے پتے ہاتھی کے کان کے برابر تھے۔ اور اس کے پھل (بیر) مٹکوں کی برابر۔ آپ نے فرمایا جب اسکو اللہ تعالیٰ نے ڈھانپ لیا تو وہ بدل گیا۔ تو مخلوق میں کسی کی طاقت نہیں کہ اس کے حسن وخوبی کی تعریف کر سکے۔ پس اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی۔ اور دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد جب میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف اترا تو انہوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے۔

فرمایا پچاس نمازیں۔ عرض کیا۔ آپ اپنے رب کی طرف واپس ہو کر تخفیف (کمی) کی درخواست کیجئے۔ کیونکہ آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ میں نے اپنی امت بنی اسرائیل کو آزما لیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اپنے رب کی طرف واپس آیا اور عرض کیا۔ اے رب میری اُمت پر کمی کیجئے۔ تو اُس نے پانچ کم کر دیئے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام کی طرف آیا اور اُن سے کہا کہ پانچ کی کمی ہو گئی۔ تو عرض کیا۔ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی۔ پھر واپس جا کر کمی کی درخواست کیجئے۔ حضور فرماتے ہیں کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین آنا جانا ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دن رات میں یہ پانچ نمازیں ہیں اور ہر ایک نماز دس کے برابر ہے۔ گویا وہ پچاس نمازیں ہی محسوب ہوں گی۔ اور جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اسکو عمل میں نہ لائے تو ایک نیکی لکھی جائے گی۔ اور اگر عمل کرے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اور اُسکو عمل میں نہ لائے تو کچھ نہ لکھا جائے گا۔ اور اگر وہ اس کا مرتکب ہو ہی گیا۔ تو صرف ایک ہی بدی لکھی جائے گی۔ فرمایا جب اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی خبر دی تو اُنہوں نے کہا اپنے رب کی طرف جائیے اور کمی کی درخواست پھر کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے موسیٰ میں رب کی طرف بار بار جاتا رہا ہوں۔ اب حیا معلوم ہوتی ہے۔

قاضی (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ ان کو توفیق خیر دے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت ثابت رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حضرت انس رضی

سے ماشاء اللہ نہائت عمدہ صحیح بیان کیا ہے۔ اور کوئی دوسرا اس سے بہتر بیان نہیں کر سکا۔ دوسروں نے حضرت انس کی اس حدیث میں بہت کچھ خلط ملط کیا ہے۔ خصوصاً شریک ابن نمر کی روائیت کہ انہوں نے اس کے شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فرشتے کا آنا اور آپ کے بطن مبارک کا شق کرنا اور آبِ زم زم سے اس کا دھونا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ تو وحی سے قبل آپ کے عہد طفولیّت کا ہے۔ بلاشبہ شریک ابن نمیر نے اپنی حدیث میں اس کو مانا ہے۔ کہ یہ واقعہ، نزولِ وحی سے پہلے کا ہے۔ اور واقعہ معراج کا تذکرہ کیا ہے۔ کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ کہ یہ بعد نزول وحی کا واقعہ ہے۔ اور بہت سوں نے کہا ہے۔ کہ واقعہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے بعض نے کہا کہ نزول وحی سے پہلے کا ہے۔

ثابت نے ایک روائت میں حضرت انس رضی اللہ سے جو حماد بن سلمہ سے بھی ہے۔ بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسوقت آئے جبکہ آپ دایہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں ایام رضاعت میں بچوں کیساتھ تھے تو انھوں نے آپ کے قلب مبارک کو شق کیا۔ یہ واقعہ معراج کی حدیث سے بالکل علیحدہ ہے۔ جیساکہ لوگوں نے روایت کیا ہے۔ اور دونوں قصوں کی تصحیح کی ہے۔ اور واقعہ معراج میں بیت المقدس تک اور سدرۃ المنتہیٰ تک جانا یہ علیحدہ واقعہ بیان کیا ہے۔ بلا شبہ آپ بیت المقدس تک گئے۔ اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک چڑھے ہیں۔ اسنے ان تمام اشکال کو دُور کر دیا جنکو اوروں نے وہم میں ڈالا تھا۔

یونس نے ابن شہاب اور انس رضی اللہ عنہما سے روایت کی اُنہوں نے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی جبریل اترے میرے سینے کو چاک کیا پھر آب زم زم سے اسکو دھویا پھر ایمان و حکمت سے پُر ایک سونے کا طشت لائے۔ اس سے میرے سینے کو بھرا پھر میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان کیطرف لے گئے۔ اس کے بعد پُورا واقعہ بیان کیا۔ قتادہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔

حضرت انس نے ملک بن صعصعہ سے جو روایت کی ہے۔ اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور کچھ زیادتی و کمی ہے۔ اور آسمانوں میں انبیاء علیہم السلام کی ترتیب میں خلاف ہے۔ حضرت ثابت کی وہ حدیث جو حضرت انس سے مروی ہے۔ وہ زیادہ عمدہ اور صحیح ہے۔

واقعات معراج کی احادیث میں بہت سی ایسی باتیں ہیں۔ جن سے مفید نکتے پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کو ہم اپنے مقاصد و مطالب میں بیان کریں گے۔

منجملہ ان میں سے حدیث ابن شہاب ہے کہ اس میں ہر نبی کا یہ قول ہے۔ کہ مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح۔ یعنی مرحبا ہو اے نبی صالح اور اے صالح بھائی سوائے آدم و ابراہیم علیہما السلام کے کہ اُنہوں نے کہا والابن الصالح۔ یعنی اے صالح فرزند!

اور اس میں طریق ابن عباس سے ہے کہ پھر مجھے اُوپر لے گئے، یہانتک کہ ایک کشادہ ہموار مقام پر پہنچا کہ اس میں قلموں کے چرچرانے کی آواز سنتا تھا۔ حضرت انس کی روایت میں ہے کہ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ

لے جایا گیا۔ اس کو ایسے رنگوں نے ڈھانپ لیا۔ کہ میں نہیں جانتا وہ کیا ہیں۔ فرمایا پھر جنت میں داخل کیا گیا۔ مالک بن صعصعہ کی حدیث میں ہے۔ جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے بڑھا تو وہ رو دیے۔ ندا کی گئی۔ کیوں روتے ہو۔ عرض کیا کہ اے میرے رب یہ وہ شخص ہے جس کو میرے بعد تو نے بھیجا اور ان کی اُمت میری اُمت سے زیادہ جنت میں داخل ہو گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو جماعت انبیاء میں دیکھا کہ نماز کی تیاری کی جا رہی ہے۔ تو میں نے اُن کی امامت کی۔ ایک کہنے والے نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ داروغۂ دوزخ مالک ہیں۔ اُن کو سلام سے نوازئے۔ میں اُن کی طرف متوجہ ہُوا۔ اُس نے مجھے سلام پیش کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ بھی ہے۔ کہ پھر چلے کہ یہاں تک کہ بیت المقدس آئے۔ براق سے اُتر کر اسکو ایک پتھر سے باندھ دیا۔ فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ جب نماز ختم ہو چکی تو کہنے لگے اے جبریئل یہ تمہارے ساتھ کون ہیں۔؟ جواب دیا کہ یہ محمد اللہ کے رسول خاتم النبیین ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) انھوں نے کہا کیا تمُ ان کی طرف بھیجے گئے ہو۔ کہا ہاں! سب نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو حیات دے یہ بھائی اور خلیفہ ہیں۔ کتنے اچھے بھائی اور کتنے اچھے خلیفہ ہیں پھر انہوں نے ارواح انبیاء سے ملاقات کی اور اپنے رب کی حمد بجا لائے۔ ان میں سے ہر ایک کی گفتگو کا ذکر کیا۔ وہ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد۔ حضرت سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا ذکر کیا کہ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل کی حمد بجا لائے۔ فرمایا تم سب نے اپنے رب کی تعریف کی۔ اور میں اپنے رب کی یہ تعریف کرتا ہوں کہ پاکی ہے اُس اللہ تعالیٰ کی جسنے مجھے رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر کر کے بھیجا اور اُس نے مجھ پر وہ قرآن نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ اور میری اُمت کو بہتر امت کیا اور میری امت کو درمیانی اُمت بنایا۔ اور میری اُمت کو ایسا بنایا کہ وہی اوّل اور آخر ہے۔ اور میرے سینہ کو کھول دیا۔ اور ہر بُرائی کو مجھ سے دُور کیا۔ اور میرے ذکر کو بُلند کیا۔ اور مجھکو فاتح اور خاتم بنایا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ اسی وجہ سے تمپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت پا گئے۔ پھر ذکر کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان دنیا کی طرف لے جایا گیا۔ اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جیسا کہ گزرا لے جایا گیا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ وہ چھٹے آسمان پر ہے۔ جو کچھ زمین سے اُوپر چڑھتا ہے۔ وہاں اُس کی انتہا ہو جاتی ہے اور وہاں روک لئے جاتے ہیں۔ اور جو چیز اُوپر سے اترتی ہے۔ وہ بھی وہیں منتہی ہوتی ہے۔ وہاں سے قبض کر لی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ۔ (پ۲۷ ع ۵) — جب کہ سدرہ کو ڈھانکا بس نے کہ ڈھانکا۔

فرمایا کہ وہ سونے کے پتنگے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو کہ ربیع بن انس

کے واسطہ سے ہے ۔ مروی ہے کہ مجھ سے کہا گیا کہ یہی سدرۃ المنتہیٰ ہے ۔ جہاں آپ کی ہر ایک امت کے عمل جو آپ کے ساتھ پر فوت ہوتا ہے پہنچتے ہیں ۔ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے جس کے جڑ میں سے چار نہریں جاری ہیں ۔ ایک نہر صاف پانی کی ، دوسری نہر دودھ کی جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا ۔ تیسری نہر شراب کی جو پینے والوں کے لیئے لذیذ ہے ۔ چوتھی نہر صاف شہد کی ۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے ۔ جس کے سایہ میں سوار ستر سال تک چل سکتا ہے ۔ اس کا ایک پتہ مخلوق کو ڈھانکنے والا ہے ۔ اس کو نور اور فرشتوں نے ڈھانک لیا ہے ۔ خدا کے فرمان اذ یغشیٰ السدرۃ ما یغشیٰ کا یہی مفہوم ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا مانگیئے ؟ آپ نے عرض کیا ۔ تو نے حضرت ابراہیم کو خلیل بنا کر انکو بڑا ملک دیا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو نے کلام فرمایا ، حضرت داؤد علیہ السلام کو بڑا ملک دیا لوہے کو ان کے لیئے نرم کیا اور پہاڑوں کو ان کے لئے تابع فرمان ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم دیکر جن و انس ، شیاطین اور ہوا کو ان کا تابع فرمان بنایا ۔ اور اُن کو ایسا ملک دیا ۔ جو اُن کے بعد کسی کو لائق نہیں ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو توریت و انجیل سکھائی ۔ اور اُن کو مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو تندرست بنانے والا کیا ۔ اُن کو اور اُن کی والدہ کو شیطان مردود سے پناہ دی ۔ اور وہ مردود ان دونوں پر کوئی راہ نہیں پاتا ۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا میں نے تم کو خلیل اور حبیب بنایا ۔ اور یہ توریت میں مکتوب ہے ۔ کہ محمد "(صلی اللہ علیہ وسلم) رحمٰن کے حبیب ہیں ۔" اور میں نے تم کو تمام لوگوں کیطرف رسول بنا کر بھیجا ۔ اور تمہاری اُمت کو ایسا کیا

کہ وہی اوّل اور وہی آخر ہیں۔ اور میں نے تمہاری اُمت کو ایسا کیا۔ کہ اُن کے لئے خطبہ جائز نہیں۔ جبتک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں۔ تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ اور اے محبوب میں نے تمکو خلقت کے اعتبار سے تو پہلے اور بعثت کے لحاظ سے آخر بنایا۔ اور میں نے تم کو سبع مثانی دیا جوکہ میں نے کسی نبی کو تم سے پہلے نہیں دیا۔ اور میں نے تم کو سورۂ بقرہ کی آخری آئتیں (خاص طور پر) دیں۔ وہ میرے عرش کے نیچے کا خزانہ ہے جو تم سے پہلے کسی نبی کو نہ دیا۔ اور میں نے تم کو شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔

اور دوسری روایت میں کہا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین ۳ چیزیں (خاص طور پر) دی گئیں یعنی پانچ ۵ نمازیں، سورۂ بقرہ کی آخری آئتیں، اور آپ کی اُمت کے ان لوگوں کی ہلاک کرانے والے گناہ کبیرہ کی بخشش جنھوں نے کبھی خُدا کا شرک نہ کیا۔ اور فرمایا

ماکذب الفواد ومارأی الائیتین (پ۲۷ ع ۵) — جو آنکھوں نے دیکھا دل نے اُس کی تصدیق کی

جبریل علیہ السلام کو اُن کی اپنی صورت میں دیکھا کہ اُن کے چھ سو پر ہیں۔

شریک کی حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان میں دیکھا فرمایا۔ اُن کو یہ مرتبہ اُن کے کلیم ہونیکی وجہ سے ملا۔

فرمایا پھر مجھے اس سے اوپر لے گئے۔ اس مقام کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا میرا یہ گمان نہ تھا۔ کہ کوئی مجھ سے بڑھ کر ہوگا۔ (یہ راوی کا تصرف معلوم ہوتا ہے حالانکہ توریت

بھی ...ر کی فضیلت مذکور ہے۔ نسیم الریاض)
...رت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھی۔
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ جبریل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں کندھوں کو ہلایا جو وہاں تھا کھڑا ہوا اور اسمیں پرندوں کے دو گھونسلے کی مانند ایک میں بیٹھا اور دوسرے میں وہ۔ پھر وہ بڑھ گیا۔ حتیٰ کہ اس نے مشرق اور مغرب کو ڈھانپ لیا۔ اور اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا میں ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ اور میں نے جبریل کو دیکھا کہ وہ گویا ایک باریک کپڑا ہے۔ جو زمین سے ملا ہوا ہے۔ میں نے اُن کے مرتبۂ علم کو جان لیا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دی ہے۔ (یہ اُن کی جزوی فضیلت ہے ورنہ کلی فضیلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے ۱۲ مترجم) میرے لیئے آسمان کے دروازہ کھلوائے گئے۔ اور میں نے نور اعظم کو دیکھا اور میرے پیچھے پردہ ڈالا گیا کہ اُسکی دراڑیں موتی اور یاقوت کی تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا مجھے وحی فرمائی۔
بزار نے حضرت علی مرتضیٰ بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان سکھائے تو جبریل علیہ السلام ایک جانور لائے۔ جس کو براق کہا جاتا ہے۔ آپ اسپر سوار ہونے لگے تو اُس نے شوخی کی جبریل نے کہا ٹھیر! خُدا کی قسم تیرے اُوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر خُدا کی بارگاہ میں کوئی مکرم بندہ سوار نہیں ہُوا پھر آپ اس پر سوار ہوئے

یہانتک کہ اس پردے کے قریب تک سے گیا۔ جو اللہ تعالیٰ کے قریب تھا۔ اس حالت میں کہ آپ تھے پردے یعنی حجاب کے پیچھے سے ایک فرشتہ نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے جبریل یہ کون ہے؟ کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو حق کیساتھ بھیجا خدا کی بارگاہ میں بہت مقرب ہوں لیکن اس فرشتہ کو جب سے میں پیدا ہوا ہوں۔ اس سے پہلے نہ دیکھا۔ فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر اسکو پردے کے پیچھے سے کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔ پھر فرشتے نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ اس سے پردے کے پیچھے سے کہا گیا میرے بندے نے سچ کہا میں خدا ہوں میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بقیہ کلمات اذان کو اسی طرح ذکر کیا۔ مگر حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کے جواب کا ذکر نہیں کیا۔ اور کہا پھر فرشتے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا اور آپ کو آگے لے گیا تب آپ نے آسمان والوں کی امامت فرمائی جسمیں آدم و نوح علیہما السلام بھی تھے۔

ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم اس کے راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرافت کو تمام آسمان و زمین والوں پر کامل کر دیا۔

قاضی (عیاض) رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ اُن کو توفیق خیر دے۔ فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث میں حجاب (پردے) کا جو ذکر ہے وہ پردہ مخلوق کے حق میں ہے نہ کہ خالق کے حق میں۔ وہ لوگ محجوب ہیں اور اللہ تعالیٰ جل اسمہٗ اس سے پاک ہے۔ کہ کوئی اُس کو چھپائے۔ اس لیئے کہ

پردہ میں وہ چیز ہو سکتی ہے۔ جو اندازہ میں آئے اور وہ ہمارے حواس خمسہ میں آنیوالی ہو۔ لیکن اس کے پردے مخلوق کی آنکھوں، عقلوں اور فہموں پر ہے۔ جس کے ساتھ وہ چاہے۔ جیسا چاہے اور جب چاہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

کَلَّآ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (پ ۳۰ ع ۸)	ہر گز نہیں۔ بیشک وہی اپنے رب سے آج کے دن پردوں میں ہیں۔

اس پردہ والی حدیث کے کہ فرشتہ پردے میں سے نکلا۔ واجب ہے کہ یہ معنی کیئے جائیں کہ وہ ایک پردہ تھا۔ کہ دوسرے فرشتے اس فرشتہ کے سوا اللہ تعالیٰ کی عظمت و سلطنت، عجائب ملکوت و جبروت پر آگاہ نہ تھے۔ حدیث کے اس معنی پر جبریل علیہ السلام کا یہ قول دلالت کرتا ہے۔ کہ یہ فرشتہ جو پردے کے پیچھے سے نکلا ہے وہ ہے جسکو اپنی خلقت سے لیکر اس وقت تک اس سے پہلے نہ دیکھا۔ یہ قول دلالت کرتا ہے کہ یہ پردہ ذات الٰہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اس پر کعب احبار کے قول سے بھی دلیل لائی جا سکتی ہے۔ جو انہوں نے سدرۃ المنتہی کی تفسیر میں بیان کی ہے۔ کہا کہ اس کی طرف فرشتوں کا علم منتہی ہوتا ہے۔ اور اس کے نزدیک سے خدا کا حکم پاتے ہیں۔ اس سے آگے ان کا علم بڑھتا نہیں۔

لیکن اس حدیث میں یہ قول کہ رحمٰن (اللہ) تعالیٰ سے متصل ہے تو بہ حذف مضاف اللہ پر محمول کیا جائے گا۔ یعنی عرش رحمان سے متصل ہے۔ یا اس کی بڑی آیات کے کسی امر سے یا اس کے معارف کے حقائق کے مبادی سے جسکو وہی زیادہ جانتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے۔ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ (پ ع) یعنی اہل قریہ (گاؤں والوں) سے پوچھو۔ اور حدیث میں یہ قول کہ پردے کے پیچھے سے کہا گیا کہ میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں۔ اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اس جگہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام الٰہی کو سنا۔ لیکن پردے کے پیچھے سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب۔ (پ۲۵ ع ۶)	کسی بشر کو یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے وہ کلام کرے۔ مگر وحی کے طور پر پردے کے پیچھے سے۔

یعنی وہ اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس کی رویت سے بشر کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اگر یہ بات بالکل درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو (بے حجاب) دیکھا تو ہو سکتا ہے۔ کہ آپ اس مقام کے علاوہ کسی اور وقت میں دیکھا ہو یا اس سے پہلے دیکھا ہو اور آپ کی آنکھوں سے پردے اٹھا دیئے گئے ہوں۔ یہاں تک کہ آپ نے رویتِ الٰہی کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل سوم

علماء سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج روحانی تھی یا جسمانی۔ اس میں تین قسم کی روائتیں ہیں۔

ایک گروہ اس طرف ہے کہ یہ معراج روحانی تھی۔ اور یہ نیند میں دیکھنا ہے۔ باوجودیکہ اس بات میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی خواب حق اور وہ وحی ہے۔ اس طرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ گئے ہیں۔ اور

حضرت حسن سے حکایت کی ہے۔ اور انہیں سے اس کے خلاف بھی مشہور ہے۔ اسی کی طرف محمد بن اسحاق نے اشارہ کیا ہے۔ اُن کی دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الخ (پ ۱۵ ع ۶)	ہم نے وہ رویا جو تمہیں دکھائی وہ لوگوں کے لئے فتنہ ہی تھا۔

اور وہ حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو گم نہیں کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ایکدن میں سو رہا تھا۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے بموجب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سو رہے تھے۔ اور قصۂ معراج بیان کیا پھر اس کے آخر میں کہا جب بیدار ہوا تو میں مسجد حرام میں تھا (یہ دلائل معراج منامی کے قائلین کے ہیں)۔

اکابر علماء سلف اور تمام مسلمان اس طرف گئے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج بیداری میں جسمانی تھی اور یہی قول حق ہے اور حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت حذیفہ، حضرت عمر، حضرت ابی ہریرہ، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابو حبہ بدوی، حضرت ابن مسعود، حضرت ضحاک، حضرت سعید بن جبیر، قتادہ، ابن مسیب، ابن شہاب، ابن زید، حسن، ابراہیم، مسروق، مجاہد، عکرمہ ابن جریج، رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ اور یہی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول پر حجت ہے۔ اور یہی مذہب طبری، امام ابن حنبل اور مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کا ہے۔ اور یہی مذہب اکثر فقہائے

متاخرین، محدثین، متکلمین، اور مفسرین رحمہم اللہ کا ہے۔
اور ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں جسمانی معراج بیت المقدس تک ہوئی۔ اور آسمانوں تک روحانی ہوئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے حجت پکڑتے ہیں کہ فرمایا

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ (پ ۱۵ ع ۱)	پاکی ہے اسے جو اپنے بندۂ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک راتوں رات لیگیا

پس وہ مسجد اقصیٰ تک اس معراج کی انتہا مانتے ہیں جس میں تعجب وحیرت واقع ہے۔ اور اس میں آپ کی بڑی قدر و مدح، وہاں تک تشریف لیجانے اور معراج ہونے کی کرامت نکلتی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں۔ کہ اگر معراج جسمانی مسجد اقصیٰ سے آگے تک بھی ہوتی تو ضرور اس کو اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا۔ اس کا ذکر حضور کی مدح میں اور زیادتی ہوتی۔ پھر یہ دونوں گروہ اس میں مختلف ہیں۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس میں نماز پڑھی یا نہیں۔ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے بارے میں حضرت انس اور اُن کے سوا دوسروں کی حدیث پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ حذیفہ ابن یمان اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خدا کی قسم آپ اور جبریل علیہ السلام براق کی پشت پر ہی رہے یہانتک آپ اور وہ واپس آگئے۔

قاضی (عیاض) رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ اُن کو توفیق خیر دے کہتے ہیں کہ حق وصحیح بات انشاء اللہ اس میں یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسم و روح دونوں کیساتھ شب معراج میں ہوئی اور

سی پر آئیہ کریمہ اور معتبر اخبار صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ ظاہر اور حقیقت سے تاویل کی طرف نہیں عدول کرنا چاہیئے۔

سوائے امر محال کے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی اور حالت بیداری میں کوئی استحالہ نہیں۔ اس لیئے کہ اگر منامی (خواب میں) ہوتی تو اللہ تعالیٰ روح عبدہ فرماتا بعبدہ نہ کہتا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

مازاغ البصر وما طغی (پ۲۷ع۵) | نہ آنکھ جھپکی اور نہ ادھر اُدھر ہوئی۔

اگر خواب میں ہوتی تو یہ نہ نشانی ہے اور نہ معجزہ اور نہ کفار اس سے تعجب کرتے۔ اور نہ اسکو جھٹلاتے، اور نہ ضعیف مسلمان مرتد ہونے اور نہ فتنے میں پڑتے۔ اس لئے کہ ایسی خوابوں کا کوئی انکار نہیں کرتا۔ بلکہ یہ انکار اسی وجہ سے تھا کہ وہ جانتے تھے۔ کہ آپ نے اپنے جسم و بیداری کی حالت میں معراج کی خبر دی ہے۔ کیونکہ بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز پڑھنے کا حدیث میں ذکر ہے۔ بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ۔ اور دوسروں کی روایت کے بموجب آسمانوں میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

پھر جبریل علیہ السلام کا براق لانا، معراج کی خوشخبری دینا، آسمانوں کے دروازے کھلوانا۔ اور یہ کہا جانا کہ کون تمہارے ساتھ ہے اور یہ کہنا کہ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا اُن کی ساری باتیں، ان کا مرحبا کہنا۔ نمازوں کا فرض ہونا، اور ابن میں موسیٰ علیہم السلام کے پاس آنا جانا۔ اور بعض حدیثوں کے مطابق جبریل کا میرا ہاتھ پکڑنا، آسمان پر لیجانا۔ پھر اتنا اونچا لے جانا کہ ہموار میدان آجائے

وہاں قلموں کے چرچرانے کی آواز سننا، سدرۃ المنتہیٰ پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا۔ وہاں کی سیر کرنا یہ سب احادیث میں مذکور ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ واقعہ معراج آنکھوں دیکھا حال ہے۔ جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں سے دیکھا خواب نہ تھا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں حجر اسود کے پاس سو رہا تھا۔ کہ جبریل علیہ السلام آئے اور پیچھے سے مجھے ہلایا اور میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے نظر نہ آیا پھر لیٹ گیا۔ تین دفعہ یوں ہی ہوا تیسری مرتبہ میرے کندھوں کو پکڑ کر اُس نے ہلایا اور مجھے مسجد کے دروازے تک لے گیا۔ تو وہاں ایک جانور تھا۔ اور براق کی خبر دی۔

حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گھر سے ہی معراج کرائی گئی۔ اُس وقت عشاء کی نماز پڑھ کر ہمارے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے تھے۔ صبح فجر سے کچھ قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو جگایا۔ جب آپ اور ہم صبح کی نماز پڑھ چکے تو فرمایا اے اُم ہانی! میں نے تمہارے ساتھ عشاء کی نماز جیسا کہ تم نے دیکھا اس وادی میں پڑھی پھر بیت المقدس میں جا کر اس میں نماز پڑھی۔ پھر صبح کی نماز اب تمہارے ساتھ جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو پڑھی ہے۔ (الحدیث) یہ حجت ہے اس بات پر کہ آپ کی معراج جسمانی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شداد ابن اوس ایک روایت میں اُن سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ شب معراج کی صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے رات کو کاشانۂ اقدس میں تلاش کیا۔ آپ کو نہ پایا؟ اُن کو جواب میں ارشاد فرمایا کہ مجھے جبریل علیہ السلام اُٹھا کر بیت المقدس لے گئے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا میں نے شب معراج مسجد اقصیٰ کے سامنے نماز پڑھی پھر میں صخرہ میں داخل ہوا تو ایک فرشتہ کو تین برتن لئے کھڑا پایا (الی آخر الحدیث)

یہ تصریحات بالکل ظاہر ہیں۔ ان میں کوئی استحالہ نہیں۔ اور اپنے ظاہری معنی میں ہی محمول ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ میرے مکان کی چھت پھاڑ دی گئی، اس وقت میں مکہ میں تھا پس جبریل علیہ السلام اترے اور میرا شرح صدر کیا۔ پھر آب زم زم سے غسل دیا۔ آخر قصہ تک۔ پھر میرا پکڑ کر مجھے اوپر لے گئے (معراج کرائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے پاس (آنیوالے) آئے اور مجھ کو زمزم تک لے گئے اور میرا شرح صدر کیا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ میں نے رکاوٹ محسوس کی جب قریش مجھ سے معراج کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ وہ مجھ سے ان چیزوں کا سوال کرتے تھے جنکو میں نے محفوظ نہ کیا تھا۔ تو میں نے سخت کربت محسوس کی۔ کہ اس سے پہلے کبھی مجھے محسوس نہ ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا کر میرے پیش نظر کر دیا۔ اسی کے مثل حضرت جابر سے مروی ہے

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث معراج میں روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ پھر میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی طرف

واپس آیا، بحالیکہ اُنہوں نے اپنا پہلو بھی بدلا نہ تھا۔

فصل چہارم

ان دلائل کے ابطال میں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ معراج (نومی) خواب میں تھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو حجت میں لاتے ہیں۔
وَمَا جعلنا الرویا التی اریناک ہم نے وہ خواب جو تم کو دکھائی وہ لوگوں کے لئے فتنہ ہے۔ اسکو اللہ تعالیٰ نے رؤیا قرار دیا ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان سبحان الذی اسریٰ بعبدہ کا (الایہ) اس کو رد کرتی ہے۔ اس لیئے کہ اسکی حالت نوم کے لئے بولا ہی نہیں جاتا۔ اور فِتنۃً لِلنّاسِ اس کی تائید کرتی ہے۔ کہ وہ رؤیا عینی مشاہدہ تھا۔ اور معراج جسمانی شخصی تھی۔ اس لیئے کہ خواب میں دیکھنا تو فتنہ ہے ہی نہیں اور نہ اُس کی تکذیب کرتا ہے کیونکہ ہر شخص اپنے خواب میں اس کی مثل کائنات میں ایک گھڑی کے اندر مختلف اطراف میں چلا جاتا ہے۔ علاوہ بریں اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ آیت قضیہ حدیبیہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔ اور جو کچھ لوگوں کے دلوں میں اس سے واقع ہوا۔ اس کو بیان کردیا۔ اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔

لیکن ان کی یہ دلیل کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں مناماً (خواب) کہا ہے۔ اور دوسری حدیث میں بین النائم والیقظان (میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا) آیا ہے۔ اور یہ قول کہ وھو نائم (درانحالیکہ سورہا تھا) اور یہ قول کہ ثم استیقظت (پھر میں بیدار ہوا) اس کو حجت میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس لیئے کہ حضور کی خدمت میں سب سے پہلے

فرشتہ اس حالت میں پہنچا ہو کہ آپ سوتے ہوں۔ یا شروع اُٹھانے کے وقت آپ سوتے ہوں۔ حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے۔ کہ معراج کے سارے واقعات میں آپ سوتے رہے ہوں۔ البتہ آپ کا یہ فرمانا کہ پھر میں بیدار ہوا تو مسجد حرام میں تھا۔ شائد کہ استیقظت بمعنی اصبحت (یعنی صبح کی میں نے) مراد ہو، یا واپسی کے بعد آکر سو گیا۔ پھر جاگا تو مسجد حرام میں تھا۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ یہ معراج لمبی رات تک نہ تھی۔ بلکہ وہ تو رات کے کچھ حصہ میں تھی۔ اور کبھی یوں کہا جاتا ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں بیدار ہوا، تو مسجد حرام میں تھا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت کے عجائبات کے مطالعہ نے ڈھانک لیا تھا۔ اور آپ کے باطن کو ملاء اعلیٰ کے مشاہدہ نے اور اپنے رب کی بڑی نشانیوں کے ملاحظہ نے وارفتہ کر دیا تھا۔ آپ بشری حالت میں اسی وقت لوٹے جب مسجد حرام میں واپس آگئے۔ اور تیسری وجہ یہ کہ آپ کی نیند اور بیداری حقیقی معنی میں ہو۔ جو الفاظ کا ظاہری اقتضاء ہے۔ لیکن معراج جسمانی ہوئی اس حال میں کہ آپ کا قلب حاضر تھا۔

اور انبیاء کی نیند (خواب) حق ہوتی ہے۔ اُن کی آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن اُن کے قلوب بیدار ہوتے ہیں۔

بعض اصحاب کے اشارات اس طرف مائل ہوئے ہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں، آپ کا آنکھوں کو بند کرنا اس لئے تھا کہ کوئی محسوس چیز آپ کو اللہ تعالیٰ سے نہ روک سکے۔ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لئے نماز کے وقت صحیح نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ اس معراج میں آپ کی یہ حالت ہو۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ نیند سے مطلب یہ ہو کہ سونیوالوں کی طرح سیدھے لیٹے ہوں۔ اور اس تاویل کو آپ کا یہ فرمان قوی بناتا ہے۔ جو عبد بن حمید کی روایت میں ہمام سے مروی ہے کہ میں سوتا تھا اور بعض دفعہ فرمایا لیٹا تھا۔

ھدبہ کی روایت میں آپ سے منقول ہے کہ میں حطیم میں سو رہا تھا۔ اور بعض دفعہ فرمایا حجر اسود کے پاس لیٹا تھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا۔ پس اس حالت کو نیند کہہ دیا کیونکہ سونیوالی حالت غالب تھی۔ بعض اسطرف گئے ہیں کہ یہ اضافات یعنی سونا، شکم کا چاک کرنا، اللہ عزوجل سے قریب و بعید ہونا صرف شریک کی روایت میں ہے۔ جو حضرت انس سے مروی ہے۔ لیکن یہ روایت منکر ہے۔ اس لیئے کہ شکم کا چاک ہونا احادیث صحیحہ میں اس وقت کا واقعہ ہے جب آپ عہد طفولیت میں تھے جو نبوت سے پہلے کا وقت کا ہے۔ اور اس لیئے بھی کہ حدیث میں قبل بعثت کا ذکر ہے۔ اور معراج باتفاق بعثت کے بعد ہوئی ہے۔ پس یہ سب دلائل حضرت انس کی روایت کو کمزور کرتی ہیں۔ باوجودیکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے متعدد طریقوں سے بیان کیا ہے کہ یہ روایت دوسروں سے منقول ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو نہیں سُنا ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ تو مالک بن صعصعہ سے نقل کیا اور کتاب مسلم میں کہا کہ شاید یہ مالک ابن صعصعہ سے ہے۔ یعنی شک کے لفظ روایت کیا۔ اور ایک دفعہ کہا کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے تھے۔

لیکن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول کہ

ہیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کو گم نہیں کیا۔ اسکو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے مشاہدہ سے نہیں بیان کرتی ہیں۔ اس لیے کہ وہ اس وقت تک آپکی بیوی نہیں ہوئی تھیں، اور نہ آپ کی ایسی عمر تھی کہ جس میں کوئی یاد رہ سکے۔ اور شاید کہ وہ اس وقت تک پیدا ابھی نہ ہوئی تھیں کیونکہ وقوع معراج کے تعین میں اختلاف ہے۔ پس جبکہ وقوع معراج اگر اوّل اسلام میں ہو جیسا کہ زہری کا قول ہے۔ اور جو اس کی موافقت کرتے ہیں کہ بعثت کے ڈیڑھ سال بعد ہوئی۔ حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہجرت کے وقت آٹھ سال کی بچی تھیں۔

بعض کہتے ہیں کہ وقوع معراج ہجرت سے پانچ سال قبل اور بعض کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایکسال قبل ہوئی، قرین صحت پانچ سال ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی دلیل طویل ہے جو ہماری غرض سے متعلق نہیں۔ پھر جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود مشاہدہ نہیں کیا۔ تو یہ دلیل اس بات کی ہے۔ اُنہوں نے دوسروں سے سنکر بیان کیا۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دوسروں کی خبر پر اُن کی روایت کو ترجیح دی جائے۔ حالانکہ ان کے سوا دوسرے اس کے خلاف کہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث ام ہانی میں صاف طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ اوروں نے بھی روایت کیا ہے۔

اب نتیجہ یہ برآمد ہوا۔ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ثابت نہیں اور دوسری احادیث زیادہ ثابت اور صحیح ہیں۔ ہماری اس سے مراد ام ہانی کی حدیث ہے۔ اور نہ وہ جو کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے۔ کہ "میں نے جسد اقدس کو گم نہیں کیا" حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے

مدینہ میں ملے ہیں۔ یہ تمام دلیلیں ان کی روایت کو کمزور کر رہی ہیں۔ بلکہ آپ کا جسم کیساتھ تشریف لیجانا پر انہیں کا صحیح قول دلالت کرتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے آنکھ سے دیدار الٰہی کی روایت کا انکار کرتی ہے۔ اگر ان کے نزدیک یہ خواب میں ہوتا ہے۔ تو اس کا انکار نہ کرتیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ما کذب الفواد ما رای (جو دیکھا دل نے نہ جھٹلایا) اس سے دل کا دیکھنا مراد ہے۔ اور یہ اس پر دلیل ہے۔ کہ یہ خواب کا دیکھنا اور وحی تھی نہ کہ آنکھ اور حواس سے مشاہدہ کرنا۔ تو ہم اس کے جواب اور مقابلہ میں یہ آیت پیش کریں گے ما زاغ البصر وما طغیٰ (آنکھ نہ جھپکی، نہ بہکی) اس میں دیکھنے کی نسبت آنکھ کی طرف کی ہے۔ اور مفسرین آیۃ کریمہ ما کذب الفواد ما رای کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ دل نے آنکھ کو حقیقت کے سوا وہم میں نہ ڈالا۔ بلکہ اس کی رویت کی دل نے تصدیق کی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے دل نے انکار نہ کیا جو آپ کی آنکھ نے دیکھا۔

فصل پنجم (۵)

علماء سلف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب تبارک وتعالیٰ کی رویت میں اختلاف کیا ہے۔ اس کا حضرت عائشہ نے انکار کیا۔

حدیث: حضرت مسروق قدس اللہ اسناد مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا۔ یا ام المومنین! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو فرمایا تمہارے اس سوال سے میرے بال کھڑے ہو گئے تین باتیں ایسی ہیں جو تم سے کہے وہ جھوٹا ہے۔ ایک یہ کہ جو تم سے کہے کہ حضور نے اپنے رب کو دیکھا وہ جھوٹا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔ لا تدرکہ الابصار الآیہ

(پ ۷ ع ۱۹) (اس کو آنکھیں نہیں پا سکتیں) آخر حدیث تک بیان کیا۔ اور ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی قائل ہے۔ اور یہی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت جبریل کو دیکھا۔ اور اس کے خلاف بھی اُن سے منقول ہے۔ کہ اُنہوں نے اس کے انکار کے ساتھ دنیا میں رؤیت الٰہی ناممکن فرمایا ہے۔ اس کی محدثین، فقہا اور متکلمین کی ایک جماعت قائل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی آنکھ سے رؤیت الٰہی کی۔ انہیں سے عطا نے روایت کی کہ آپ نے اپنے دل سے اُس کو دیکھا۔ ابوالعالیہ نے اُن سے روایت کیا کہ آپ نے اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا۔ ابن اسحاق ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف ایک شخص کو بھیجا کہ وہ آپ سے پوچھے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ فرمایا ہاں!۔ اور ان سے یہی زیادہ مشہور ہے۔ کہ حضور نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ یہ اُن سے متعدد طریقوں سے مروی ہے۔

اور فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت سے خاص فرمایا۔ اُن کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے کہ۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝ أَفَتُمَارُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ (پ ع ۵)	دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔ تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے پر جھگڑتے ہو۔ اور اُنہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

ماوردی فرماتے ہیں کہا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تقسیم فرمایا ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مرتبہ اپنے رب سے کلام فرمایا۔

ابو الفتح رازی اور ابو اللیث سمرقندی کعب احبار سے حکایت نقل کرتے ہیں جو عبداللہ بن حرث سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس اور کعب، رضی اللہ عنہما ایک دفعہ جمع ہوئے۔ تب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم بنو ہاشم کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ اپنے رب کا دیدار کیا۔ کعب نے تکبیر کہی، یہانتک پہاڑوں نے اس کا جواب دیا۔ اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین تقسیم کر دیا۔ پس موسیٰ علیہ السلام سے تو کلام کیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے قلب کیساتھ دیدار کرا دیا۔

شریک حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے آیۂ کریمہ کی تفسیر میں روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا آپنے اپنے رب کا دیدار کیا؟ فرمایا میں نے اس کو دل سے دیکھا، آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ملک بن یخامر نے معاذ سے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ اور اس نے کہا کہ فرمایا اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے کسی بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ (الحدیث)

عبد الرزاق بیان کرتے ہیں۔ کہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتے تھے کہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ ابو عمر طلمنکی نے عکرمہ سے اسکو روایت کیا۔ اور بعض متکلمین نے اس مذہب کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا ہے۔

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا ہاں۔

نقاش نے امام احمد ابن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کا قائل ہوں۔ کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھ سے دیکھا۔ دیکھا۔ دیکھا یہانتک ان کا سانس ختم ہو گیا یعنی امام احمد رحمتہ اللہ کا۔

ابو عمر کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اس کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دل سے دیکھا۔ اور دنیا میں آنکھوں سے دیکھنے کی روایت کو ضعیف کیا ہے۔

سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نہ تو یہ کہتا ہوں کہ دیکھا اور نہ یہ کہتا ہوں کہ نہ دیکھا۔

حضرت ابن عباس اور عکرمہ، حسن، اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا آیت کی تاویل میں اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس اور عکرمہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا۔ اور حضرت حسن اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی کہ جبریل کو دیکھا۔ اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمہم اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ حضور نے دیدار الٰہی کیا۔

ابن عطا سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ (پ ۳۰ ع ۱۹) (کیا ہم نے آپ کا انشراح صدر نہ کیا) کی تفسیر میں مروی ہے کہ کہا کہ حضور کا شرحِ صدر رویت الٰہی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شرحِ صدر، کلام ہے۔

ابوالحسن علی بن اسمٰعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے سر کی دونوں آنکھوں سے دیکھا۔ اور فرمایا ہر نشانی جو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کو دی گئی۔ بلا شبہ اس کی مثل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ اور انہیں رویت الٰہی سے فضیلت دیکر خاص کیا۔

اور بعض ہمارے مشائخ نے اس میں توقف کیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اس پر کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ لیکن جائز ہے کہ یہ ہوا ہو۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ اُن کو توفیق خیر دے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حق الامر جس میں کوئی شک وشبہ نہیں یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً جائز ہے اور عقلاً اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ دنیا میں دیدار الٰہی جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں دیدار الٰہی کی خواہش وطلب کی۔ اور امر محال سے بیخبری نبی کی شان سے بعید ہے اور اس کا سوال وطلب کرنا اللہ تعالیٰ سے نبی سے جائز نہیں۔ لیکن نبی اسی کا سوال کرتا ہے۔ جو جائز وغیر مستحیل ہو۔ لیکن اس کا وقوع ومشاہدہ ان امور غیبیہ میں سے ہے۔ جسکو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا جب ہی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ لَنْ تَرَانِیْ (مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے) یعنی تم میں اتنی قوت وطاقت نہیں ہے۔ اور نہ اتنا تحمل کہ میری رویت برداشت کرسکو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ

علیہ السلام کے لئے ان کا مثل جو ان سے زیادہ قوی و ثابت ہو کر دیا دہ کوہ طور رہے۔ ان تمام باتوں میں ایسی کوئی بات نہیں کہ دنیا میں اس کی رویت کو محال بنائے۔ بلکہ فی الجملہ اس کا جواز ہی نکلتا ہے۔ اور شریعت میں بھی کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں جو رویت الٰہی کے محال و ممتنع پر ہو۔ اس لئے ہر موجود کی رویت جائز ہے مستحیل و متعذر نہیں۔ وہ کوئی دلیل نہیں ہے جو لوگ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا تدرکہ الابصار (پ ۷ ع ۱۹) کوئی آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔

کیونکہ اس آیۃ کریمہ کی مختلف تاویلیں ہیں۔ اور یہ بھی کہ جو اس کی رویت کو دنیا میں ممتنع کہتا ہے۔ مطلقاً محال کا مقتضی نہیں (بلکہ دنیا کی تخصیص ہی اس کا پتہ دے رہی ہے۔ کہ آخرت میں انشاء اللہ ضرور رویت ہوئی۔ شرح شفاء)

بلا شبہ اسی آیت سے بعض علماء رویت الٰہی کے جواز و عدم محال پر فی الجملہ استدلال کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کفار کی آنکھیں نہیں پا سکیں۔ بعض نے کہا۔ کہ اس کا احاطہ (گھیر) نہیں کر سکتیں۔ یہ قول ابن عباس کا ہے۔ بعض نے کہا آنکھیں تو اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ مگر دیکھنے والے اس کو پا سکتے ہیں یہ تمام تاویلیں نہ تو منع رویت کی مقتضی ہیں اور عدم محال کی۔

اسی طرح اُن کی دلیل یہ بھی نہیں ہو سکتی جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لن ترانی (مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے) اور نہ یہ کہ تُبْتُ اِلَیْكَ (تیری طرف رجوع کیا) جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ یہ عموم پر نہیں دلالت کرتی۔ اور یہ کہ جو اس کے معنی یہ بتاتا ہے کہ "تم دنیا میں نہیں دیکھ سکتے" یہ بھی تو ایک تاویل ہے۔ نیز اس میں ممتنع کی کوئی

صراحت نہیں۔ اور یہ کہ یہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں وارد ہے۔ جب کسی کلام میں بہت سی تاویلیں اور بکثرت احتمالات پیدا ہو جائیں تو اس سے کوئی قطعی اور حتمی فیصلہ نہیں ہوتا۔ (خواہ وہ جواز کا ہو یا امتناع کا)

اور اُن کی دلیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول کہ تُبتُ علیكَ (تیری طرف رجوع ہوتا ہوں) کے معنی یہ ہیں کہ میں اپنے سوال سے رجوع کرتا ہوں۔ جبتک تو اس کی قدرت و طاقت نہ دے۔

ابوبکر ہذلی اللہ تعالیٰ کے فرمان لن ترانی کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ کسی بشر کو یہ طاقت نہیں کہ دنیا میں میری طرف نظر کر سکے۔ اور جو بھی میری طرف کریگا مر جائے گا۔ میں نے بعض علمائے سلف اور متاخرین کو اس کے یہ معنی بیان کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں اس لیے ممتنع ہے۔ کہ دنیا والوں کی ترکیب اور اُن کے قوای (اعضاء) کمزور ہیں۔ آفتوں اور فنا کے عوارض سے وہ متغیر ہوتے رہتے ہیں۔ پس وہ دیکھنے کی طاقت رکھتے ہی نہیں۔ لیکن آخرت تو ان کی وہاں ترکیب دوسری طرح پر ہوگی۔ اور اُن کو ایسا رزق دیا جائے گا جو قوی، ثابت اور باقی دیکھنے والا ہوگا۔ ان کی آنکھوں اور دلوں کے نور پورے ہوں گے۔ تو اُن کو رویت کی طاقت دیدی جائیگی اس طرح میں نے مالک ابن انس رحمہ اللہ کا قول دیکھا ہے۔ کہا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ وہ باقی ہے۔ اور باقی کو فانی کے کیسامنہ نہیں دیکھا جاتا۔ اور جب آخرت ہوگی اور آنکھیں باقی رہنے والی دی جائیں گی تو باقی کو باقی کیسامنہ دیکھ لیں گے۔

یہ کلام عمدہ اور نفیس ہے۔ اس میں کوئی دلیل استحالہ پر نہیں البتہ ضعیف قدرت کیوجہ اس کا دیدار نہیں کر سکتے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے

جسکو چاہے قوی کر دے گا۔ اور رویت الہی کو برداشت کرنے کی جب وہ طاقت دے گا۔ تو اُس کے حق میں وہ محال نہ رہے گا۔

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بصر کی قوت و طاقت کتنی تھی۔ اور قوت الٰہیہ سے ان دونوں کی کیسی قوت دراکہ تھی۔ جسکو اُنہوں نے جانا اس طرح جانا اور جو دیکھا کیسے دیکھا۔ واللہ اعلم۔

قاضی ابوبکر نے ان دونوں آیتوں کے جواب اور اُس کے معنی بیان کرنے کے دوران میں فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اسی وجہ سے وہ تو بیہوش ہو کر زمین پر آگئے۔ اور پہاڑ نے اپنے رب کو دیکھا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اُس کے ادراک کے ساتھ اللہ تعالیٰ اُسکو پیدا کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے اُنہوں نے احتیاط کیا ہے۔ کہ

وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ (پ ۹ ع ۷)

اے موسیٰ! پہاڑ پر نظر ڈالئے۔ اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہے۔ تو تم مجھے دیکھ سکو گے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرمایا۔

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (پ ۹ ع ۷)

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور موسیٰ بیہوش ہو کر زمین پر آگئے۔" پہاڑ پر تجلی کے یہ معنی ہیں کہ اس پر اس کا ظہور ہوا حتیٰ کہ اُس کو دیکھا۔ یہ اُس قول (ابوبکر) کے موافق ہے۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہاڑ کی طرف متوجہ کر کے تجلی فرمائی اگر ایسا نہ ہوتا تو یقیناً وہ فوت ہو کر زمین پر آجاتے۔ پھر ہوش میں نہ آتے۔ یہ قول بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ کہ موسیٰ

علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ بلاشک پہاڑ نے رب کو دیکھا ہے۔ اور پہاڑ کے دیکھنے سے قائل استدلال کرتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ کیونکہ اُس نے اسکو جوازکی دلیل ٹھہرایا ہے اور جواز میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اس لئے کہ آیات میں منع پہ کوئی نص نہیں آیا۔

لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار الٰہی کا واجب ہونا۔ اور یہ کہنا کہ آپنے اپنی آنکھ سے دیکھا تو اس میں بھی کوئی دلیل قطعی اور نص نہیں ہے۔ کیونکہ اس بارے میں معتبر تو سورۃ النجم کی دو آیتیں ہیں۔ اور ان دونوں میں اختلاف منقول ہے۔ اور ان دونوں میں اختلاف منقول ہے۔

.... اور نہ کوئی قطعی، متواتر حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث وہ ان کے اعتقاد کی خبر ہے۔ اُنہوں نے اس کی اسناد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں کی۔ تاکہ اُن کے ضمنی اعتقاد پر قول واجب ہو۔ اسی طرح آیت کی تفسیر میں حضرت ابوذر کی حدیث ہے۔ اور حدیث معاذ محتمل تاویل ہے۔ اور اُس کی سند اور متن دونوں مضطرب ہیں۔ اور حضرت ابوذر کی دوسری حدیث بھی مختلف، محتمل اور مشکل ہے۔ کیونکہ مروی ہے کہ وہ نور ہے میں اُس کو کیونکر دیکھ سکتا ہوں۔ اور ہمارے بعض بزرگوں نے کہا کہ وہ نورانی ہے جو مجھے دکھائی دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے آپ سے پوچھا تو فرمایا میں نے نور دیکھا۔ لہذا صحت رویت الٰہی پر ان میں سے کسی ایک سے بھی حجت پکڑنا ممکن نہیں۔ کیونکہ اگر یہ صحیح ہو کہ میں نے نور دیکھا تو بلاشبہ آپ نے

اس کی خبر دی کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا۔ آپ نے تو نور دیکھا اُس نے اس سے روک دیا۔ اور رویت الٰہی میں حجاب بن گیا۔ اور اسی طرف یہ قول بھی لوٹتا ہے۔ کہ وہ نور ہے۔ کیونکر دیکھ سکتا ہوں یعنی میں اس کو کیسے دیکھ سکتا تھا۔ آنکھوں کے سامنے تو نور کے پردے ڈھلکے ہوئے تھے اسی کی مثل وہ دوسری حدیث بھی ہے۔ کہ "اس کا حجاب نور ہے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اُسکو نہ دیکھا۔ لیکن اپنے دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ اور یہ آیۂ کریمہ پڑھی۔

ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی (پ ۲۷ ع ۵)	پھر قریب ہوا اور قریب ہوا

اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جو ادراک آنکھ میں ہے وہ دل میں پیدا فرما دے۔ یا وہ جیسا چاہے۔ اُسکے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی صریح حدیث اس بارے میں وارد ہو تو اُس پر اعتقاد رکھا جائیگا۔ اور اس کی طرف رجوع کرنا واجب ہوگا۔ اس لیئے کہ اس میں کوئی امر محال نہیں ہے۔ اور نہ کوئی مانع قطعی ہے جو کہ اس کو رد کیا جائے۔ واللہ الموفق للصواب۔

فصل ششم

لیکن واقعہ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنا اور اس سے کلام کرنا جو خدا کے اس فرمان میں ہے۔ کہ

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی (پ ۲۷ ع ۵)	اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔

اسکے ساتھ جو احادیث شامل ہیں۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جبریل علیہ السلام کو وحی فرماتا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے سوائے شاذ حالتوں کے۔

حضرت جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کی طرف بلا واسطہ وحی فرمائی اور یہی واسطی سے بھی منقول ہے۔ اور اسی طرف بعض متکلمین گئے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے شب معراج کلام کیا۔

اشعری سے یہ منقول ہے اور حضرت ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے لوگوں نے نقل کیا ہے۔ اور دوسرے اس کا انکار کرتے ہیں۔ نقاش حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے واقعہ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول دنی فتدلی (قریب ہوئے اور قریب ہوئے) کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ مجھکو جبریل نے چھوڑ دیا۔ تب مجھے تمام آوازیں ختم ہوگئیں۔ اس وقت اپنے رب کا کلام سنا وہ فرماتا تھا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا خوف جاتا رہے قریب آؤ قریب آؤ! اسی کے مثل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ اس میں انہوں نے اس آیت سے دلیل لی ہے۔ ارشاد باری ہے۔

وَمَا کان لبشرٍ ان یکلمہ اللّٰہ الا وحیًا او من وَّرَآءِ حجابٍ او یرسل رسولاً فیوحی باذنہٖ ما یشاء۔ یعنی کسی بشر کو زیبا نہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کلام فرمائے مگر وحی یا پردے کے پیچھے یا فرشتہ بھیج کر۔ بس وہ اس کے حکم سے جو چاہے وحی کرے۔ (پ ۲۵ ع ۶)

علماء فرماتے ہیں کہ اس کی یہی تین قسمیں ہیں۔ یا تو پردے کے پیچھے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا یا فرشتہ کو بھیجکر ہو، جیسے تمام انبیاء

علیہم السلام پر ہوا۔ اور اکثر حالتوں میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا رہا۔ اب رہی تیسری قسم، وحی کے طور پر باتیں کرنا۔ سو کلام کی تقسیم میں اُس کے سوا کوئی صورت نہیں باقی رہی کہ وہ مشاہدہ کیساتھ بالمشافہ کلام ہو۔ اور ایک قول یہ بھی ہے۔ کہ وحی یہاں پر یہ ہے کہ نبی کے دل میں کلام کا القا کر دیا جائے۔ بغیر کسی واسطہ اور ذریعہ کے۔

ابوبکر بزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے واقعہ شب معراج میں ذکر کیا ہے۔ جو کہ کلام الٰہی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے میں آیت سے زیادہ واضح ہے۔ اس میں ذکر کیا ہے کہ فرشتے نے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہا۔ پردے کے پیچھے سے مجھسے کہا گیا۔ میرے بندے نے سچ کہا میں اکبر ہوں میں اکبر ہوں اور اذان کے تمام کلمات کا اسی طرح ذکر کیا۔ ان دونوں حدیثوں کے مشکلات بعد کی فصل میں اور جو اس کے مشابہ ہیں باب کے فصل اول میں کلام آئے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا اور ان مخصوص نبیوں سے کلام کرنا جسکو وہ خاص کرے جائز ہے۔ عقلاً محال و ممتنع نہیں، اور نہ شریعت میں مخالفت پر کوئی دلیل ہے۔ پھر اگر اس میں کوئی حدیث صحیح ثابت ہے تو اس پر اعتماد کیا جائے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا کلام فرمانا یقینی حق ہے۔ اور کتاب مجید میں اس کی صراحت کی گئی ہے۔ اور اُسکو مصدر سے ذکر کیا ہے۔ تاکہ حقیقت پر دلالت کرے اور آپ کا مرتبہ بڑھایا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپ ساتویں آسمان پر بسبب کلام الٰہی کے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب میں اوپر لیجایا گیا۔ یہانتک مقام

مستوی تک پہنچے اور قلموں کے چلنے کی آواز سُنی۔ یہ کیونکر آپ کے حق میں محال ہوگا۔ یا کلام الٰہی کا سننا بعید ہوگا۔ پس پاکی ہے جسکو بھی جیسا چاہے نوازے اور ایک کو پر درجات دیئے۔

فصل ہفتم

لیکن وہ جو حدیث معراج اور ظاہر آیت میں قرب و نزدیکی کا ذکر اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ دنیٰ فتدلّٰی وکان قاب قوسین او ادنیٰ (پ۲۷ ع ۵) میں ہے۔ اس میں۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ قرب و نزدیکی منقسم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام کے مابین یا ان دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص ہے یا سدرۃ المنتہیٰ مراد ہے۔ اسکو رازی نے کہا۔

حضرت ابن عباس رضی عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے قرب و نزدیکی مراد ہے۔ اس کے معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ دنیٰ یعنی قریب ہوئے اور تدلّٰی بہت قریب ہوئے۔ یہ روایت ہے کہ قرب کے معنی میں دونوں لفظ واحد ہیں۔ اس کو مکی نے نقل کیا۔

ماوردی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا۔ فتدلّٰی اور حضور اس سے قریب ہوئے۔ یعنی اس کے امر و حکم سے قریب ہوئے۔

نقاش نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ سے نقل کیا کہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ دنیٰ قریب ہو اپنے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فتدلّٰی۔ پس حضور اس سے قریب ہوئے۔ تو دیکھایا جو چاہا۔ اور اپنی قدرت و عظمت حضور

کو دکھائی۔

حسن کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ یہاں تقدیم وتاخیر ہے۔ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رف رف ہوا۔ اس پر آپ نے تشریف رکھی پھر وہ بلند ہوا۔ پس حضور اپنے رب کے قریب ہو گئے۔ آپ نے فرمایا، جیسے جبریل جدا ہو گئے۔ اور آوازیں منقطع ہو گئیں۔ تب اپنے رب عزوجل کے کلام کو میں نے سنا۔

صحیح حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ مجھے جبریل سدرۃ المنتہی تک لے گئے اور اللہ رب العزت قریب ہوا۔ اور بہت قریب ہوا۔ یہانتک کہ دو کمان کا یا اس سے کم فاصلہ رہ گیا۔ آپ کی طرف اللہ نے جو چاہا وحی فرمائی۔ منجملہ ان کے پچاس ۵۰ نمازوں کی وحی ہے۔ اور حدیث اسراء کا ذکر کیا۔

محمد بن کعب سے مروی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اپنے رب سے قریب ہوئے کہ ۲ دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔

جعفر بن محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی کوئی حد نہیں اور بندوں کے قرب کی حد ہوتی ہے۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرب سے کیفیت منقطع ہو گئی تھی۔ (یعنی وہاں کیف وکم کا گزر ہی نہیں) کیا تم نے غور نہیں کیا کہ کس طرح جبریل قرب سے حجاب میں رہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم معرفت وایمان سے کتنے قریب ہوئے۔ پھر سکون قلب کے ساتھ وہاں تک اترے۔ جہانتک کہ آپ کو قریب کیا گیا۔ اور آپ کے دل سے تمام شک وشبہات دور ہو گئے۔

قاضی ابو الفضل (عیاض) رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق خیر دے فرماتے ہیں کہ جانو! وہ جو قرب و نزدیکی کی نسبت اللہ کی جانب سے ہے یا اللہ کی طرف ہے وہ قرب مکانی نہیں اور نہ قرب اس کی انتہا ہے۔ بلکہ جیساکہ ہم نے جعفر صادق سے ذکر کیا ہے۔ کہ "قرب کی کوئی حد نہیں" اس سے یہی مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب سے قریب ہونا اور اس کا آپ سے قریب ہونا، اس سے آپ کی بڑی منزلت، آپ کے رتبہ کی شرافت، انوار معرفت کی نورانیت، اسرار غیبیہ کا مشاہدہ اور آپ کی قدر و منزلت کا اظہار ہے۔ اور اللہ کی جانب سے آپ کے لیئے نیکی، محبت، خوشی اور اکرام ہے۔ اور اس میں وہ تاویل کی جاتی ہے۔ جو اس فرمان نبوی میں تاویل کی جاتی ہے کہ۔

یَنزِلُ رَبُّنَا الی السَّماءِ الدنیاء۔ ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے۔

وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ یہ اترنا فضیلت و خوبصورتی اور قبول و احسان کے لیئے ہے۔

واسطی کہتے ہیں کہ جو شخص یہ وہم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بنفسہٖ قریب ہوا تو وہ مسافت کو مانتا ہے۔ (حالانکہ بعد و قرب مسافت کے لحاظ سے ممتنع ہے) بلکہ جو چیز بنفسہٖ خدا سے قریب ہو گی۔ اتنا ہی وہ بُعد کے قریب ہو گی۔ یعنی اس کی حقیقت کے ادراک سے۔ اس لیئے اللہ تعالیٰ کے لیئے نہ قرب ہے اور نہ بعد۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان قاب قوسین او ادنیٰ لآیۃ (پ ۲۷ ع ۵) اس میں جو شخص ضمیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹاتا ہے۔ اور جبریل کی طرف نہیں کرتا۔ تو اس وقت اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

نہایت قرب، مہربانی کا مقام، ظہور معرفت اور حقیقی شرافت کے ساتھ ہے اور یہ بھی مقصود ہو سکتا ہے کہ وہ قرب آپ کی رغبت و مطالب کو پورا کرنا اظہار نیکی، اور رفعت منزلت و مرتبت اللہ کی جانب سے آپ پر ہو اس میں بھی وہی تاویل ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں ہے جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوگا میں اس سے ایک گز قریب ہونگا اور جو میرے پاس چل کر آئے گا تو میں اس کے پاس دوڑ کر آؤنگا۔ سو یہ قرب، اجابت، قبول دعا، احسان اور مقصد کا پورا کرنا ہے۔

فصل ہشتم

اس بیان میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بروز قیامت خصوصی فضیلت سے مکرم ہوں گے۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ سے بالاسناد مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ تو میں سب سے پہلے باہر آؤں گا، اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ جمع ہو کر آئینگے۔ اور میں اُن کو خوش خبری دینے والا ہوں گا جب وہ مایوس ہو جائینگے۔ میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ اور میں اپنے رب کے حضور تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں گا اور یہ فخر نہیں۔ (اظہار واقعہ ہے)

ابن زفر کی روایت میں جو ربیع بن انس سے ہے۔ اس کے الفاظ حدیث یہ ہیں کہ میں لوگوں سے سب سے پہلے باہر آؤنگا جب وہ اٹھائے جائینگے اور ان کا سردار ہوں گا۔ جب وہ آئیں گے، اور میں اُن کا خطیب بنوں گا جب وہ خاموش ہو جائیں گے۔ اور میں اُن کا شفیع ہوں گا۔ جب وہ روک

پینے جائینگے۔ اور میں انکا خوشخبری دینے والا ہوں گا۔ جب وہ حیران ہوں گے بزرگی کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر اللہ کے حضور مکرم ہوں۔ اور یہ فخر نہیں۔ میرے گرد اگرد ایک ہزار خادم ہوں گے۔ گویا کہ وہ چمکتے موتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنتی لباس میں سے مجھے ایک جوڑا پہنایا جائیگا۔ پھر عرش کے داہنی جانب کھڑا ہونگا۔ میرے سوا کوئی مخلوق اس جگہ کبھی کھڑا نہ ہوا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا۔ اور یہ فخر نہیں اور آدم اور اُن کے سوا تمام نبی میرے جھنڈے ہی کے نیچے ہوں گے۔ میں پہلا وہ شخص ہونگا جو زمین سے باہر آئے گا۔ اور یہ فخر نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا بروز قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔ میں ہی وہ پہلا شخص ہونگا۔ جو قبر سے نکلے گا۔ اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کرنیوالا اور مقبول الشفاعت ہوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ہی بروز قیامت لواء الحمد کا اٹھانیوالا ہوں گا۔ اس میں فخر نہیں اور میں ہی پہلا شفاعت کرنیوالا اور مقبول الشفاعت ہوں گا۔ یہ فخر نہیں اور میں ہی وہ پہلا شخص ہوں گا جو جنت میں شفاعت کریگا۔ اور میرے اُمتی سب سے زیادہ ہوں گے۔ حضرت انس سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بروز

قیامت سید الناس ہوں گا۔ تم جانتے ہو یہ کیوں ہوگا۔؟ اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کریگا۔ اور حدیث شفاعت کا ذکر کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خواہش رکھتا ہوں کہ بروز قیامت میرا اجر تمام نبیوں سے بڑا ہو۔ دوسری حدیث میں ہے۔ کہ کیا تم اس سے راضی نہیں کہ بروز قیامت تم میں حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہوں پھر فرمایا یہ دونوں بروز قیامت میری اُمت میں ہوں گے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ فرماتے ہوں گے آپ تو میری دعا اور میری اولاد ہیں مجھکو اپنی امت میں گردانیئے اور عیسیٰ علیہ السلام اس لئے امتی ہیں کہ انبیاء کرام باہم علاتی بھائی ہیں۔ کہ اُن کی مائیں تو مختلف ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام میرے بھائی ہیں کہ اُن کے اور میرے مابین کوئی نبی نہیں ہے۔ اور میں لوگوں کی نسبت اُن کے ساتھ زیادہ حقدار ہوں۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ میں بروز قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا۔ آپ دنیا میں بھی اُن کے سردار ہیں اور قیامت میں بھی لیکن (قیامت کے ساتھ) آپ کا ارشاد فرمانا اس لئے ہے کہ آپ کی سیادت و شفاعت منفرد ہے۔ کوئی اس میں دوسرا مزاحم نہیں۔ جب لوگ آپ کی طرف التجائیں کریں گے اور آپ کے سوا کسی کو نہ پائیں گے۔ اور آپ ایسے سردار ہوں گے کہ آپ کی طرف لوگ اپنی ضروریات میں پناہ لیں گے۔ تو آپ اس وقت لوگوں میں تنہا سردار ہوں گے۔ اس میں کوئی آپ کا دعویدار اور مزاحم نہ ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لمن الملك اليوم (پ ۲۴ ع ۷) آج کے دن کس کی بادشاہت ہے (پھر خود ہی فرمائے گا) لله الواحد القهار (پ ۲۴ ع ۷) صرف اکیلے قہار خدا کی۔ حالانکہ دنیا اور آخرت اسی کا ملک

ہے۔ لیکن آخرۃ میں چونکہ دنیا میں جو دعوے کرتے تھے ان کے دعوے ختم ہو جائیں گے۔ (اس لئے اُس نے یہ فرمایا)

اسی طرح تمام لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی التجا کریں گے۔ تو آخرۃ میں بغیر کسی دعویدار کے ان کے سردار ہوں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بروز قیامت جنت کے دروازہ پر آکر دروازہ کھلواؤنگا۔ خازن جنت (دارد غہ) کہے گا تم کون ہو؟ میں کہوں گا محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے آپ ہی کے لئے حکم دیا گیا کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہ کھولوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کا (لمبا) ہے اور اُس کے کونے برابر کے ہیں۔ اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے۔ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پیاری۔ اُس کے پیالے آسمان کی ستاروں کی طرح ہیں جو اُسکو پیئے گا کبھی وہ پیاسا نہ ہوگا۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مروی ہے۔ اس کی لمبائی اتنی ہے جتنی عمان سے ایلہ تک ہے۔ اس میں جنت سے دو پرنالے گرتے ہیں۔ ثوبان سے اس کے مثل مروی ہے ان میں سے ایک نے کہا سونے کا دوسرے نے کہا چاندی کا۔ اور حارثہ بن رہب کی روایت ہے کہ اس کی مابین مدینہ اور صنعا کے برابر ہے اور انس نے کہا ایلہ اور صنعا کے برابر ہے۔ ابن عمر نے کہا کوفہ اور حجر اسود کے مابین لمبائی ہے۔ اور حوض کی حدیث کو حضرت انس، جابر، سمرہ، ابن عمر، عقبہ ابن ارقم، ابن مسعود، عبداللہ بن زید، سہل بن سعد، سوید بن

جبلہ، ابوبکر، عمر بن خطاب، ابن بریدہ، ابوسعید خدری، عبداللہ صنابحی، ابوہریرہ، براء، جندب، عائشہ، اسماء ابوبکر کی صاحبزادیاں، ابوبکرہ، خولہ بن قیس، وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی روایت کیا ہے۔

فصل نہم ۹

اُن احادیث صحیحہ کا ذکر جن میں محبت وخلت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہے۔ اور مسلمانوں کی زبان پر آپ "حبیب اللہ" کے ساتھ مخصوص ہے۔

حدیث: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بناتا اور دوسری حدیث میں ہے کہ تمہارا صاحب اللہ کا دوست ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریقہ سے ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے صاحب کو خلیل بنا لیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی آپ کا انتظار کر رہی تھی کہ آپ نکلے یہاں تک کہ جب ان کے نزدیک ہوئے۔ تو آپ نے ان کی باتیں سنیں جو وہ کر رہے تھے۔ آپ نے سنا کہ ایک ان میں کہہ رہا تھا۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا کیا یہ زیادہ عجیب بات نہیں؟ کہ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ ان میں سے دوسرے نے کہا

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور اس کی رُوح ہیں۔ ایک نے کہا کہ آدم اللہ تعالیٰ کے صفی اور برگزیدہ ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے آئے اور سلام کیا۔ اور فرمایا میں نے تمہاری باتیں اور کہا بت تعجب سُنے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو خلیل بنایا وہ اسی کے لائق تھے۔ اور موسیٰ کو نجی اللہ کیا وہ اسی کے لائق تھے۔ اور عیسیٰ کو رُوح اللہ بنایا۔ وہ اسی کے لائق تھے۔ اور آدم کو اپنا برگزیدہ بنایا وہ اسی کے لائق تھے خبردار! میں حبیب اللہ ہوں۔ یہ فخر سے نہیں کہتا۔ اور میں ہی بروز قیامت حامل لواء الحمد ہوں۔ میں فخر سے نہیں کہتا۔

میں پہلا شفاعت کرنیوالا اور قبول شفاعت ہوں اس میں فخر نہیں۔ اور میں پہلا شخص ہوں گا۔ جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے کھولے گا۔ پھر وہ مجھے داخل کریگا درانحالیکہ میرے ساتھ فقراء مومنین ہوں گے۔ یہ فخر نہیں۔ میں اکرم الاوّلین والآخرین ہوں۔ یہ فخر نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا میں نے آپ کو خلیل بنایا۔ پس آپ کا اسم مبارک توریت میں حبیب الرحمٰن مکتوب ہے۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ انکو توفیق خیر دے۔ فرماتے ہیں کہ خلت کی تفسیر و اشتقاق میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں خلیل وہ ہے۔ جو یکسو ہو کر ایسا اللہ کی طرف ہو جائے کہ اُس کے انقطاع و محبت میں کوئی خلل واقع نہ ہو۔ بعض کہتے ہیں خلیل وہ جو خاص ہو جائے اس قول کو بہت سوں نے اختیار کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ خلت کی اصل استصفاء یعنی پاکیزگی محبت میں اختیار کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام خلیل اللہ اسی

لئے رکھا گیا۔ کہ وہ اس کی راہ میں دوستی کرتے۔ اور اُس کی ہی راہ میں دشمنی کرتے تھے۔ اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کی خلت اُن کی مدد و نصرت ہے۔ اور بعد والوں کے لئے اُنکو امام بنایا

بعض کہتے ہیں دراصل خلیل وہ ہے جو فقیر، محتاج اور یکسو ہو۔ یہ خلت سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی حاجت و ضرورت کے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُس کے ساتھ یوں نام رکھا گیا کہ اُنہوں نے اپنی تمام حاجتیں اللہ پر موقوف رکھی ہوئی تھیں اور اسی کی طرف اپنے تمام ارادے کئے ہوئے تھے اُس کے غیر سے اُن کا علاقہ تھا ہی نہیں۔ جسوقت آپ منجنیق (گوپھن) میں تھے کہ آپ کو آگ میں پھینکا جائے۔ تو جبریل علیہ السلام حاضر آئے اور کہا الک حاجۃ (کیا کوئی احتیاج ہے) فرمایا اما الیک فلا (بندہ سراپا احتیاج ہے مگر تجھ سے نہیں)۔

ابو بکر بن فورک کہتے ہیں کہ خلت یہ ہے محبت میں ایسی پاکیزگی ہو۔ کہ اسرار کے درمیان اختصاص کو واجب کر دے۔ بعض کہتے ہیں کہ دراصل خلت محبت ہے اور اُس کے معنی ہمدردی، مہربانی، رفع درجات اور شفاعت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی کتاب مجید میں بیان فرما دیا ہے۔

قالت الیہود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ واحباءہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم الایۃ (پ۶ ع۷) یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے محبوب ہیں اے محبوب تم فرما دو پھر وہ تمہارے گناہوں کے سبب کیوں عذاب فرماتا ہے۔

لہذا محبوب کے لئے یہ واجب و ضروری ہے کہ اُس کے گناہوں سے

مواخذہ نہ کیا جائے۔ کہا کہ اسکو یاد رکھو!

خلت نبوت سے اقوی ہے۔ کیونکہ نبوت میں کبھی عداوت بھی ہوتی ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

انّ من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم (پ ۲۸ ع ۱۶)	بیشک تمہاری بیویاں اور تمہارے اولاد تمہارے دشمن ہیں۔ تو ان سے

بچو۔ اور یہ صحیح نہیں کہ خلت کیساتھ عداوت ہو۔ پس اب حضرت ابراہیم اور حضور علیہما السلام کو خلت کیساتھ نام رکھنا یاتو اللہ کی طرف پورے پورے یکسو ہو جانے۔ اور اپنی حاجتوں کو اسی کی طرف موقوف رکھنے اور اُس کے غیر سے علیحدگی اختیار کر لینے اور وسائط واسباب سے اعراض کر لینے کی وجہ سے ہے یا یہ اختصاص میں زیادتی ہے۔ ان دونوں کے لیئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے۔ اور پوشیدہ مہربانیاں ہیں ان دونوں پر۔ اور ان دونوں کے دلوں پر اسرار الٰہیہ اور مخفی غیوبات ربانیہ اور معرفت حقائق کے سوا کسی اور کی آمیزش نہ کی۔ یا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اپنا برگزیدہ کر لیا۔ یا اُن کے دلوں کو اپنے غیر سے ایسا پاک وصاف کر دیا۔ کہ اس میں کسی غیر کی محبت کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ اسی وجہ سے بعضوں نے کہا ہے کہ خلیل وہ ہے کہ اس کا دل ماسوا اللہ کے لیئے گنجائش نہ رکھے۔ ان کے نزدیک اس فرمان نبوی کے بھی معنی ہیں کہ فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر کو خلیل بناتا۔ لیکن وہ میرے اسلامی بھائی ہیں۔

علماء کرام اور ارباب قلوب صوفیائے کرام کا اس میں اختلاف ہے کہ ان میں سے کس کا درجہ بڑا ہے۔ آیا خلت کا درجہ یا محبت کا درجہ۔ پس بعضوں نے تو ان دونوں کو برابر کہا۔ ان کے نزدیک حبیب ہی خلیل

ہیئے۔ اور خلیل ہی حبیب ہے۔ لیکن حضرت ابراہیم کو خلت کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کے ساتھ خاص کیا۔ اور بعضوں نے کہا کہ خلت کا درجہ اونچا ہے۔ اور انھوں نے اس فرمان نبوی سے دلیل پکڑی "اگر میں کسی کو خلیل بناتا اپنے رب عزوجل کے سوا" پس آپ نے نہیں بنایا۔ آپ نے محبت کا اطلاق (اپنی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں صاحبزادے (حضرت امام حسن وامام حسین) رضی اللہ عنہما اور اسامہ وغیرہم رضی اللہ عنہ پر کیا ہے۔ اکثر علماء کرام کہتے ہیں کہ خلت سے بڑھکر محبت کا درجہ ہے۔ اس لیئے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درجۂ حبیب، حضرت خلیل علیہ السلام کے درجۂ خلیل سے بلند ہے۔

محبت دراصل ایک ایسا میلان ہے۔ جو محبت کرنیوالا کسی کی طرف موافقت کرے۔ لیکن اس کا اطلاق اس کے حق میں ہے کہ اس سے میلان صحیح ہو سکے اور موافقت سے نفع حاصل ہو۔ یہ درجہ مخلوق کا ہے۔ لیکن خالق عزوجل ان اعراض سے منزہ ہے۔ اس کا اپنے بندے سے محبت کرنا یہ ہے کہ اسکو سعادت، عصمت، توفیق، اسباب قرب مہیا کرنا اور ان پر اپنی رحمت کے فیضان سے عزت دینا ہے۔ اس کی غایت یہ ہے کہ اس کے قلب سے حجابات کھول دے، یہاں تک وہ اپنے قلب کا دیکھ لے اور اپنی بصیرت کیساتھ اس کی طرف نظر کرے، پس وہ ایسا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا جب اسکو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولے اور اس سے سوا اس کے اور کچھ نہیں سمجھا جاتا کہ وہ محض اللہ کے لیئے مجرد ہو جاتا

ہے۔ اور اُس کی طرف یکسو ہو کر ہو جاتا ہے۔ غیر اللہ سے اسکو اعراض ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کے لیئے دل مصفیٰ ہو جاتا ہے۔ اور تمام حرکات خالص اللہ کے لیئے ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ اس کی رضا پر راضی اسکی ناراضگی پر ناراض، اسی وجہ سے بعضوں نے خلت کی یہ تعبیر کی ہے۔

قَدْ تَخَلَّلْتَ مَسْلَكَ الرُّوْحِ مِنِّی ۔ فَبِذَا سُمِّیَ الْخَلِیْلُ خَلِیْلاً

بیشک تم مجھ میں اس طرح سرایت کر گئے ہو جیسے رُوح نے سرایت کی ہے۔ اسی لئے خلیل کو خلیل کہتے ہیں۔

فَاِذَا مَا نَطَقْتُ كُنْتَ حَدِیْثِیْ وَاِذَا مَا سَكَتُّ كُنْتَ الْغَلِیْلاً

پس جب میں بات کرتا ہوں تو تم میری بات ہوتے ہو۔ اور جب میں خاموش ہوتا ہوں تو تم دل میں ہوتے ہو۔

پس اب خلت کی زیادتی اور محبت کی خصوصیت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے حاصل ہے۔ جس پر آثار صحیحہ مشہورہ مقبولہ اُمت دلالت کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ الایۃ (پ ۳ ع ۱۲) اے محبوب تم فرما دو اگر تم اللہ کو محبوب بنانا چاہو تو ....

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی۔ جب کفار نے کہا تھا کہ محمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ ہم اُن کو معبود بنالیں جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بنالیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اظہار غضب اور اُن کی بکواس کی تردید میں

یہ آیت نازل فرمائی ۔ اور فرمایا
قل اطیعو اللہ والرسول (پ ۳ ع ۵) فرما دو اللہ تعالیٰ اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی شرافت کو زیادہ فرمایا ان کو یہ حکم دے کر کہ آپ کی اطاعت کریں اور یہ کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ پیوستہ کیا۔ پھر ان کو آپ کی نافرمانی پر ڈرایا فرمایا۔

فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین لآیۃ (پ ۳ ع ۱۲)	اگر تم نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔

بیشک امام ابوبکر بن فورک نے ایسا کلام بعض متکلمین سے نقل کیا ہے کہ محبت اور خلت میں فرق ہے۔ ان کے تمام اشارات خلت پر مقام محبت کی زبان میں طویل ہیں۔ لیکن ہم ان میں صرف اتنا بیان کرینگے جو مابعد کی طرف ہدایت کرے۔ منجملہ اُن کے اقوال میں سے یہ ہے کہ خلیل بالواسطہ پہنچتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے دلیل لی ہے کہ۔

وکذالک نری ابراہیم ملکوت السمٰوات والارض الآیہ (پ ۷ ع ۱)	ایسا ہی ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کے ملکوت دکھائے۔

اور حبیب اُس کی طرف بلا واسطہ راہ راست پہنچتا ہے اُن کا ماخذ یہ ہے کہ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (پ ۲۷ ع ۵)
ایک روایت یہ بھی ہے کہ خلیل وہ ہے کہ اُس کی مغفرت حد طمع میں رہتی ہے۔ ان کا ماخذ یہ ہے۔

والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی لآیہ (پ ۱۹ ع ۹)	وہ وہ ہے کہ مجھے اُس کی طمع ہے کہ وہ میری خطاؤں کو معاف کردے

اور حبیب وہ ہے کہ اُس کی مغفرت حد یقین میں ہوتی ہے۔ ان

کا ماخذ یہ ہے کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر الآیۃ (پ ۲۶ ع ۹)۔

اور خلیل نے کہا کہ لاتخزنی یوم یبعثون الآیۃ (پ ۱۹ ع ۹) بروز قیامت مجھے رسوا نہ کرنا۔ اور حبیب کے لئے کہا گیا،

یوم لایخزی اللہ النبی الآیۃ (پ ۲۸ ع ۲) جس دن اللہ تعالیٰ نبی کو رسوا نہ فرمائے گا۔

آپ کو سوال سے پہلے ہی بشارت دیدی گئی۔ اور خلیل نے امتحان کے وقت کہا حسبی اللہ مجھے اللہ کافی ہے۔

اور حبیب کے لئے کہا گیا۔ حسبک اللہ تمکو اللہ کافی ہے۔ خلیل نے کہا واجعل لی لسان صدق الایۃ میری زبان کو سچا بنا۔ اور حبیب سے کہا گیا۔ ورفعنالک ذکرک الآیۃ (پ ۳۰ ع ۱۹) ہم نے تمہارے لئے ہمارا ذکر بلند کیا۔ یہ چیزیں بغیر سوال مرحمت فرمائی گئیں۔

خلیل نے کہا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام الآیۃ (پ ۱۳ ع ۱۸) مجھے اور میری اولاد کو بچا کہ ہم بت پرستی کریں۔ اور حبیب سے کہا گیا

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الآیۃ	بلاشبہ اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ اے گھر والو، تم سے ناپاکی دور

فرما دے۔ (پ ۲۲ ع ۱)

یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اصحاب مقال کے مقصد یعنی مقامات واحوال کی فضیلت پر ایک تنبیہ ہے۔ اور ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہے۔ پس تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون سیدھے راستہ پر ہے۔

فصل دہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وشفاعت اور مقام محمود کا ذکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔ (پ ۱۵ ع ۹) عنقریب آپ کو آپ کا رب مقام محمود عطا فرمائے گا۔

حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بروز قیامت لوگ گروہ در گروہ ہو جائینگے۔ ہر امت اپنے نبی کے تابع ہوگی۔ اور عرض کریگی اے فلاں نبی ہماری شفاعت کیجئے اے ہمارے نبی ہماری شفاعت کیجئے۔ یہاں تک کہ وہ سب مجتمع ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت چاہینگے۔ یہ وہ دن ہوگا جسمیں اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیۃ کے بارے میں پوچھا گیا۔ فرمایا یہ شفاعت ہے۔ کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بروز قیامت لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پس میں اور میری امت ایک ٹیلہ پر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو سبز جوڑا پہنائے گا پھر مجھے اذن شفاعت دیگا۔ جو خدا چاہے گا۔ کہوں گا! یہی مقام محمود ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حدیث شفاعت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلینگے، یہاں تک جنت کے دروازہ کا حلقہ (زنجیر) پکڑینگے۔ پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو وہ مقام محمود

عطا فرمائے جس کا آپ سے وعدہ کیا گیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ عرش کی داہنی جانب ایسے مقام پر کھڑے ہوں گے کہ آپ کے سوا کوئی وہاں نہ کھڑا ہو سکے گا۔ اسوقت آپ پر اگلے پچھلے سب رشک کریں گے۔ اسی کی مثل کعب اور حسن سے بھی مروی ہے ایک روایت میں ہے کہ وہ مقام ایسا ہے جس میں اپنی امت کے لیے شفاعت کروں گا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں مقام محمود پر کھڑا ہونیوالا ہوں گا عرض کیا گیا وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ دن ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کرسی (عدالت) پر جلوہ گر ہوگا۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے اختیار دیا گیا کہ یا تو آدھی امت اپنی (بلا حساب و کتاب) جنت میں داخل کردں یا شفاعت کو قبول کردں تو میں نے شفاعت کو اختیار کیا کیونکہ وہ عام سود مند ہے۔ کیا تم اسکو متقیوں کے لیئے خیال کرتے ہو؟ نہیں! بلکہ یہ گنہگاروں اور خطاکاروں کے لئے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر شفاعت کے بارے میں کیا حکم ملا فرمایا میری شفاعت ہر اُس شخص کے لیئے ہے جو کہ اخلاص کے ساتھ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (لا الٰہ الا اللہ) اور اُس کی زبان اور دل اُس کی تصدیق کرے۔

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے میری امت کا حال دکھایا گیا۔ جو میرے بعد کریگی اور ایک دوسرے کا خون بہائے گی۔ اور گزشتوں اُمتوں کا عذاب دکھایا گیا۔ جو اُن سے پہلے اُن پر سبقت کر چکا ہے۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے اُن کی شفاعت بروز قیامت دے۔ سو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرے گا۔ جہاں اُن کو منادی سنائے گا۔ اُن کی آنکھ دیکھتی ہوگی درآں حالیکہ وہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہوں گے۔ جیسے کہ وہ پیدا ہوئے تھے خاموشی کا یہ عالم ہوگا۔ کہ کوئی جان بغیر اذن بات تک نہ کر سکیگا۔ اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا دی جائیگی۔ حضور فرمائینگے۔ لبیك وسعدیك والخیر فی یدیك (حاضر ہوں نیک بختی اور بھلائی تیرے آگے ہے) اور بُرائی کی نسبت تیری طرف نہیں ہے۔ تو ہی ہدایت دینے والا ہے۔ جو تجھ سے ہدایت چاہے۔ اور تیرا بندہ تیرے سامنے ہے۔ ہر امر تیرا ہے۔ اور تیری طرف سے کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ کوئی بچا نہیں سکتا۔ سوائے تیرے تو بابرکت اور بلند ہے۔ تیری پاکی ہے اے رب کعبہ۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ یہی وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور جنتی جنت میں اور ایک گروہ جنتیوں کا اور ایک گروہ دوزخیوں کا باقی رہ جائے گا تو اُس وقت دوزخی گروہ جنتی گروہ سے کہے گا۔ تمہارے ایمان نے تمکو کیا نفع دیا۔ پس وہ اپنے رب کو پکارینگے اور چلائینگے۔ جنتی اُن آواز سنیں گے پس وہ آدم علیہ السلام اور دیگر انبیا علیہم

السلام سے اُن کی شفاعت کے لئے عرض کریں گے ہر ایک عذر کریگا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے۔ سو آپ اُن کی شفاعت فرمائیں گے۔ یہی مقام محمود ہے۔ اس کے مثل حضرت ابن مسعود نیز مجاہد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ اور اسی کا ذکر کیا علی بن حسین نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ اور جابر بن عبد اللہ نے یزید فقیر سے کہا تم نے سُنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام کو جس میں آپ کو اللہ تعالیٰ مبعوث فرمائے گا۔ اُنہوں نے کہا ہاں۔ کہا یہ آپ کا وہ مقام محمود ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے جہنمیوں کو نکالے گا۔ جہنمیوں کے اخراج کے سلسلے میں اُنہوں نے حدیث شفاعت بیان کی۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ یہی وہ مقام محمود ہے جسکا آپ سے وعدہ کیا ہے۔

اور حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ اور ان دونوں کے سوا دوسروں کی حدیث ایک دوسرے میں داخل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بروز قیامت اللہ تعالیٰ اوّلین و آخرین کو جمع فرمائے گا۔ پھر وہ گھبرائینگے یا فرمایا انہیں الہام ہو گا۔ پس وہ کہیں گے۔ کاش ہم اپنے رب کی طرف شفاعت لیجاتے۔

دوسرے طریق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ لوگ ایک دوسرے میں گھستے پھریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سورج اُن کے بہت قریب ہو گا۔ اور اُن کو الیم غم لاحق ہو گا۔ جسکی وہ طاقت نہیں رکھتے ہوں گے۔ اور نہ اُس کو برداشت کر سکیں گے۔ پس وہ کہیں گے کیا تم دیکھتے نہیں ہو

کیوں اپنے لئے کسی شفیع کی تلاش نہیں کرتے پھر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئینگے اور کہیں گے۔ بعضوں نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ آپ آدم انسانوں کے باپ ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور آپ میں اپنی روح پھونکی اور آپ کو جنت میں ٹھہرایا۔ اور آپ کے لیئے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور ہر چیز کے نام آپ کو سکھائے۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ یہاں تک کہ وہ ہمکو یہاں راحت دے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے بیشک میرے رب نے آج کے دن وہ غضب فرمایا ہے۔ جو اس سے پہلے نہ کیا۔ اور نہ آئندہ کریگا۔ مجھکو درخت سے منع کیا میں نے اُس کی نافرمانی کی۔ نفسی نفسی (آج مجھے اپنی ہی فکر ہے اپنی ہی فکر ہے) تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ تم نوح کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر آکر کہیں گے۔ آپ زمین میں پہلے رسول ہیں۔ اور آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے عبداً شکوراً (شکر گزار بندہ) رکھا۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرماتے ہم کس حال میں ہیں؟۔ اور کیا نہیں دیکھتے کہ ہمیں کیا پہنچ رہا ہے؟ کیوں اپنے رب کی جناب میں ہماری شفاعت نہیں کرتے تو۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائینگے بلیشک میرے رب نے آج وہ غضب فرمایا ہے۔ جو نہ اس سے پہلے ہوا اور نہ ایسا بعد میں ہوگا۔ نفسی، نفسی (آج مجھے اپنی ہی فکر ہے) حضرت انس کی روایت میں کہا کہ اس وقت آپ اپنی اس خطا کا ذکر فرمائینگے۔ جو بغیر علم (الٰہی) کے آپ نے اپنے رب سے سوال کیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ (آپ فرمائینگے) میرے لیئے صرف ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے لیئے مانگ لی۔ اب تم دوسرے کے پاس جاؤ۔ اب تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں پس وہ آپ کے پاس آئیں گے۔ اور عرض کرینگے۔ آپ اللہ کے نبی اور اس کے خلیل ہیں زمین والوں کے لیئے۔ اپنے رب کے حضور ہماری شفاعت کیجئے۔ کیا آپ ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ ہم کس حال میں ہیں۔ فرمائینگے بیشک میرے رب نے آج بڑا اظہار غضب کیا ہے۔ اور مثل سابق فرمایا۔ اور تین "کذب" کا ذکر کیا۔ نفسی، نفسی مجھے اپنی ہی فکر ہے لیکن تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ کلیم اللہ ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ ایسے بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو توریت دی اور اُن سے کلام فرمایا۔ اور قرب بخشا۔

راوی نے کہا کہ پس وہ سب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ وہ فرمائیں گے میں اس قابل نہیں اور اپنی اس خطا کو یاد کریں گے۔ جو اُن سے ایک قتل نفس ہوا تھا۔ نفسی، نفسی۔ مجھے اپنی ہی فکر ہے۔

لیکن تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ بیشک وہ اللہ کے روح اور کلمہ ہیں۔ پس وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر آئینگے۔ وہ بھی یہی فرمائیں گے۔ میں اس قابل نہیں۔

لیکن تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جاؤ۔ وہی ایک ایسے بندے ہیں۔ جن کے سبب اللہ تعالیٰ آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمائے گا۔ پس وہ میرے پاس حاضر آئینگے میں فرماؤں گا۔ ہاں، ہاں میں ہی اس قابل ہوں۔ پھر میں جاؤں گا۔ اور اپنے رب سے اذن حاضری

چاہوں گا۔ وہ مجھے اجازت مرحمت فرمائے گا۔ جب میں اس کو دیکھوں گا تو سجدہ میں چلا جاؤں گا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ جب میں عرش کے نیچے آؤں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ میں اس کی حمد کروں گا۔ ایسے الفاظ کے ساتھ کہ اس وقت میں اس پر قادر نہیں ہوں اللہ تعالیٰ وہ مجھے الہام فرمائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی تعریفوں اور محامد ثنا کے وہ دروازہ کھولے گا۔ کہ مجھ سے پہلے وہ کسی پر نہ کھلا ہو گا۔ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے۔ کہ کہا جائے گا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے سر کو اٹھائیے، سوال کیجئے وہ عطا فرمایا جائیگا۔ شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائیگی۔ پس میں اپنے سر کو اٹھاؤں گا۔ اور عرض کروں گا، اے رب میری امت اے رب میری امت، وہ فرمائے گا، اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جنت کے دروازہ میں سے داہنے دروازے سے داخل فرمائے، جن پر کوئی حساب نہیں ہے۔ اور وہ اور لوگوں کے دوسرے دروازوں میں شریک ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس ٹکڑے کا ذکر نہیں ہے اس کی جگہ انہوں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ پھر میں سجدہ کروں گا۔ مجھ سے فرمایا جائے گا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر مبارک اٹھائے اور کہئے آپ کی سنی جائیگی۔ شفاعت کیجئے قبول کیجائیگی اور سوال کیجئے آپ کو دیا جائے گا۔ پھر میں عرض کرونگا۔ اے میرے رب! امتی امتی: فرمائے گا، جائیے۔ جسکے دل میں گندم کے دانے یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو نکال لیجئے، پھر میں جاؤں گا اور یہ کروں گا۔ اس کے بعد اپنے رب سے رجوع کروں گا اور اس کی ان تعریفوں سے

حمد کروں گا جیسا پہلے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے سے کم اور کم اور بہت کم ایمان ہو۔ اسکو بھی نجات دے دیجئے۔ پس میں یہ کرونگا۔ چوتھی مرتبہ میں مجھ سے فرمایا جائیگا۔ اپنے سر مبارک کو اٹھائیے اور کہئے، سُنا جائے گا۔ شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی۔ سوال کیجئے دیا جائے گا۔ میں عرض کروں گا۔ اے میرے رب! مجھے اس شخص کی اجازت دیجئے جس نے کہا لا الہ الا اللہ۔ فرمائے گا۔ اے محبوب یہ بات تمہارے متعلق نہیں، لیکن قسم ہے مجھے اپنی عزت اور بڑائی اور اپنی عزت و جبروت کی یقیناً میں اس کو جہنم سے نکال دوں گا۔ جس نے کہا۔ لا الہ الا اللہ۔

قتادہ کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پس میں نہیں جانتا، تیسری مرتبہ یا چوتھی مرتبہ میں فرمایا کہ میں عرض کروں گا اے میرے رب! وہ جو جہنم میں باقی رہ گئے ہیں جنہوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے۔ یعنی اُن پر خلود جہنم واجب ہے۔ حضرت ابوبکر، وعقبہ بن عامر، ابوسعید وحذیفہ رضی اللہ عنہم سے اسی کے مثل مروی ہے۔ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے۔ اُن کو اجازت دی جائے گی۔ اور آئے گی، آپ کی امانت اور رحم اور وہ دونوں پل صراط کے دونوں طرف کھڑی ہو جائے گی۔

ایک روایت میں ابی مالک نے حذیفہ سے ذکر کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئینگے۔ پس آپ شفاعت فرمائینگے پھر صراط قائم کی جائے گی۔ پس ان میں کی پہلی جماعت بجلی کی طرح پھر ہوا کی طرح پھر پرندہ کی طرح اور تیز رو مردوں کی طرح گزر جائے گی۔

درانحالیکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پل پر موجود ہوں گے۔ اور یہ

اور یہ فرماتے ہونگے اللھم سلم وسلم اے خدا انہیں سلامتی عطا فرما۔ سلامتی عطا فرما۔ یہاں تک کہ سب گزر جائیں گے۔ اور آخری جماعت کے گزرنے کا حال بیان فرمایا۔ (الحدیث)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں سب سے پہلے گزروں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے ممبر رکھے جائیں گے۔ اُن پر وہ تشریف رکھیں گے۔ میرا ممبر باقی رہے گا میں اُس پر نہیں بیٹھوں گا۔ اور اپنے رب کی جناب میں برابر کھڑا رہوں گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا۔ کیا چاہتے ہو کہ میں تمہاری اُمت کے ساتھ کروں۔ میں عرض کروں گا۔ اے رب ان کا حساب جلدی چُکا دیا جائے۔

پس ان کو بلایا جائے گا۔ اور ان کا حساب کتاب ہوگا۔ پس ان میں سے کچھ تو وہ ہوں گے۔ جن کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا اور کچھ وہ ہوں گے جن کو میری شفاعت کے ذریعہ جنت میں داخل کریگا۔ میں برابر شفاعت کرتا رہوں گا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں کو بھی بچالوں گا جن کو جہنم میں جانے کا پروانہ مل چکا ہوگا۔ یہاں تک کہ خازن جہنم کہے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تو اپنی امت سے کسی کو بھی خُدا کے غضب کا سزاوار نہیں رہنے دیا

زیاد نمیری کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں وہ پہلا شخص ہوں گا جن کے سر زمین سے نکلیں گے۔ اور یہ فخر نہیں۔ اور میں سید الناس ہوں گا۔ بروز قیامت یہ فخر نہیں۔ پس میں آؤں گا اور جنت کی زنجیر پکڑونگا

کہا جائے گا۔ کون؟ میں کہوں گا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ پس میرے لیئے کھولا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ میرا استقبال فرمائے گا۔ تو اُس وقت سجدہ کناں ہو جاؤں گا۔ اور ذکر کیا جیسا گزرا حضرت انیس کی روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سُنا کہ میں بروز قیامت ضرور زمیں کے پتھروں اور درختوں سے زیادہ لوگوں کی شفاعت کرونگا

باختلاف الفاظ ان احادیث صحیحہ سے یہ بات اجتماعی طریقہ پر ثابت ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کا مقام محمود اور آپ کی اوّل سے آخر تک شفاعت کرنا جبکہ لوگ حشر میں جمع ہوں گے۔ اور ان کے گلے تنگ ہوں گے۔ اور پسینہ اُن کو پہنچتا ہو گا۔ اور سورج بہت قریب ہو گا۔ اور عرصہ تک کھڑا رہنا ہو گا۔ اور یہ حساب سے پہلے ہو گا اس وقت آپ کی شفاعت عرصہ تک کھڑے رہنے کی وجہ سے راحت پہنچانے کے لئے ہو گی۔ پھر صراط قائم کی جائے گی۔ اور لوگوں کا حساب ہو گا۔

جیسا کہ ابو ہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ذکر ہے۔ اور یہ حدیث زیادہ یقینی ہے۔

پس آپ کی شفاعت اپنی اُمت کے ان لوگوں کو جنت میں جلدی لیجانیکے کے لئے ہو گی۔ جو بلا حساب و کتاب جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث میں گزرا۔ پھر آپ کی شفاعت ان لوگوں کے لیئے ہو گی۔ جن پر عذاب اور دخول جہنم واجب ہو چکا ہو گا۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ کا اقتضاء ہے پھر ان لوگوں لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ جنہوں نے صرف لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ یہ آپ کے سوا کوئی نہ کریگا۔ اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ہے۔

کہ ہر نبی کے لئے ایک مخصوص دعا ہوتی ہے۔ اور میں نے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی دعا کو بروز قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر رکھا ہے۔

اہل علم فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی دعا ہے جسکو میں جانتا ہوں کہ وہ اُن کے لئے مستجاب ہے۔ اور اس میں اُن کی خواہش ملحوظ ہے۔ ورنہ کتنی ہی وہ دعائیں ہیں جو نبی کی قبول کی گئیں ہیں۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بیشمار دعائیں ہیں۔ (جو مقبول ہوئی ہیں) لیکن بوقت دعا ان کا حال امید و بیم کے مابین رہی ہیں۔ اور چند ایسی دعائیں ہیں جنکی ضمانت اللہ تعالیٰ نے مقبولیت کی دی ہیں۔ جس کے لیئے وہ چاہے یقیناً مقبول ہوگی۔

محمد بن زیاد اور ابو صالح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت میں کہتے ہیں کہ ہر نبی کے لیئے ایک مخصوص دعا ہوتی ہے۔ جو اپنی امت کے لیئے وہ دعا کرتے ہیں۔ اسکو قبول کیا جاتا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعا کو قیامت تک موخر کر دوں۔ اس سے اپنی امت کی شفاعت کر دوں۔ ابو صالح کی روایت میں ہے۔ کہ ہر نبی کے لیئے ایک مستجاب دعا ہوتی ہے۔ پس ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی۔ اور اسی کے مثل ایک روایت ابو زرعہ نے حضرت ابو ہریرہ سے کی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابن زیاد جو کہ ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ کے مثل ایک روایت مروی ہے کہ وہ دعائے مذکورہ امت کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے جسکو قبولیت کی ضمانت دی گئی ہوتی ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی خبر دی ہے کہ آپ نے اپنی اُمت کے لیئے بہت سی دین و دنیا کی ایسی دعائیں مانگی تھیں۔ جن میں سے بعض تو قبول

کر لی گئیں۔ اور بعض کو روک دیا گیا، اور اُن کو محتاجی کے دن اور سختی کے خاتمے اور بڑے سوال و رغبت کے لئے ذخیرہ کر کے رکھا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی جزاء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی اُمت کے لئے عمدہ عطا فرمائے گا۔ وصلی اللہ وسلم علیہ کثیراً۔

فصل یازدہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان بزرگیوں کے بیان میں جو جنت میں وسیلۂ درجۂ رفیعہ، کوثر اور فضیلت کیساتھ مرحمت فرمائے گا

حدیث: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے بالاسناد مروی کہ اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ جب تم موذن کے کلمات اذان سنو تو اسی کے مثل اذان دہرا کر جواب دو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو درحقیقت جس نے ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھا تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس مرتبہ رحمت (درود) فرماتا ہے۔ پھر اللہ سے میرے لئے وسیلہ مانگو۔ کیونکہ یہ جنت میں ایک مرتبہ ہے جو کسی کو سزاوار نہیں سوائے اللہ کے بندوں میں سے کسی ایک بندے کے لئے۔ اور میں امید رکھتا ہوں وہ بندہ میں ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ سے جو میرے لئے وسیلہ مانگے تو اس کے لئے شفاعت حلال ہو گئی۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وسیلہ جنت میں ایک بلند درجہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جب جنت کی سیر کر رہا تھا۔ (شب معراج) تو میرے سامنے ایک ایسی نہر آئی جسکے کناروں پر موتیوں کے قبے تھے۔ میں نے جبریل

سے کہا یہ کیا ہے۔ کہا یہ وہ کوثر ہے۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ پھر جبریل نے اس کی مٹی کی طرف ہاتھ مار کر نکالا تو وہ کستوری کی طرح خوشبودار تھی۔

حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عمر سے اس کی مثل مروی ہے۔ کہا کہ اس کے پانی کی روانی موتی اور یاقوت پر ہے۔ اور اس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور برف سے زیادہ سرد ہے۔ ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ نہر جاری تھی۔ مگر زمین کو کاٹتی نہ تھی۔ اُس پر ایک حوض ہے کہ اُس پر میری اُمت آئے گی۔ اور ذکر کیا حدیث حوض کو اسی کے مثل ابن عباس سے مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ کوثر وہ ایک ایسی بھلائی ہے۔ جو خاص طور پر آپ کو عطا فرمائے گا۔

ابو سعید ابن جبیر کہتے ہیں۔ کہ جنت میں بھلائی کی ایک ایسی نہر ہے جس کو اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے گا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی عنایتوں کے تذکرہ میں فرمایا مجھکو کوثر عنایت فرمائی۔ جو جنت میں ایک نہر ہے۔ اور میرے حوض میں بہتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں۔ کہ۔

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (پ ۳۰ ع ۱۸) عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

مروی ہے کہ کہا کہ موتی کے ہزار محل ہوں گے۔ جس کی مٹی کستوری کی ہو گی۔ اور اس میں وہ وہ چیزیں ہوں گی جو اُس کے لائق ہیں۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس میں وہ کچھ ہوگا۔ جو اُس کے لائق ہے یعنی بیویاں اور غلام وغیرہ۔

فصل دوازدہم

اگر تم یہ کہو جب دلائل قرآنیہ، احادیث صحیحہ اور اجماع اُمتہ سے یہ ثابت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سب سے بڑھکر معزز و مکرم اور انبیا علیہم السلام سے افضل ہیں تو ان احادیث کا کیا مطلب ہے جو فضیلت دینے کی ممانعت میں وارد ہیں۔ جیسے ان میں یہ حدیث ہے۔

حدیث:۔ جو قتادہ سے بالاسناد مروی ہے کہ ابو العالیہ سے کہتے سنا کہ ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا کسی بندے کو سزاوار نہیں کہ یہ کہے کہ میں یونس ابن متی علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ دوسرے طریقہ سے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی بندے کو سزاوار نہیں (آخر حدیث تک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایک یہودی کے بارے میں ہے۔ کہ اُس نے کہا تھا۔ قسم اُس ذات کی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انسانوں پر برگزیدہ کیا۔ تو ایک انصاری مرد نے اُس کے چپت مارا تھا۔ اور کہا تھا تو ایسا کہتا ہے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جب اُس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو فرمایا انبیاء علیہم السلام کے درمیان فضیلت نہ دو۔ اور

ایک روایت میں ہے کہ مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نہ بڑھاؤ۔ پس حدیث کو بیان کیا۔ اور حدیث میں یہ ہے کہ میں نہیں کہتا کہ کوئی یونس ابن متی سے افضل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ میں یونس ابن متی سے بہتر ہوں تو وہ جھوٹا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی تم میں سے یہ نہ کہے کہ میں یونس ابن متی سے بہتر ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ ایک شخص آیا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا۔ یا خیر البریہ (یعنی مخلوق میں سب سے بہتر) فرمایا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

تو آگاہ ہو کہ علماء کرام رحمہم اللہ نے ان احادیث کی چند تاویلیں کی ہیں۔

ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فضیلت دینے سے منع فرمانا اس سے قبل تھا۔ کہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ تو آپ نے فضیلت دینے سے روک دیا۔ اس لئے کہ یہ واقفیت کی محتاج ہے۔ اور جس نے بغیر علم کے فضیلت دی تو اس نے جھوٹ کہا۔ اسی قبیل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ میں نہیں کہتا کہ کوئی ان سے افضل ہے۔

یہ کلام اس کا مقتضی نہیں کہ آپ نے اُن کی اپنے سے فضیلت بیان کی بلکہ ظاہر حالت میں صرف فضیلت دینے سے روکنا مقصود ہے۔

دوسرا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا بطریق تواضع وانکسار تھا۔ اور عُجب و تکبر کی نفی مقصود تھی۔ مگر یہ جواب اعتراض سے نہیں بچتا۔

سوم یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے مابین ایسی فضیلت نہ دو جو کسی کی تنقیص کی طرف لے جائے۔ یا ان میں کوئی عیب نکالے۔ خصوصاً حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دی۔ جو خبر دی تاکہ نہ واقع ہو کسی جاہل کے دل میں اُن کی طرف سے حقارت یا اُن کے بلند رتبہ میں تنقیص۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں فرمایا ہے کہ جب وہ بھری ہوئی کشتی کے پاس دوڑے۔ اور جب وہ غصہ ہو کر گئے۔ اور گمان یہ کیا ہم ان پر قادر نہ ہوں گے۔ اس سے بسا اوقات اپنی جہالت سے یہ خیال کر گزر رہا ہے کہ (معاذ اللہ) اُن سے کوئی خطا سرزد ہوئی۔

چہارم یہ کہ نبوت و رسالت کے حق میں فضیلت دینے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام نبوت و رسالت میں ایک ہی درجہ ہیں اور اس لئے بھی کہ وہ ایک ہی چیز ہے جس میں باہمی فضیلت نہیں ہے۔ فضیلت تو حالات کی زیادتی اور خصوصیات و کرامات اور مراتب و الطاف میں ہے۔ لیکن فی نفسہا نبوت میں کوئی تفاضل نہیں ہے۔ درانحالیکہ تفاضل تو نبوت کے بعد دوسرے زائد امور کی بنا پر ہے۔ اس لئے تو کوئی ان میں سے صرف رسول ہے اور کوئی رسولوں میں اولوالعزم رسول ہے۔ اور کسی کا ان میں سے مرتبہ بلند کیا گیا۔ اور کسی کو بچپن ہی میں حکمت سے نواز دیا گیا۔ اور کسی کو کتاب زبور مرحمت فرمائی اور کسی کو بینات و معجزات دیئے گئے۔

اور ان میں سے کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور کسی کے درجے بلند کیئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی

ہیئے۔ اور فرماتا ہے۔ وہ رسول ہیں۔ کہ ہم نے کسی کو کسی پر فضیلت دی (پ۳ ع۱)۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ تفضیل یعنی اُن کو بڑھانے سے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اُن کو فضیلت دی جائے۔ اس کی تین حالتیں ہیں۔

یا تو یہ کہ اُن کی نشانیاں اور معجزات خوب روشن و مشہور ہیں یا اُن کی اُمت پاکیزہ اور شمار میں زیادہ ہو۔ یا باعتبار اُن کی اپنی ذات کے راجع ہوگی۔ ان خصوصیات کی طرف جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے اُن کو مخصوص فرمایا ہئیے۔ وہ یہ کہ اُن کی اپنی بزرگی۔ اور خصوصی کلام سے نوازے یا خلت یا رویت یا جس سے اللہ تعالیٰ چاہے اپنی مہربانی سے۔ ولایت اور اپنی خصوصیات سے سرفراز کرے۔

بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا بلاشک نبوت کی کچھ ذمہ داریاں (ثقل) ہیں۔ اور حضرت یونس علیہ السلام نے اُن سے علیحدہ ہونا چاہا جسطرح کہ اونٹنی کا وہ بچہ جو فصل بہار میں پیدا ہو۔ (کہ وہ بوجہ سے علیحدہ رہتا ہے)

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے وہمی فتنوں سے محفوظ رکھا۔ کہ کہیں اس کے سبب وہ اس میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اور اُن کے منصب نبوت میں جرح اور اُن کی برگزیدگی میں تنقیص اور اُن کے مرتبہ میں کمی اور اُن کی عصمت (پارسائی) میں اہانت نہ کرنے لگے۔ اپنی اُمت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بڑی شفقت ہے۔

ترتیب کے اعتبار سے یہ توجیہہ (تاویل) پانچویں بنجاتی ہے۔ وہ یہ کہ ضمیر انا راجع ہے قائل کی اپنی ذات کی طرف یعنی کوئی یہ

گمان نہ کرے۔ اگرچہ وہ دانائی اور عصمت (پاکیزگی) اور طہارت کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گیا ہو کہ وہ اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے حق کے بارے میں فرمایا ہے۔ اب حضرت یونس علیہ السلام سے افضل و بہتر ہے۔

کیونکہ نبوت کا درجہ ہی (فی نفسہ) بہت بلند و بالا ہے۔ بلاشبہ یہ مراتب اُن سے ایک رائی کے دانے بلکہ اس سے بھی کم تر تک کم نہیں ہوئے (یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا مرتبہ خفیف سے خفیف بھی کم نہیں ہوتا) ہم تیسری قسم میں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ بیان کریں گے۔ اب تم کو اس کی غرض معلوم ہو گئی۔ اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے معترض کا اعتراض جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے توفیق ہے۔ وہی مددگار ہے۔ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

فصل سیزدہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی کے بیان میں اور جو ضمناً فضائل ہیں

حدیث: حضرت جبیر ابن مطعم کے والد سے بالاسناد مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں۔

میں محمدؐ ہوں اور میں احمدؐ ہوں اور میں ماحیؐ ہوں کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹایا اور میں وہ حاشرؐ ہوں کہ میرے نقش قدم پر لوگ اٹھیں گے۔ اور میں عاقبؐ (پیچھے آنیوالا) ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں میرا نام محمد اور احمد رکھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خصوصیت دی ہے۔ کہ آپ کے ناموں کو آپ کی ثناء

کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اور آپ کے ذکر کے درمیان آپ کے شکر عظیم مضمر کیا ہے۔ آپ کا نام احمد بر وزن افعل ہے جو آپ کی صفتِ حمد میں مبالغہ ہے۔ اور محمد بر وزن مفعّل ہے جو آپ کی کثرت حمد میں مبالغہ ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم حمد کرنیوالوں میں سب سے بڑھکر ہیں۔ اور ان سب سے افضل ہیں۔ جن کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر حمد کرنیوالے ہیں۔ پس آپ تعریف کیے ہوؤں میں سب سے بڑھکر تعریف کیئے ہوئے (محمد) ہیں۔ اور تعریف کرنیوالوں میں سب سے بڑھکر تعریف کرنے والے ہیں .... اور آپ کے ساتھ بروز قیامت لواء الحمد ہوگا۔ تاکہ آپ کے لیئے حمد کی تکمیل ہو جائے۔ اور میدان حشر میں آپ صفت حمد سے شہرت پا جائیں اور وہاں اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں بھیجے گا۔ جیسا کہ آپ سے وعدہ کیا ہے۔ اسجگہ اولین و آخرین اُن کی شفاعت کی وجہ سے آپ کی تعریف کریں گے۔ اور اس جگہ آپ پر حمد کے الفاظ کھولے جائیں گے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی پر وہ نہیں دیئے گئے۔

انبیاء سابقین علیہم السلام کے کتابوں میں آپ کی اُمت کا نام حمّادین (بہت تعریف کرنیوالے) رکھا ہے۔ حقیقۃً آپ اسی لائق ہیں کہ آپ کا نام محمد اور احمد رکھا جاتا۔ پھر آپ کے ان دونوں ناموں عجیب و غریب خصوصیتوں اور نشانیوں میں دوسری خوبی بھی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام مبارک کی ایسی حفاظت فرمائی ہے۔ کہ کسی نے آپ کے زمانۂ مقدس سے پہلے یہ دونوں نام نہیں رکھے۔ لیکن احمد جو کہ کتب سابقہ میں آیا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام نے اُس کی بشارت دی ہے۔

اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے منع فرمادیا کہ کوئی اور آپ کے سوا اس کلام کو رکھے اور نہ آپ سے کوئی اس نام سے پکارا جائے تاکہ کسی کمزور دل پر اس سے شک وشبہ نہ پڑے۔ اسی طرح محمد بھی ہے۔ کہ عرب وغیر عرب میں سے کسی نے بھی یہ نام کسی کا نہ رکھا۔ یہانتک کہ یہ بات آپ کے وجود گرامی اور آپ کی پیدائش سے کچھ پہلے ہی مشہور ہو گئی (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ ایک نبی مبعوث ہوگا۔ جن کا نام مبارک محمد ہوگا۔ پھر عرب کے تھوڑے لوگوں نے اپنے لڑکوں کا نام محمد رکھا۔ اس اُمید پر کہ ان میں سے شاید کوئی وہی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ جس جگہ وہ اپنی رسالت رکھے۔ وہ لوگ (جنہوں نے آپ کی پیدائش سے کچھ قبل اپنے فرزندوں کے نام محمد رکھے) یہ ہیں۔ محمدؓ بن احیجہ بن جلاح اوسی، محمدؓ بن سلمہ انصاری، محمدؓ بن براء بکری۔ محمدؓ بن سفیان بن مجاشع، محمدؓ بن حمران جعفی، محمدؓ بن خزاعی سلمیٰ، اور ساتواں نام کا کوئی بتاتے۔ کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے جس کا نام محمد رکھا گیا وہ محمد بن سفیان ہے اور اہل یمن کہتے ہیں کہ بلکہ محمد بن یحمد قبیلۂ ازد کا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی کہ ہر وہ شخص جس کا نام محمد ہے وہ نبوت کا دعویٰ کرے یا اس کو کوئی اس کے ساتھ پکارے یا اس پر کوئی سبب ظاہر ہو جائے جس سے کوئی آپ کے بارے میں شک کر سکے۔ یہانتک کہ یہ دونوں نام آپ کے لیئے خوب متحقق وثابت ہو گئے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور کوئی ان دونوں ناموں میں نزاع نہ کر سکا۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ میں وہ ماحی ہوں۔ کہ میرے

ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹایا۔

سو اس کی تفسیر اس حدیث کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ کفر کو مٹانے سے یا تو مکہ سے یا عرب کے شہروں سے یا زمین کے ان حصوں سے جو آپ کے قبضہ میں آئیں مراد ہو۔ اور وعدہ کیا گیا کہ آپ کی اُمت کا ملک آپ کو ملے گا۔ یا محو یعنی مٹنے سے مراد عام ہو۔ بایں معنی کہ ظہور وغلبہ ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لیظہرہٗ علی الدین کلہٖ الایۃ۔ (پ۱۰ ع۱۱، پ۲۶ ع۱۲، پ۲۸ ع۹)	تاکہ اُس کو غالب کر دے تمام دینوں پر۔

اور بیشک حدیث میں اُس کی تفسیر یوں وارد ہے۔ کہ آپ وہ ہیں۔ جن کے سبب ان لوگوں کے گناہ جو آپ کے متبع ہیں مٹائے جائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میں وہ حاشر ہوں۔ جس کے قدموں پر لوگ اُٹھیں گے۔ یعنی میرے زمانہ اور میرے عہد پر۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا وخاتم النبین (نبیوں کا آخر ہوں)۔ اور آپ کا نام عاقب رکھا گیا۔ اس لئے کہ آپ تمام نبیوں کے پیچھے (آخر) میں تشریف لائے ہیں۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ میں ایسا پچھلا آنیوالا ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ علی قدمی کے معنی میں ایک روایت ہے کہ یعنی لوگ میرا مشاہدہ کرتے ہوئے اُٹھیں گے یا لوگ میرے سامنے اُٹھیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا	تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔ اور یہ رسول تم پر گواہ ہو (پ۲ ع۱۶)۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میرے قدم پر یعنی میں اُن سے پہلے

نکلوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان لھم قدم صدق عند ربھم (پ ۱۱ ع ۶) ان کے لیئے ان کے رب کے پاس سچا قدم ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرے قدم پر یعنی میرے سامنے اور میرے گرداگرد یعنی میری طرف بروز قیامت سب جمع ہو کر آئیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میرے قدم پر یعنی میری سنت پر

آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ اس کے معنی میں ایک روایت یہ ہے۔ کہ پانچوں نام سابقہ کتب سماویہ میں موجود ہیں۔ اور سابقہ اُمتوں کے اہل علم کے نزدیک میرے یہ پانچ نام ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ میرے دس نام ہیں۔ ان میں سے طٰہٰ اور یٰسین کو بیان فرمایا۔ مکی نے اس کی حکایت کی۔

بعض تفسیروں میں ایک روایت ہے۔ کہ طٰہٰ یعنی اے طاہر، اے ہادی، یٰس یعنی اے سیّد۔ سلمی نے اسکو واسطی اور جعفر بن محمد سے بیان کیا۔ اوروں نے مجھ سے بیان کیا۔ دس نام ہیں پانچ تو وہی ہیں۔ جو پہلی حدیث میں مذکور ہیں۔ فرمایا اور میں رسول رحمت اور رسول راحت اور رسول ملاحم ہوں، اور میں مقفّٰی کہ نبیوں کے پیچھے آنیوالا ہوں۔ اور میں قیم ہوں۔ اس کے معنی جامع کامل کے ہیں ایسا ہی میں نے اسکو پایا۔ اور میں اسکو روایت نہیں کرتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ درست قثم (بالثاء) ہے (یعنی بانٹنے اور تقسیم فرمانے والے) جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ اسکو بعد میں حربی سے۔ اور یہی تفسیر کے ساتھ زیادہ مناسب ہے۔ نیز انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں واقع ہوا ہے۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ دعا کی۔ اے رب ہمارے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

بھیج جو سنت کو قائم فرمانے والے انقطاع وحی کے بعد ہیں۔ پس قسیم اسی معنی میں ہے۔

نقاش نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ میرے قرآن کریم میں سات نام ہیں۔ محمد، احمد، یٰس، طٰہٰ، المدثر، المزمل، اور عبد اللہ۔

جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ وہ چھ نام ہیں۔ محمد احمد، خاتم، عاقب، حاشر، ماحی (صلی اللہ علیہ وسلم)

ابی موسیٰ اشعری رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے نام بتلایا کرتے تھے۔ پس فرماتے ہیں،

محمد، احمد، مقفی، حاشر، نبی التوبہ، نبی الملحمہ، اور نبی الرحمہ ہوں۔

اور ایک روایت میں المرحمہ، الرحمۃ اور الراحمۃ ہے۔ یہ تمام کے تمام صحیح ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مقفی کے وہی معنی ہیں۔ جو عاقب کے ہیں۔ لیکن نبی رحمت، نبی توبہ، نبی مرحمہ، اور نبی راحت سو اسکی دلیل یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا ارسلنٰکَ الا رحمۃ للعلمین (پ ۱۷ ع ۷) ہم نے آپ کو عالم کے لیئے رحمت بھیجا۔

اور جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں فرماتا ہے۔

یزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمہ (پ ۲۸ ع ۸) ویھدیھم الی صراط مستقیم (پ ۲۶ ع ۷) بالمومنین رؤف رحیم (پ ۱۱ ع ۵)

یعنی ان کو پاک کرتا ہے، اور قرآن و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور سیدھے راستے کی طرف چلاتا ہے، اور مومنوں کے ساتھ مہربان و رحیم ہے

اور آپ کی اُمت مرحومہ کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمۃ (پ ۳۰ ع ۱۵) | یہ اُمت ہے جو صبر کی وصیت کرتے ہیں اور رحمت کی وصیت کرتے ہیں۔

یعنی ایک دوسرے پر رحمت کرتے ہیں۔ پس آپ کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کے لیئے اور تمام جہان والوں کے لیئے رحمت، رحیم، بھیجا جو رحم کھانے والے اور اُن کے لیئے استغفار کرنے والے ہیں۔ اور آپ کی اُمت کو اُمت مرحومہ بنایا۔ اور اُس کی تعریف رحمت کے ساتھ فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دوسرے پر رحم فرمانے کا حکم دیا۔ اور اُس کی تعریف کی فرمایا۔ ان اللہ یحب من عبادہ الرحماء الحدیث، بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے رحم کھانے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اور فرمایا ایک دوسرے پر رحم کرنے والوں پر قیامت کے دن رحمٰن اُن پر رحم فرمائے گا۔ تم زمین میں رحم کرو، تاکہ وہ تم پر رحم کرے جو آسمان میں ہے۔

لیکن نبی الملحمہ کی روایت تو یہ اشارہ اس طرف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد اور تلوار کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔ اور یہی صحیح ہے۔

اور حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ابی موسیٰ کی حدیث کے مثل روایت کی ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نبی الرحمۃ، نبی التوبہ اور نبی الملاحمہ ہیں۔

حربی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں روایت کیا کہ آپ نے فرمایا میرے پاس فرشتہ آیا۔ اس نے مجھ سے کہا آپ قثم یعنی جمع کرنے والے ہیں (مجموعہ کی صفت ہیں) حربی کہتے ہیں کہ قثم کے معنی ہیں بھلائی کا جمع کرنے والا۔ اور یہ وہ نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو معلوم تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب وصفات قرآن کریم میں ان کے علاوہ جو ہم نے بیان کئے ۔ بکثرت آئے ہیں ۔ جیسے نور ، سراج ، منیر ، منذر نذیر ، مبشر ، بشیر ، شاہد ، شہید ، الحق المبین ، خاتم النبیین ، رؤف ، رحیم ، امین ، قدم صدق ، رحمۃ للعلمین ، نعمۃ اللہ ، عروۂ وثقیٰ ۔ صراط مستقیم ، النجم ثاقب ، کریم ، نبی امی ، اور داعی اللہ یہ آپ کے اوصاف کثیرہ اور علامات جلیلہ ہیں ۔

اور اللہ تعالیٰ کی گذشتہ کتابوں اور انبیاء علیہم السلام کے صحیفوں کے اور احادیث نبوی اور امت کی بول چال میں ، مکمل طریقہ سے آپ کے نام آچکے ہیں ۔ جیسے مصطفےٰ ، مجتبیٰ ، ابو القاسم ، حبیب ، رسول رب العلمین شفیع ، مشفع ، متقی ، مصلح ، طاہر ، مہیمن ، صادق ، مصدوق ، ہادی ، سید ولد آدم ، سید المرسلین ، امام المتقین ، قائد الغر المحجلین ، حبیب اللہ ، خلیل الرحمن صاحب الحوض المورود ، شفاعت ، المقام المحمود ، صاحب الوسیلہ ، صاحب الوضیلہ ، صاحب الدرجۃ الرفیعہ ، صاحب التاج والمعراج واللواء ، والقضیب (عصا) راکب البرق الناقہ ، نجیب ، صاحب الحجہ ، السلطان ، خاتم ، علامتہ برہان ، صاحب الہراوہ ، صاحب النعلین ، کتابوں میں آپ کے یہ نام بھی ہیں ۔ المتوکل ، المختار ، مقیم السنۃ ، المقدس ، روح القدس ، روح الحق ، اسی معنی میں انجیل میں فارقلیط ہے ۔ ثعلب کہتے ہیں کہ فارقلیط اسکو کہتے ہیں جو حق و باطل میں تفریق کرے ، گزشتہ کتابوں میں آپ کے یہ نام بھی ہیں ، ماذ ، ماد بمعنی طیب طیب ۔ حمطایا ، خاتم ، حاتم ، کعب احبار نے اس کی حکایت کی ، ۔

ثعلب نے کہا کہ خاتم وہ ہے جس سے نبیوں کے سلسلۂ آمد کو

روکا جائے۔ اور حاتم کے معنی یہ ہیں کہ نبیوں میں جو پیدائش اور اخلاق میں سب سے بڑھکر عمدہ ہو۔

سریانی زبان میں آپ کا نام یہ ہے۔ مشفح یعنی محمد، مغمنا یعنی رُوح القدس یا محمد، اور توریت میں آپ کا نام اَحید ہے۔ یہ ابن سیرین سے مروی ہے۔

صاحب القضیب کے معنی تلوار والے کے ہیں۔ انجیل میں اُس کی یوں تفسیر آئی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ کے ساتھ لوہے کی تلوار ہو گی جس سے آپ جہاد کریں گے۔ اور آپ کی اُمت بھی ایسی ہی ہو گی۔

اور یہ بھی محمول کیا گیا ہے۔ قضیب آپ کی ایک لمبی شاخ تھی جس کو آپ ہاتھ میں لیا کرتے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور وہ اب خلفاء کے پاس ہے۔ لیکن ہر او وہ جس سے آپ کی تعریف کی گئی ہے۔ لغت میں اُس کے معنی عصا کے ہیں۔ مجھے خیال ہے واللہ اعلم۔ کہ اس سے وہ عصا مراد ہے۔ جو حدیث حوض میں مذکور ہے۔ کہ اپنے اس عصا سے یمن والوں کے لئے لوگوں کو ہٹاؤں گا۔

لیکن تاج اس سے مراد عمامہ ہے۔ اور اس وقت سوائے عرب کے اور کوئی عمامہ نہیں پہنتا تھا۔ عمامے عرب کے تاج ہیں، آپ کے اوصاف القاب اور علامات کتابوں میں بہت ہیں۔

ان میں سے بقدر کفایت ان شاء اللہ ہم نے ذکر کیا ہے۔ آپ کی مشہور کنیت ابو القاسم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو جبریل آئے اور کہا۔ السلام علیک یا ابا ابراہیم۔

فصل چہاردہم

اس میں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماءِ حسنیٰ اور صفات علیا کے ساتھ آپ کا نام رکھکر آپ کو شرف و فضیلت مرحمت فرمائی

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے فرماتے ہیں۔ کہ یہ فصل پہلے باب کی فصلوں کے ساتھ بہت نفیس اور عمدہ ہے۔ کیونکہ اسکو انہیں کے مضامین کی لڑی میں پرو کر اسی شیریں چشمہ میں ملادیا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ اُس کے استنباط کے ہدایت کی طرف کسی سینہ کو اسی وقت کھولتا ہے۔ اور کسی فکر کو اس کے جوہر نکالنے اور اُس کے لینے کی طرف اسی وقت روشن کرتا ہے۔ جب وہ اُس سے پہلی فصلوں پر غور و خوض کرے لہذا میں نے یہ مناسب جانا کہ اُسکو انہیں فصلوں کے ساتھ ملادوں، اور اُسکی خوبیوں کو جمع کردوں۔

اب تم سمجھو! اللہ تعالیٰ نے بہت نبیوں کو ایک بزرگی سے خاص کیا ہے۔ اور ان کو اپنے ناموں میں سے ایک نام کی خلعت عنایت فرمائی ہے جیسے حضرت اسحق، حضرت اسماعیل علیہما السلام کا نام علیم و حلیم رکھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم، حضرت نوح علیہ السلام کو شکور، حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہما السلام کو برّ (نیکی)، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کریم، قوی، حضرت یوسف علیہ السلام کو حفیظ، علیم،

حضرت ایوب علیہ السلام کو صابر اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو صادق الوعد نام عنایت فرمائے، جیسا کہ قرآن کریم میں ان کے تذکروں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح فضیلت دی کہ آپ کو ان ناموں کا لباس پہنایا اور آراستہ کیا۔ جو اپنی کتاب مجید اور گذشتہ نبیوں کی بیشمار کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور اُن کو ہمارے لیئے بعد فکر و ذکر کے مجتمع کر دیے ہیں۔ اس لیئے کہ ہم نے ان دو ناموں سے بڑھکر کسی نام کو نہ پایا کہ کسی نے جمع کئے ہوں اور نہ ایسے شخص کو پایا جس نے اس میں دو فصلیں تالیف کی ہوں۔ مگر ہم نے ان میں سے اسی فصل میں تقریباً تیس نام لکھے ہیں۔ اور غالباً اللہ تعالیٰ نے جیسا مجھے ان اسماء کا علم الہام فرمایا اور اُس کی حقیقت ظاہر فرمائی۔ اسی طرح اُس کے مبین کرنے میں اپنی اس نعمت کو پورا فرما دے جو ابتک ہمیں آشکارہ نہیں ہوتی ہے۔ اور اُس کے بند دروازہ کھول دے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام حمید ہے۔ اُس کے معنی محمود ہیں۔ کیونکہ اُس نے آپ اپنی تعریف کی ہے۔ اور اُس کے بندوں نے بھی اُس کی تعریف کی ہے۔

نیز اُس کے معنی حامد کے بھی ہیں۔ یعنی وہ اپنی خود تعریف کرنے والا اور اپنے بندوں کے نیک اعمال کی تعریف کرنیوالا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی محمد اور احمد رکھا ہے پس محمد بمعنی محمود ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں آپ کے اس نام کا ذکر ہے۔ اور احمد کے یہ معنی ہیں کہ آپ حمد کرنیوالوں میں سب سے بڑے ہیں۔ اور جن کی تعریف کی گئی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ بزرگ

ہیں۔ اسی طرف حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنے اشعار میں اشارہ کیا ہے۔ ؎

وشق لہٗ مِن اسمہٖ لیجلّہٗ		فذُوالعرش محمودٌ وھٰذا احمدٗ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے آپکا نام نکالا تاکہ آپ کی عزت ہو پس صاحب عرش (اللہ تعالیٰ) محمود ہے اور آپ محمد صلی (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الروٗف، الرحیم ہے۔ وہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ اور قرآن کریم میں آپ کا نام بھی یہی رکھا فرمایا بالمومنین روٗفٌ رحیم الآیۃ (پ۱۱ ع ۵) آپ مسلمانوں کے ساتھ مہربان اور رحیم ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحق المبین ہے۔ اور حق کے معنی موجود" اور حقیقت الامر کے ہیں۔ اسی طرح المبین یعنی امر روشن کے معنی ہیں۔ مطلب یہ کہ اُس کی الوہیت روشن اور ظاہر ہے۔ بان اور ابان کے ایک ہی معنی روشن و ظاہر کے ہیں۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیئے اُن کے دینی اور اخروی امور ظاہر فرمانیوالا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی قرآن کریم میں یہی رکھا۔ چنانچہ فرمایا۔ حتّٰی جاءَھُمُ الحق ورسولٌ مبین الآیۃ (پ ع) یہاں تک کہ اُن کے پاس حق آیا اور رسول مبین تشریف لائے۔ اور فرماتا ہے۔

وَقُل اِنِّی اَنَا النذیر المبین الآیۃ (پ۱۴ ع ۶)	آپ فرما دیجئے کہ میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

اور فرمایا قد جاءکم الحق من ربکم الآیۃ (پ۱۱ ع۱۶) بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق آیا۔

اور فرمایا فقد کذّبوا بالحق لمّا جاءھم (پ۷ ع ۷) بیشک اُنہوں نے

حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس تشریف لائے

ایک روایت میں ہے۔ اس سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ قرآن مراد ہے۔ لیکن اس جگہ حق کے وہ معنی ہیں جو باطل کی ضد ہے۔ اور حقیقت واقعیہ جس کا صدق امر ہے۔ یہ پہلے معنی کے ساتھ ہے۔ اور المبین کا مطلب یہ ہے کہ جس کا حکم واضح اور روشن ہو۔ اور اس کی رسالت ظاہر ہو۔ یا یہ معنی ہیں۔ کہ یہ رسول اللہ کی جانب سے بیان کرنیوالا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لِتُبَیِّنَ للناس ما نزل علیہم الآیۃ (پ ۱۴ ع ۱۲) تاکہ آپ لوگوں پر خوب واضح کردیں جو اُن کی طرف بھیجا گیا۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام نور ہے۔ اس کے معنی صاحب نور، مالک نور ہیں۔ یعنی اس کا پیدا کرنیوالا ہے۔ یا آسمانوں اور زمین کو انوار کے ساتھ منور کرنیوالا اور مومنین کے دلوں کو ہدایت کے ساتھ منور کرنے والا مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام بھی نور رکھا۔ چنانچہ فرمایا۔

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین الآیۃ (پ ۶ ع ۷)	بیشک تمہارے پاس اللہ کی جانب سے نور تشریف لایا اور روشن کتاب

ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور کہا گیا کہ قرآن مراد ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کا نام سراجاً منیرا رکھا۔ کیونکہ آپ کا حکم روشن اور آپ کی نبوت ظاہر ہے۔ اور آپ مسلمانوں اور عارفوں کے دلوں کو جو آپ لائے ہیں۔ اس سے منور فرمانے والے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام الشہید ہے۔ اُس کے معنی عالم یعنی جاننے والے کے ہیں۔ اور ایک روایت کے بموجب بمعنی شاہد یعنی گواہ کے ہیں جو اپنے بندوں پر بروز قیامت دے گا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے شہید اور شاہد رکھا۔ چنانچہ فرمایا۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا الآیۃ	ہم نے آپ کو شاہد بھیجا (پ ۲۲ ع ۳)

اور فرماتا ہے۔

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا	اور یہ رسول تم پر شہید یعنی گواہ ہیں (پ ۲ ع ۱)

اس جگہ شہید بمعنی شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الکریم بھی ہے۔ اُس کے معنی بہت سی بھلائی کرنیوالا بعض نے کہا احسان کرنیوالا بعض نے کہا معاف فرمانیوالا بعض نے کہا اس کے معنی بلند کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء کے بیان میں جو حدیث ہے۔ اس میں الاکرم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام بھی کریم رکھا۔ جیسا کہ فرمایا

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ الآیۃ (پ ۳۰ ع ۶) یہ مکرم رسول کا ارشاد ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس سے جبریل مراد ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اکرم ولد آدم یعنی میں اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم ہوں۔ اور کریم و اکرم کے معنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام العظیم ہے۔ جس کے معنی الیسا بڑی شان والا کہ اُس کے سوا ہر چیز کم ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد فرمایا۔ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (پ ۲۹ ع ۳) بلاشک

آپ بلند اخلاق پر ہیں اور توریت کے اوّل حصہ میں حضرت اسمٰعیل سے مروی ہے کہ عنقریب ایک عظیم فرزند امت عظیمہ کے لیئے پیدا ہوگا۔ وہ عظیم ہوگا اور بڑے خلق پر ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام الجبار ہے۔ اس کے معنی اصلاح کرنیوالا (مصلح) ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ قاہر اور ایک روایت میں بلند بڑی شان والے کے معنی بیان کئے ہیں۔ کہا گیا کہ متکبر اس کے معنی ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب زبور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جبار رکھا۔ اُنھوں نے کہا اے جبار! آپ اپنی تلوار لٹکائیے۔ کیونکہ آپ کی ناموس (عزت) اور آپ کی شریعت آپ کے تصرف کے دبدبہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اُس کے معنی یا تو ہدایت و تعلیم کیساتھ اپنی اُمت کی اصلاح فرمانا یا اپنے دشمنوں پر قہر فرمانا یا نوع انسانی پر اپنے مرتبہ کو بلند فرمانا یا آپ کا بڑا خطرہ ہونا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے اس تکبّر کے غلبہ کو جو آپ کی شان کے لائق نہیں، نفی فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا وَمَا انت علیہم بجبار (پ۲۶ ع۱۷) یعنی آپ ان پر جبار نہیں ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الخبیر بھی ہے۔ اُس کے معنی اشیاء عالم کی حقیقت کی خبر دینے والے اور اُس کے جاننے والے کے ہیں۔ اور ایک روایت میں اُس کے معنی المخبر (خبر دینے والا) ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الرحمٰن فاسئل بہٖ خبیرا (پ۱۹ ع۳) وہ رحمٰن ہے پس تو اُس کی بابت

خبیر سے دریافت کر۔

قاضی بکر بن علاء کہتے ہیں۔ کہ سوال کا حکم غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ اور مسئول و خبیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دوسروں نے کہا کہ سائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مسئول اللہ تعالیٰ مذکورہ دونوں وجہوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی خبیر ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ اس لئے کہ آپ ان چیزوں کے انتہائی عالم ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے مخفی علم سے آپ کو بتایا۔ اور آپ کو ان کی بڑی معرفت کرائی۔ آپ اپنی اُمت کے لئے مخبر یعنی خبر دینے والے ہیں۔ ان چیزوں کی جن کے بتلانے کی آپ کو اجازت دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام (الفتاح) ہے۔ اُسکے معنی اپنے بندوں کے مابین حاکم یا رزق اور رحمت کے دروازے کھولنے والے کے ہیں۔ اور جو امور ان پر بند ہیں۔ اُن کے کھولنے والے یا معرفت حق کے ساتھ ان کے قلوب اور بصیرتوں کو کھولتے ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اُس کے معنی ناصر یعنی مدد کرنے والے کے ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِن تستفتحوا فقد جاءکم الفتح (پ۹ ع۱۶) یعنی اگر تم مدد چاہتے ہو تو بیشک تمہارے پاس مدد آگئی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اُس کے معنی فتح و نصرت کی ابتدا کرنے والے کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فاتح کے ساتھ نام رکھا۔ واقعہ معراج کی طویل حدیث جو کہ ربیع بن انس نے ابی العالیہ سے اور اور دوسروں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔ کہ میں نے آپ کو فاتح اور خاتم بنایا اور اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اپنے رب کی ثناء اور اپنے مراتب کے شمار کرانے کے دوران میں ہے۔ "اور میرے لیئے میرا ذکر بلند کیا اور مجھ کو فاتح اور خاتم بنایا" ہو سکتا ہے کہ اس جگہ فاتح بمعنی حاکم یا اپنی اُمت پر رحمت کے دروازوں کا کھولنے والا۔ یا معرفت حق اور ایمان باللہ کے ساتھ اُن کی بصیرتوں کا کھولنے والا یا حق کی مدد کرنیوالا یا اُمت کو ہدایت کے ساتھ شروع کرنیوالا یا انبیاء علیہم السلام میں اُن کے آگے شروع کرنیوالے مُبتدی، مقدم ہو۔ اور آپ ان انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے (آخری نبی) ہیں۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔ میں پیدائش میں تو نبیوں سے پہلے ہوں اور بعثت میں ان کا آخر (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام حدیث شریف میں الشکور ہے۔ اس کے معنیٰ عمل قلیل پر بہت ثواب دینے والے کے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمانبرداروں کی تعریف کرنے والا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی اس صفت کے ساتھ توصیف بیان کی ہے۔ فرمایا انہٗ کان عبداً شکورا (پ۱۵ ع۱) بیشک وہ بہت شکر گزار بندے تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعریف بھی خود اسی نام سے کی ہے۔ فرمایا کہ میں بہت شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کا اعتراف کرنیوالا۔ اُسکی قدرت کا جاننے والا اور اُس پر بہت زیادہ میں تعریف کرنے والا ہوں۔

اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

لئن شکرتم لأزیدنکم (پ۱۳ ع۱۴) اگر تم نے شکر گزاری کی تو تم کو بہت دوں گا

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں العلیم ۔العلام، عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف علم کے ساتھ کی ہے۔ اور آپ کو بہت زیادہ علم خصوصیت کے ساتھ دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل اللہ علیك عظیما الآیۃ (پ۵ ع۱۴) | جو کچھ آپ نہ جانتے تھے، آپ کو وہ سب کچھ سکھا دیا اور یہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا افضل ہے۔ اور فرمایا۔

ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (پ۲ ع۲) | اور یہ تمکو کتاب وحکمت سکھاتے ہیں اور جو تم نہیں جانتے تھے۔ وہ تم کو بتلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الاول اور الآخر ہے۔ ان دونوں کے یہ معنی ہیں کہ اشیاء کے وجود سے پہلے وہ سبقت کرنیوالا اور اس کی فنا کے بعد باقی رہنے والا ہے۔ اور حقیقت الامر بات یہ ہے۔ کہ اس کا نہ کوئی اول ہے اور نہ آخر۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پیدائش میں تو تمام نبیوں کا اول ہوں اور بعثت میں ان کا آخر۔ اسکی تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ کی گئی ہے۔

واذ اخذنا من النبین میثاقھم و منك ومن نوح الآیۃ (پ۲۱ ع۱۷) | اور یاد کیجئے جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا تم سے اور نوح سے

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدم ذکر کیا۔ اسی طرف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اشارہ فرمایا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ہم ہی آخر اور سابق ہیں۔ اور

فرمان نبوی ہے کہ زمین سے نکلنے والوں میں میں پہلا شخص ہوں۔ اور جنت میں داخل ہونیوالوں میں، میں پہلا شفاعت کرنیوالوں میں میں پہلا اور شفاعت قبول کیے جانیوالوں میں، میں پہلا ہوں۔ اور آپ ہی خاتم النبین اور آخری رسول ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں القوی، ذو القوۃ المتین ہے اس کے معنی قادر کے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف اس کے ساتھ بھی کی ہے۔ فرمایا ذی قوۃ عند ذی العرش مکین (پ ۳۰ ع ۶) قدرت والا عرش کے مالک کے نزدیک قائم ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور کہا گیا کہ جبریل مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الصادق حدیث ماثور میں آیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی حدیث میں صادق و مصدوق کے ساتھ آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الولی، المولیٰ ہے۔ ان دونوں کے معنی مدد کرنے والے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

انما ولیکم اللہ و رسولہ الآیۃ (پ ۶ ع ۱۲) اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی تمہارا مددگار ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا ولی کل مومن میں ہر مسلمان کا مددگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

النبی اولی بالمومنین نبی زیادہ مددگار ہے مسلمانوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ

ہیں جس کا مددگار ہوں، اس کے علی مددگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں العفو ہے۔ جسکے معنی درگزر اور معاف کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اور توریت میں اس نام کے ساتھ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی اور درگزر کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ، فرماتا ہے۔ خذ العفو الآیۃ (پ۹ ع ۱۴) درگزر سے کام لیں۔ اور فرمایا فاعف عنہم واصفح (پ۶ ع ۷) ان کو معاف فرما دیں اور درگزر کریں۔ جبریل نے کہا جب آپ نے ان سے خذ العفو کے معنی دریافت فرمائے کہا جو آپ پر ظلم کرے اسکو معاف فرما دیں۔

ایک مشہور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ توریت اور انجیل میں آپ کی یہ صفت بیان فرمائی۔

لیس بفظ ولا غلیظ ولکن یعفو ویصفح | یعنی آپ نہ تو بدخلق ہوں گے اور نہ سخت دل۔ بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الھادی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے ہدایت کی توفیق دے دیتا ہے۔ اور اس کے معنی دلالت اور دعا کے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واللہ یدعوا الی دار السلام | اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر (دار السلام) کی طرف بلاتا ہے۔ ویھدی من یشاء الی صراط مستقیم (پ۱۱ ع ۸) اور جسکو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے۔ ہدایت کے سب معنوں کی اصل مائل ہونا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تقدیم یعنی آگے بھیجنا ہے۔ ایک روایت میں طٰہٰ کی تفسیر میں ہے۔ یا طاہر یا ہادی۔ اس

سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
انک لتھدی الی صراط مستقیم (پ ۲۵ ع ۶) بیشک آپ ہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔
وداعیا الی اللہ باذنہ (پ ۲۲ ع ۳) اُس کے حکم سے اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ پہلے معنی یعنی توفیق یہ اللہ تعالیٰ سے مختص ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

انک لاتھدی من اجببت ولکن اللہ یھدی من یشاء (پ ۲۰ ع ۹)۔	بیشک آپ کی انکو ہدایت نہیں جنکو آپ چاہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہی

جسکو چاہتا ہے۔ ہدایت کی توفیق دیتا ہے۔ اور دلالت کے معنی میں ہدایت مطلق ہے جو ماسوی اللہ کے لئے بولا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں المومن، اور المھیمن ہے۔ ایک روایت کے بموجب یہ دونوں نام ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ اللہ کی جناب میں المؤمن کے معنی یہ ہیں کہ اپنے بندوں سے جو وعدہ فرمایا ہے۔ اس کو پورا کرنیوالا، اپنی سچی بات پوری فرمانیوالا اور اپنے مسلمان بندوں رسولوں کی تصدیق فرمانے والا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اُس کے معنی اپنی ذات میں یکتا ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ اپنے بندوں کو دنیا میں اپنے ظلم سے اور آخرت میں مسلمانوں کو اپنے عذاب سے امن دینے والا ہے۔

المھیمن کے معنی ایک روایت کے بموجب امین ہے۔ جو اُس کا مصغر ہے۔ (صیغہ تصغیر میں) ہمزے کو ہا سے بدل دیا گیا ہے اور بیشک یہ کہا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں کی دعا میں آخر قول آمین اللہ تعالیٰ

کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اُس کے معنی مُؤمِن کے ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ مؤمن کے معنی شاہد اور حافظ کے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین، مہیمن اور مؤمن ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام امین رکھا۔ چنانچہ فرمایا مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْن (پ ۳۰ ع ۶) یعنی آپ کی اطاعت کی گئی ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین سے معروف تھے۔ اور قبل اظہار نبوت اور بعد اظہار نبوت آپ اسی نام سے مشہور ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے شعر میں آپ کا نام مہیمن رکھا۔ ؎

ثُمَّ احْتَوٰی بَیْتُکَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ | خِنْدِفَ عَلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

یعنی پھر آپ کے شاہد نسب نے خندف (الیاس بن مضر کی بیوی) سے بلندی کو گھیر لیا جن کے نیچے ٹیکے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ یا ایھا المہیمن مراد ہے۔ اسکو قتیبی اور امام ابو القاسم قشیری نے روایت کیا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یؤمن باللہ ویؤمن للمؤمنین یعنی وہ اللہ کے ساتھ ایمان رکھتا ہے۔ اور مومنین پر یعنی تصدیق کرتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، میں اپنے صحابہ کے لیئے امان ہوں۔ پس یہ بمعنی مومن ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک القدوس ہے۔ اُس کے معنی تمام عیوب سے منزہ اور علاماتِ حدث و فنا سے پاک کئے ہیں۔ بیت المقدس کا نام اسی وجہ سے رکھا گیا ہے۔ کہ وہاں گناہوں سے پاک کیا جاتا ہے۔ اسی قبیل سے وادی مقدس اور رُوح القدس ہے۔ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں المقدس یعنی

گناہوں سے پاک کرنیوالا یا گناہوں سے منزہ، مگر توب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (پ۲۶ ع ۹)	تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ بخشدے

یا یہ کہ اسکی وجہ سے گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے۔ اور اسی کے اتباع سے ستھرا بنا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ویزکیھم یعنی اُن کو پاک کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ویخرجھم من الظلمات الی النور	ان کو اندھیریوں سے نور کی طرف

نکالتا ہے۔ یا یہ کہ اُس کے معنی مقدس یعنی اخلاق ذمیمہ اور اوصاف رذیلہ سے پاک و مبرا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ایک نام العزیز ہے۔ اس کے معنی ممتنع اور غالب یا اس کا کوئی نظیر نہ ہو یا دوسروں کو عزت دینے والے کے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وللہ العزۃ ولرسولہ (پ۲۸ ع ۴) یعنی اللہ ہی کے لیئے امتناع اور جلالت قدرت ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف بشارت اور نذارت سے کی ہے۔ اور فرماتا ہے۔

یبشرھم ربھم برحمۃ منہ ورضوان (پ۱۰ ع ۹) ان کو ان کا رب اپنی رحمت و خوشنودی کی بشارت دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان اللہ یبشرک بیحیٰی (پ۳ ع ۱۲) اللہ تعالیٰ تمکو یحیٰی اور اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبشرًا نذیرًا

اور بشیر رکھا، یعنی آپ فرمانبرداروں کو بشارت دینے والے اور نافرمانوں کو ڈرانے والے ہیں۔

بعض مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں طٰہٰ اور یٰسٓ کو اس کا نام بیان کیا ہے۔ اور بیشک بعض مفسرین نے ان دونوں ناموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں ذکر کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی شرافت اور بزرگی عطا فرمائی ہے۔

فصل پانزدہم

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ اُن کو توفیق دے فرماتے ہیں۔ کہ۔

اب میں اسی فصل میں اُس کے ذیل اور ضمنی ایک نکتہ بیان کر کے اس قسم کو ختم کرتا ہوں۔ اور اس نکتہ کے ذریعے اُن مشکلوں کو دُور کر دوں گا۔ جو ہر کمزور وہم اور بیمار فہم کو پیش آئے ہونگے، تاکہ اُس کو تشبیہہ کے غاروں سے نکالے اور ملمع سازی باتوں سے دُور کر دے۔ وہ یہ کہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ جل اسمہٗ اپنی صفات، عظمت کبریاء ملکوت اور اسماء حسنی اور صفات علیاء میں اس حد تک ہے کہ اس کی مخلوق میں کوئی بھی ادنی سا مشابہ بھی نہیں ہے۔ اور نہ کسی کو اس سے تشبیہہ بھی دیجاسکتی ہے۔ بلا شک و شبہ وہ جو شریعت نے مخلوق پر بولا ہے۔ ان دونوں میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت ہی نہیں ہے۔ اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم (ازلی، ابدی، دائمی) ہیں بخلاف مخلوق کی صفات کے (کہ وہ حادث، فانی، اور عطائی ہیں) جیسے

کہ اُس کی ذات تبارک وتعالیٰ دوسری (فانی) ذاتوں کے مشابہ نہیں ہے۔ ایسے ہی اُسکی صفات مخلوقوں کی صفات کے مشابہ نہیں۔ کیونکہ مخلوق کی صفات اعراض واغراض سے جُدا نہیں ہوتیں (عرض وغرض کے تحت ہوتی ہیں) اور اللہ تبارک تعالیٰ اس سے پاک ومنزہ ہے۔ بلکہ وہ اپنی صفات واسماء کیساتھ ہمیشہ سے ہے۔ (اور ہمیشہ رہے گا) اس بارے میں یہ فرمان کافی ہے لیس کمثلہ شیئ (پ۲۵ ع ۲) کوئی چیز اسس کا مماثل نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیئے خوبی ہے۔ جن علماء عارفین محققین نے یہ کہا کہ توحید ایسی ذات کے ثابت کرنے کا نام ہے۔ جو کہ اور ذاتوں کے مشابہ نہیں اور نہ صفات سے معطل ہے واسطی رحمہ اللہ نے اس نکتہ کو خوب بڑھا کر بیان کیا ہے۔ اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ اس کی ذات کے مثل کوئی ذات نہیں۔ اور نہ اُس کے نام کے مثل کوئی نام۔ اور نہ اُس کے فعل کے مثل کوئی فعل ہے۔ اور نہ اُس کے کسی صفت کے مثل کوئی صفت۔ مگر صرف لفظ کی لفظ کے ساتھ موافقت کی وجہ سے ہے۔ اُس کی قدیم ذات برتر ہے کہ اُسکی کوئی صفت حادث ہو۔ جیسے کہ یہ محال ہے۔ کہ کسی حادث ذات میں کوئی صفت قدیم ہو۔ یہ کل کا کل اہل حق، اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے۔ رضی اللہ عنہم۔

بلاشبہ امام ابوالقاسم قشیری رحمہ نے ان کے اس قول کی اور زیادہ وضاحت کے ساتھ تفسیر کی ہے۔ اور فرمایا کہ یہ حکایت تمام مسائل توحید کو مشتمل ہے۔ کیونکہ اس کی ذات، محدث ذاتوں کے مشابہ ہو اُس کی ذات اپنے وجود میں مستغنی ہے۔ اور کیونکر اس کا فعل مخلوق

کے فعل کے مشابہ ہو وہ فعل تو نفع محبت۔ اور دفع نقص کے بغیر ہے۔ اور نہ خطروں اور عرضوں کا گزر ہے۔ اور نہ آلات و محنت سے ظاہر ہوا۔ اور مخلوق کا فعل ان وجوہات سے باہر نہیں۔

ہمارے مشائخ میں سے ایک اور بزرگ نے کہا ہے کہ جو کچھ تم اپنے وہموں سے وہم کرتے ہو یا اپنی عقلوں سے معلوم کرتے ہو۔ وہ تو تمہاری طرح حادث ہے۔ امام ابوالمعالی جوینی فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اس موجود کی طرف مطمئن ہو گیا۔ اور اس طرف اپنی فکر بس کر دی۔ ارے وہ مشبہ ہے۔ اور جو شخص نفی محض کی طرف ہو گیا۔ وہ معطل ہے۔ اور جو شخص ایک ایسے موجود کیساتھ علاقہ رکھے اُس کی حقیقت کے ادراک سے عجز کا اعتراف کرے بس وہی موحد ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کی حقیقت میں کیا خوب کہا ہے۔ کہ تم اس بات کو جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت چیزوں میں بغیر محنت ہے اور مخلوق کا بنانا بلا مزاج اور سبب کے ہے، ہر چیز کی علت اُس کی صفت ہے۔ اور اُس کی صفت کے لئے کوئی علت نہیں اور تمہارے وہم میں جو بھی متصور ہو۔ اللہ تعالیٰ اُس کے برعکس ہے۔ یہ کلام نہایت عجیب عمدہ اور محقق ہے۔ اور اس کا آخری فقرہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر ہے۔ لیس کمثلہ شئ اور دوسرا فقرہ اس کے فرمان کی تفسیر ہے۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون الایۃ (پ ۱۷ ع ۲) جو اللہ تعالیٰ کرتا ہے، اُس سے پوچھا نہ جائے گا۔ حالانکہ وہ خود مسئول ہیں۔

اور تیسرا فقرہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ہے۔

انما قولنا لشئ اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون (پ۱۴ ع ۱۱)	بلاشبہ جب ہم کسی شے کا ارادہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "کن" پس وہ ہو جاتی ہے

اللہ ہمیں اور تمہیں توحید اور اس کے اثبات اور اس کی تنزیہہ پر ثابت وقائم رکھے، اور ضلالت و گمراہی یعنی تعطل و تشبیہہ کے کناروں سے اپنے فضل و احسان کے طفیل محفوظ رکھے آمین۔

باب چہارم

اس میں ان چیزوں کا بیان ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ پر معجزات کا ظہور کرایا۔ اور آپ کو خصوصیات و کرامات کے ساتھ مشرف فرمایا ہے۔

قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سوچنے سمجھنے والی یہ بات کافی ہے۔ کہ وہ یہ تحقیق کرے۔ کہ ہم نے یہ کتاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر کے لئے جمع نہیں کی ہے۔ اور نہ اس کے لئے جو آپ کے معجزات پر طعن اور زبان درازی کرتا ہے کہ اس پر ہم دلائل قائم کرنیکے محتاج ہوں اور اس کے گوشوں کی قلعہ بندی کریں۔ تاکہ کوئی طعنہ کرنیوالا اس تک نہ پہنچ جائے۔ اور یہ کہ ہم عاجز کرنیوالی شرائط اور تحدی اور اسکی تعریف کو بیان کریں اور ان لوگوں کے قول کے رد و فساد کا جو شرائع کے نسخ کو باطل کہتے ہیں کو ذکر کریں۔ بلکہ ہم نے اس کتاب کو ان اہل محبت کے لیئے جمع کیا ہے۔ جو کہ آپ کی دعوت کو لبیک کہتے ہیں۔ اور آپ کے نبوت کی تصدیق کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی محبت اور مضبوط ہو جائے۔ اور ان کے اعمال میں

زیادتی ہو۔ اور ان کے ایمان میں ایمان کی جلا ہو۔

ہماری مراد اور مقصد یہ ہے۔ کہ اس باب میں آپ کے بڑے بڑے معجزات اور آپ کی مشہور تر نشانیاں ثابت کروں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں جو آپ کی قدر و مرتبت ہے اس پر دلالت کرے ان میں ہم وہی بیان کریں گے۔ جو محقق اور صحیح الاسناد ہیں۔ اور ان میں سے بیشتر وہ ہیں جو یقینی حد تک پہنچتے ہیں یا اس کے قریب۔ اور ان کے ساتھ ہم نے ان کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔ جو آئمہ کی مشہور کتابوں میں مذکور ہیں۔ اور جب کوئی منصف مزاج، غور کرنیوالا ان پر غور کریگا۔ جو ہم نے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے لکھا ہے۔ یعنی آپ کے عمدہ اثرات، پسندیدہ سیرت، وفور علم، کمال عقل و حلم اور آپ کے تمام کمالات، تمام خصائل، مشاہدۂ حالات، درست کلامی وغیرہ وہ تو آپ کے نبوت کی صحت اور آپ کے دعوت کی صداقت میں شک و تردد کر ہی نہیں سکتا۔ بلا شبہ یہ باتیں آپ پر اسلام و ایمان لانے میں بہت سوں کو کافی ہوئے ہیں۔

ترمذی اور ابن قانع وغیرہ نے اپنی سندوں کے ساتھ یہ حدیث ہمیں روایت ہوئی ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قدم رنجہ ہوئے تو میں آپ کی زیارت کے لیئے حاضر ہوا، جب میں نے آپ کا چہرہ انور کو خوب دیکھا تو میں فوراً پہچان گیا کہ آپ کا چہرۂ انور جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ (اس کے بعد اس کی سند ذکر کی ہے)

ابی رمثہ تیمی سے مروی ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ساتھ میرا بیٹا بھی تھا۔ میں نے حضور کی زیارت کی۔ میں نے آپ کو دیکھتے ہی کہا یہ اللہ کے نبی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے۔ کہ صغار جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں۔ اُس کی حمد کرتے ہیں۔ اور اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے۔ سو اُسکو کوئی گمراہ نہیں کرسکتا۔ اور جسکو وہ گمراہ کرے اسکو کوئی ہدایت پر نہیں لاسکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

تو اُس نے آپ سے عرض کیا کہ ان کلمات کو پھر دوبارہ مجھ پر دُہرایئے کیونکہ یہ سمندر کی تہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اپنا دست مبارک بڑھایئے تاکہ میں آپ کی بیعت کرلوں۔ جامع ابن شداد کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک مرد جسکو طارق کہا جاتا ہے۔ اُس نے ہمیں خبر دی کہ اُس نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے۔ جسکو تم بیچتے ہو۔ ہم نے کہا یہ اونٹ ہیں۔ فرمایا کیا قیمت ہے۔ ہم نے کہا کھجور کے اتنے اتنے وسق (جو ساٹھ ساع کا ہوتا ہے) کے عوض بیچوں گا۔ تو آپ نے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور (شہر) مدینہ لے گئے۔ تو ہم نے (آپس میں) کہا کہ اس اونٹ کو ایسے شخص کے ہاتھ بیچا ہے۔ جسکو ہم جانتے تک

نہیں۔ کہ وہ کون ہے۔ ہمارے ساتھ ایک بوڑھی عورت تھی، اُس نے کہا کہ میں اس اونٹ کی قیمت کی ضامن ہوں۔ میں نے اس شخص کے چہرہ کو دیکھا ہے۔ جو چودھویں رات کے چاند کی مانند ہے۔ وہ تم سے دھوکا نہ کرے گا۔ پس جب ہم نے صبح کی تو ایک شخص کھجوریں لایا اور کہا کہ میں تمہاری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔ تمہارے لیئے فرمایا ہے کہ ان کھجوروں کو کھاؤ اور وزن کر کے اپنی قیمت لے لو۔ سو ہم نے کیا۔

عمان کے بادشاہ جلندی کی حدیث میں ہے۔ کہ جب اُسکو یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی ہے۔ تو جلندی نے کہا خدا کی قسم مجھ کو اس نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ دلیل ملتی ہے۔ کہ وہ کسی نیکی کیطرف جب ہی بلاتے ہیں۔ جب وہ خود اُس پر عامل ہوتے ہیں۔ اور کسی برائی سے جب ہی روکتے ہیں جب وہ خود اُس کے تارک ہوں۔ اور بلاشبہ جب وہ غالب ہوتے ہیں تو غرور نہیں کرتے۔ اور جب مغلوب ہوتے ہیں۔ تو گھبراتے نہیں اور عہد و پیمان کا ایفا کرتے ہیں۔ اور ایفائے عہد میں جلدی کرتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی (برحق) ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

نفطویہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں کہتے ہیں۔

یکاد زیتھا یضئ ولو لم تمسسہ نار الآیۃ (پ ۱۸ ع ۱۱)	قریب ہے کہ اس کا زیت روشن ہو اگرچہ اسکو آگ نہ چھوائے۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دی ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ عنقریب آپ کا چہرہ آپ کی نبوت پر دلالت کرے گا۔

اگرچہ وہ قرآن کی تلاوت نہ کرے۔ ابن رواحہ نے کہا ہے ؎

لَوْلَمْ تَكُنْ فِيهِ اٰيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ لَكَانَ مَنْظَرُهُ يُنْبِيكَ بِالْخَبَرِ

یعنی اگر اس میں روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں۔ تو آپ کا چہرہ ہی آپ کی (نبوت کی) خبر دیتا ہے۔

بیشک اب وقت آگیا ہے۔ کہ آپ کی نبوت، وحی، رسالت کے بیان کو شروع کریں اور اس کے بعد قرآن کے اعجازات اور اس کے دلائل و براہین کو بیان کریں۔

فصل اوّل

خبردار! بیشک اللہ تعالیٰ جل اسمہ اسپر قادر ہے۔ کہ اپنے بندوں کے دلوں میں اپنی معرفت، اپنی ذات، اپنے اسماء و صفات کا علم اور تمام تکلیفات (دینی و دنیوی) کو شروع ہی میں بغیر کسی واسطہ کے اگر چاہے۔ تو علم دے دے، جیسا کہ بعض نبیوں کے بارے میں سنتِ الٰہیہ مروی ہے۔ بعض مفسرین اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

وماکان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا الآیۃ (پ۲۵ ع ۶) | کسی بشر کو یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ بغیر وحی کے کلام فرمائے۔

کی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ جائز ہے۔ کہ یہ علوم اللہ تعالیٰ بغیر کسی واسطہ کے ان کو پہنچا دے اور ان کو اپنے کلام سے نواز دے یہ واسطہ یا تو انسان کے سوا ہو جیسے فرشتے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یا انہیں کے جنس سے ہو۔ جیسے انبیاء علیہم السلام امتوں کے ساتھ ہیں۔ اور اس بات کے لیئے کوئی عقلی دلیل مانع نہیں۔ اور

جب یہ جائز ہے۔ اور محال نہیں ہے۔ اور رسول ان چیزوں کو لائے ہیں۔ جو ان کے صدق پر دلالت کرتی ہیں۔ وہ ان کے معجزات ہیں۔ تو جو وہ لائے ہیں۔ اُن سب کی تصدیق واجب ہے۔ اس لیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تحدی کیساتھ معجزہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے قائم مقام ہے۔ کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ تم اُن کی اطاعت واتباع کرو۔

اور آپ کے صدق پر جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ گواہ ہے اور وہی کافی ہے۔ اُسکو لمبا کرنا مقصود سے خارج ہے۔ اب جو بھی اس کے تلاش کرنے کا ارادہ کرے تو وہ ہمارے آئمہ رحمہم اللہ کی تصنیفات میں بھرپور پالے گا۔

نبوت کی لغوی تحقیق

نبوت اس لغت کے اعتبار سے جو ہمزہ سے پڑھتے نبأ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی خبر کے ہیں۔ اور کبھی اس اعتبار و تاویل میں تخفیف وسہولت کے لیئے ہمزہ نہیں دیا جاتا۔ اس صورت میں نبوت کے معنی یہ ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیوب پر مطلع کیا اور کہ بتا دیا۔ اور آپ اس کے نبی ہیں۔ نبی کے معنی یا تو خبر دیئے ہوئے بصیغۂ مفعول ہوگا۔ یا مخبر خبر دینے والے (بصیغۂ اسم فاعل) ان چیزوں کی جنکے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اور ان چیزوں کی اطلاع دینا.............

جن پر آپ کو مطلع کیا گیا ہے۔ اس وقت نبی بروزن فعیل بمعنی فاعل ہوگا۔

اور نبوت اس لغت کے اعتبار سے جو بغیر ہمزہ (مادہ) کے پڑھتے ہیں۔ نَبْوَة سے ماخوذ ہوگا۔ جس کے معنی ہیں زمین کا بلند و مرتفع حصہ...... تو اب نبوت کے (اصطلاحی) معنی یہ ہونگے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ کا مرتبہ، آپ کی شرافت و منزلت بلند ہے۔ یہ دونوں وصف آپ کے حق میں صحیح و درست ہیں،

الرسول کی تحقیق رسول اس کو کہتے ہیں۔ جو مُرسَل یعنی بھیجا گیا ہو۔ لغت میں بروزن فعول بمعنی مُفعَل نادر ہی مستعمل ہے۔

آپ کی رسالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ ان کو تبلیغ احکام کریں۔ یہ تتابع سے مشتق ہے (جس کے معنی پے در پے ہے)۔ اسی قبیل سے ان کا یہ مقولہ ہے کہ وہ لوگ ارسالاً آئے جب وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں۔ گویا آپ پر تو یہ لازم کیا گیا کہ آپ بار بار تبلیغ کریں اور امت پر یہ لازم کیا گیا۔ کہ وہ آپ کا اتباع کریں۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ نبی و رسول کے ایک معنی ہیں یا دو؟ بعض نے کہا کہ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں کیونکہ دراصل یہ انباء سے ہے (جس کے معنی خبر دینا ہے۔ ان کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہے۔ یعنی

وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبي الآية (پ۱۷ع۱۳)	آپ سے پہلے ہم نے کسی رسول اور نبی کو نہیں بھیجا.....

ارسال میں یہ دونوں ساتھ ساتھ ثابت ہیں۔ اور ان علماء نے

کہا کہ ہر نبی رسول ہوتا ہے۔ اور ہر رسول نبی

بعض نے کہا کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ من وجہ معنی رکھتے ہیں۔ اس لیئے کہ کبھی یہ دونوں اس نبوت میں جمع ہو جاتے ہیں جس میں غیب پر اطلاع، خصوصیات نبوت کا اعلان اور اس کی معرفت کے لیئے رفعت، اور ان کے درجات کا حصول مقصود ہو۔ اور کبھی یہ دونوں اس رسول کی رسالت کی زیادتی میں جدا ہو جاتے ہیں جس میں ڈرانے اور خبردار کرنے کا حکم ہو۔ جیسا کہ ہم کہتے ہیں۔ ان کی دلیل بھی اسی آیت میں دونوں ناموں کو علیحدہ علیحدہ (جدا جدا نبی اور رسول) بیان کرنے سے نکلتی ہے۔ اگر وہ دونوں ایک ہوتے تو کلام بلیغ میں دونوں کی تکرار یقیناً خوبی نہیں رکھتا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے کسی رسول کو امت کی طرف یا کسی ایسے نبی کو کسی کی طرف بھیجا نہیں گیا ہے، نہیں بھیجا مگر .... آخر آیت تک۔

اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ رسول وہ ہیں جو نئی شریعت لے کر آئے اور نبی غیر رسول وہ ہے۔ جو شریعت لیکر نہ آئے اگرچہ اس کو تبلیغ احکام آلھیہ اور ڈرانے کا حکم دیا گیا ہو۔

اور درست وصحیح قول وہی ہے۔ جس پر علماء کا ایک جم غفیر ہے۔ کہ ہر رسول نبی ضرور ہے۔ اور ضروری نہیں کہ ہر نبی رسول بھی ہو۔ ان میں پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور ان میں آخری رسول حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے۔ کہ بیشک انبیاء علیہم السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش) نبی ہیں۔ بخلاف

(فرقۂ) کرامیہ کے۔ کہ اُن کی باتیں لمبی اُور ڈرانے والی ہیں۔ اس میں کوئی فائدہ اُور بھلائی نہیں ہے۔ اُور نہ ان کا کوئی اعتبار۔

وحی کی تحقیق

وحیؔ کے اصلی معنی جلدی کرنے کے ہیں۔ اُور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب کوئی حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوتا۔ تو اُس کے لینے میں جلدی فرماتے۔ اس وجہ سے اس کا نام وحیؔ رکھدیا گیا۔ اُور الہاموں کی قسموں کو چونکہ گو نہ وحی نبوت سے مشابہت ہوتی ہے۔ ان کا نام بھی وحی رکھدیا گیا۔ اُور خط کا نام بھی وحی اس لیئے رکھا گیا کہ چونکہ کاتب کے ہاتھ کی حرکت میں سرعت (جلدی) ہوتی ہے۔ اُور ابروؔ اُور گوشۂ چشم کے اشارہ کو وحی بھی یوں کہا گیا۔ کہ ان دونوں کے اشاروں میں سرعت ہوتی ہے۔ اسی قبیل سے خدا کا یہ فرمان ہے۔

فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَةً وَّعَشِیًّا | اُن کی طرف وحی ہوئی کہ صبح وشام تسبیح کرو۔ (پ ۱۶ ع ۴)

یعنی آنکھ یا زبان سے اشارہ کیا کرو۔ اس کے ایک معنی لکھنے کے بھی آئے ہیں۔ اُور اسی قبیل سے ان کا یہ مقولہ ہے الوحا، الوحا۔ یعنی جلدی کرو۔ اُور کہا گیا ہے کہ دراصل وحیؔ پوشیدہ اُور مخفی بات کو کہتے ہیں۔ اسی قبیل سے ہے کہ الہامؔ کا نام بھی وحی رکھدیا گیا۔ اُور اسی سے اس کا قول ہے کہ۔

اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤی اَوْلِیٰٓـئِهِمْ (پ ۸ ع ۱) | بیشک شیاطین اپنے مددگاروں کو اشارہ کرتا ہے۔

یعنی اُن کے سینوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ اُور اسی قبیل سے

یہ فرمان ہے کہ

واوحینا الی ام موسیٰ (پ۲۰ ع۴) | حضرت موسیٰ کی والدہ کو ہم نے وحی کی............ یعنی ان کے دل میں یہ بات ڈال دی۔

بعض نے کہا ہے۔ کہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔

وما کان لبشر ان یکلمہ اللّٰہ الا وحیًا (پ۲۵ ع۶) | کسی بشر کو لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کلام فرمائے مگر وحی کے ذریعہ۔

یعنی بغیر واسطہ کے اس کے دل میں القا فرمائے۔

فصل دوم

جانو! کہ انبیاء علیہم السلام جو لائے ہیں۔ ان کو ہمارا معجزہ کہنا۔ اس لئے ہے کہ مخلوق اس کے مماثل لانے سے عاجز ہوتی ہے۔

معجزے دو طرح پر ہوتے ہیں۔ ایک قسم یہ کہ قدرت انسانیہ کے انواع میں سے ہو پھر اس سے وہ عاجز ہو جائیں۔ ان کا یہ عجز ہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ وہ فعل اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ جو اُن کے نبی کی صداقت میں ہوتا ہے۔ جیسے کہ ان (یہودیوں) کو موت کی تمنا سے پھیر دینا۔ اور ان (عرب کے بڑے بڑے فصحا و بلغا) کا قرآن کریم کی مثل لانے سے عاجز ہو جانا۔ یہ بعض علماء کی رائے ہے۔ اسی طرح دیگر معجزات وغیرہ۔

دوسری قسم یہ ہے کہ وہ فعل ہی انسانی قدرت سے باہر ہو کہ وہ کسی طرح بھی اُس کی مثل لانے پر قادر نہیں۔ جیسے مُردوں کا زندہ کرنا، عصاءِ (موسیٰ) کا سانپ بننا، اونٹنی کا پتھر سے نکلنا،

درخت کا کلام کرنا۔ انگلیوں سے پانی کے چشمے بہانا اور چاند کو ٹکڑے کرنا۔ یہ وہ معجزات ہیں۔ جو ممکن ہی نہیں۔ کہ کوئی ان کو کر سکے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اُن کا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ اور اُس کے ذریعہ ان کی تحدی (تعجیز) مقصود ہے۔ جو آپ کی تکذیب کرتے ہیں۔ کہ اُن کی مثل لانے سے وہ عاجز ہیں۔

جانو! بیشک وہ معجزات جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ظاہر ہوئے جو آپ کی نبوت کے دلائل اور آپ کے صدق پر براہین ہیں۔ ان میں دونوں قسموں کے ہیں۔ دیگر رسولوں کی بہ نسبت آپ کے معجزے بکثرت، ان سے زیادہ روشن نشانیاں اور اُن سے زیادہ ظاہر دلائل پر مبنی ہیں۔ جیسا کہ عنقریب ہم ان کو بیان کریں گے۔ اور یہ معجزات اس کثرت سے ہیں کہ کوئی اُن کو ضبط تحریر میں لا سکتا ہی نہیں۔ کیونکہ ان میں سے ایک قرآن ہی ایسا معجز کلام ہے۔ کہ اُس کے معجزات کو ہزار، دو ہزار یا زیادہ کا شمار ہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے صرف ایک سورۃ کا معاوضہ طلب کیا تھا۔ تو اس سے عاجز ہو گئے تھے۔

علماء نے کہا ہے۔ کہ سب سے چھوٹی سورۃ انا اعطینٰک الکوثر (پ۳۰ ع۳۳) ہے۔ لہٰذا اُسکی ہر آیت یا اس سورۃ کی مقدار و عدد میں آیتیں معجزہ ہیں۔ پھر خاص اس سورۃ میں ہی متعدد معجزے ہیں۔ جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔ کہ اس میں یہ، یہ معجزے ہیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دو قسم پر ہیں ان میں سے پہلی قسم:۔ یہ ہے کہ جو قطعی طور پر معلوم اور ہم تک متواتر

منقول ہو۔ جیسے قرآن کریم کہ نہ اسمیں کوئی شک ہے۔ اور نہ کوئی اختلاف کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا نہیں ہے۔ آپ کی طرف سے اس کا ظہور رہوا۔ اور آپ نے اپنی دلیل میں بطور حجت پیش کیا۔ اور اگر کوئی بدبخت اس کا انکار کرے تو وہ معاند و دشمن ہے۔ اس کا انکار ایسا ہی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا دنیا میں انکار کرے۔ حالانکہ منکرین کا اعتراض اس کے حجت میں ہی رہا ہے۔

پس قرآن اپنی ذات میں اور اپنے تمام مشتملات، معجزات میں معلوم و بدیہی ہے۔ اور اس کی اعجازی شان بداہت و نظر دونوں سے ثابت ہے۔ جیسا کہ بہت جلد اسکی تشریح کریں گے۔

ہمارے بعض آئمہ فرماتے ہیں۔ کہ فی الجملہ قائم مقام معجزات کے یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر بکثرت نشانیاں خوارق عادات ہوئے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی معجزہ یقین کے درجہ تک نہ بھی پہنچے تو یہ تمام معجزات مل کر تو یقین حاصل ہو جائے گا۔ لہذا ان کے معانی کا آپ کے دست اقدس پر شک و شبہ سے بالا ہے۔

کسی مومن اور کافر کا اس بات میں اختلاف نہیں کہ آپ کے دست اقدس سے عجائبات کا صدور رہوا ہے۔ معاند کا اختلاف تو اس میں ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہیں یا نہیں؟ حالانکہ ہم اس کو پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ اور یہ کہ اس کے قائم مقام، مقام ہے کہ تم نے سچ کہا۔ اس قسم کا وقوع بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بداہتہ" معلوم ہے۔ کیونکہ ان کے معانی کا اتفاق ہے۔ جیسے حاتم کی سخاوت اور عنترہ کی شجاعت اور احنف کا علم

بداہۃً معلوم ہے۔ کیونکہ اُن پر جو خبریں ملتی ہیں اُن پر اتفاق ہے کہ سخاوت
شجاعت، اور حلم ان کا معروف و مشہور ہے۔ اگرچہ فی نفسہٖ ہر ایک
خبر علم کا موجب نہیں اور نہ اس کی صحت پر یقین ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ وہ خبر بداہۃً اور یقین کے درجہ تک
نہ پہنچے۔ اس کی دو صنف ہیں۔

پہلی صنف یہ کہ وہ خبر مشہور اور پھیلی ہوئی ہو۔ اور اسکو متعدد
راویوں نے بیان کیا ہو۔ اور وہ خبر محدثین، مؤرخین اور اصحاب سیر و
اخبار کے نزدیک شائع (پھیل) ہو چکی ہو۔ جیسے کہ انگلیوں کے درمیان
سے پانی کا چشمہ جاری ہونا اور طعام کو زیادہ کرنا۔

اور دوسری صنف یہ ہے۔ کہ وہ خبر صرف ایک یا دو راوی تک
محدود و مخصوص ہو۔ اور اتنے کم راویوں نے اسکو بیان کیا ہو کہ وہ
حد شہرت تک نہ پہنچی، لیکن جب ان جیسے معجزات کو جمع کیا جائے
تو وہ اپنے معانی میں اتفاق کی حد تک پہنچ جائے۔ اور یہ دونوں قسمیں
معجزات کے صدور میں مجتمع ہو جائیں۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا

قاضی ابو الفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ حق بات
بیان کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے
معجزات جو مروی ہیں۔ قطعیت کے ساتھ معلوم ہیں۔ چنانچہ معجزۂ شق
القمر، تو اس کا وقوع تو نص قرآنی سے ثابت ہے۔ اور قرآن نے اس
کے وجود کی خبر دی ہے۔ دلیل کے بغیر کسی آیت کے ظاہری معنی
سے انحراف نہیں کیا جائیگا۔ اور اس احتمال کے رفع کرنے میں بھی متعدد
طریقوں سے احادیث صحیحہ وارد ہیں۔ اور کسی بد نصیب کا خلاف

جس نے دین کے کنڑے کو چھوڑ رکھا ہے۔ ہمارے پختہ اعتقاد کو متزلزل نہیں کر سکتا۔ اور ایسے مبتدع کی سفاہت (بیوقوفی) کیطرف توجہ نہ کیجائے گی۔ کیونکہ وہ کمزور مسلمانوں کے دلوں میں شک ڈالتا ہے۔ بلکہ ہم اس کے ساتھ اس کی ناک کو خاک آلود کریں گے۔ اور میدان میں ہم اُس کی سفاہت (بیوقوفی) کو پھینکیں گے۔

یہی صورت پانی کے نکلنے اور طعام کی زیادتی کے واقعہ کی ہے اسکو ثقہ لوگوں نے اور بہت سے راویوں نے صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت کے بکثرت افراد سے روایت کیا ہے۔ اور بعض معجزات تو ایسے ہیں ایک جماعت نے جماعت سے متصلاً ان راویوں سے جنہوں نے بہتر صحابہ سے روایت کیا ہے بیان کیا ہے۔ کہ یہ معجزہ خندق کے دن بڑے مجمع میں اور غزوۂ بواط اور عمرۂ حدیبیہ اور غزوۂ تبوک وغیرہ مسلمانوں کی مجلسوں اور لشکریوں میں واقع ہوا ہے۔ اور کسی صحابہ سے اسکی مخالفت منقول نہیں جو راوی کے بیان کی مخالفت کریں۔ اور جو انہوں نے دیکھا ہے۔ اس کا انکار کسی دیکھنے والے نے ذکر کیا ہے۔ (کہ نہیں اصل واقع یہ ہے) لہذا ان میں سے خاموش رہنے والے کا سکوت ایسا ہی ہے جیسے گویا کا بولنا۔ اس لئے کہ وہ اصحاب باطل پر قرار اور جھوٹ میں مداہنت سے منزہ و پاک ہیں، اور نہ وہاں کوئی رغبت اور خوف ہی تھا۔ کہ ان کو باز رکھے۔ اور اگر وہ سُنی ہوئی بات ان کے نزدیک قابل انکار اور ان کے نزدیک غیر معروف ہوتی تو وہ یقیناً اس کا انکار کرتے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض صحابہ نے بعض ان باتوں کا انکار کیا ہے۔ جن کا ذکر احادیث و سیر اور قرأت قرآن

میں منقول ہے۔ اور بعض نے بعض کی غلطی ظاہر کی اور کسی کو وہمی کہا۔ یہ وہ باتیں جو غیر مبہم ہیں۔ معجزات کی یہ پوری صنف قطعیت کے ساتھ ملحق ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔

بلاشبہ بعض خبریں ایسی بھی ہیں۔ جن کی کوئی اصل نہیں۔ اور باطل پر ان کی بنیاد ہے۔ اور ایسی بھی ضروری کہ ایک مدت کے گزرنے اور لوگوں کی مداومت کے بعد علماء کے مباحثہ و تحقیق سے ان کا صفت ظاہر ہو اور ان کا ذکر گمنامی میں ہو جائے۔ جیسا کہ اکثر جھوٹی خبروں اور من گھڑت قصوں میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں

لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات جو بطریق احاد مروی ہیں۔ زمانہ گزرنے کے بعد بھی ان کا ظہور ہی زیادہ ہوتا ہے اور فرقوں کے کلام کرنے اور دشمنوں کی کثرتِ طعنہ زنی اور اُن کے استخفاف پر ان کے مریض ہونے اور اُسکی بنیادوں کو کمزور بنانے اور اُس کے نور کو بجھانے پر ملحدین کی پیہم کوششوں کے باوجود اُن کی قوت و قبول اور اُن پر طعن کرنے والے کی حسرت و کینہ کو ہی بڑھاتا ہے۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیبی خبریں دینا اور آپ کا ماکان و مایکون یعنی گزشتہ و آئندہ کے حالات بتانا۔

فی الجملہ بداہتہً آپ کے معجزات میں ہونا معلوم ہے۔ اور یہ ایسا حق جس پر کوئی پردہ نہیں۔

ہمارے آئمہ میں سے قاضی و استاذ ابوبکر وغیرہ رحمہم اللہ اُس کے قائل ہیں۔ اور میرے نزدیک جس قائل نے یہ کہا ہے کہ یہ مشہور روایات

خبر واحد کے باب میں سے ہیں۔ اس کی وجہ اخبار و روایات میں مطالعہ کی کمی اور اُسکے سوا دیگر علوم عقلیہ وغیرہ میں مشغول ہونا ہے۔ ورنہ جو شخص نقل کے طریقوں سے واقف ہے۔ اور احادیث و سیر کا مطالعہ کرتا ہے وہ شخص جسطرح ہم نے ان کا ذکر کیا ہے ان واقعات مشہورہ کی صحت میں شک نہیں کر سکتا۔ یہ کوئی بعید امر نہیں ہے۔ کہ ایک شخص کو تو تواتر کا علم ہو جائے اور دوسرے کو حاصل نہ ہو۔ کیونکہ اکثر لوگ خبر کے ذریعے جانتے ہیں۔ کہ بغداد موجود ہے۔ اور وہ ایک بڑا شہر ہے۔ اور وہ دار الخلافہ اور بیت الامامت ہے۔ لوگوں میں ایسے بھی ہیں۔ کہ کوئی اس کا نام تک نہیں جانتا۔ چہ جائیکہ اُس کے اوصاف سے واقف ہو۔

اسی طرح امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد فقہا آپ سے تواتر کیساتھ یقیناً نقل کرتے ہیں۔ کہ آپ کا یہ مذہب ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا منفرد و امام پر واجب ہے۔ اور رمضان مبارک کی پہلی رات میں روزہ کی نیت کرنا ماسوا اس کے دنوں کے لیئے وہ کافی ہے۔ اور بلا شبہ امام شافعی رحمتہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ ہر رات کے لیے علٰحدہ گانہ روزہ کی نیت ہو اور مسح میں سر کے بعض حصہ پر اکتفا کرنا جائز ہے۔ اور ان دونوں کا یہ مذہب ہے کہ قتل میں قصاص محدد (تلوار) وغیرہ کے ساتھ جائز ہے۔ اور وضو میں نیت کا وجوب اور نکاح میں اذن ولی کی شرط ہے۔

بلاشبہ (حضرت امام اعظم) ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نہ صرف ان مسائل میں بلکہ ان کے سوا اور دیگر مسائل میں ان دونوں مذہب سے

اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ کچھ وہ لوگ بھی ہیں جو ان کے مذاہب میں مشغول ہی نہیں ہوئے۔ اور نہ ان کے اقوال کی روایت کی ہیں۔ اور نہ یہ جانتے ہیں کہ یہ مذاہب بھی ہیں۔ چہ جائیکہ یہ مسائل یا دیگر حالات سے واقف ہوں۔

اور جب ہم ان احاد معجزات کا ذکر کریں گے تو اس وقت ان کو تفصیل کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ بیان کریں گے۔

فصل سوم (۳)

اعجاز قرآن

جانو! اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمکو توفیق مرحمت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب مجید کئی وجوں سے بکثرت معجزات پر مشتمل ہے۔ اور اُن پر مطلع ہونے کے لئے وجوہات انحصار کے طریقہ پر چار قسمیں بنتی ہیں۔

اوّل یہ کہ اُس کے نظم کی خوبی، اُس کے کلمات کو ملانا، اُسکی فصاحت اُس کے ایجازات (یعنی مختصرات، وغیرہ) اور اس کی ایسی بلاغت جو عرب کے بلغاء کی عادت کے برخلاف ہے۔ اور یہ اس لئے۔ کہ عرب کے فصحاء و بلغاء اس شان کے مالک، اس کے شہسوار تھے۔ وہ لوگ بلاغت و حکمت میں ایسے مخصوص تھے کہ ان کے سوا کسی دوسری، اُمت کو میسر نہ تھی۔ اور زبان کے نکات کے وہ ایسے ماہر تھے۔ کہ کسی انسان کو وہ نہ دی گئی تھی۔ اور خطاب کے باب میں تو وہ ایسے تھے۔ کہ کوئی عقلمند ان کو بنا نہیں کر سکتا تھا۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے ان کی خلقت و طبیعت میں رکھ دی تھی اور ان میں یہ

طبعی قوت تھی۔ کہ فی البدیہہ کلام سے عجائبات لاتے۔ اور اس کی وجہ سے ہر معاملہ تک رسائی حاصل کرتے تھے۔ وہ متعدد مواقع اور سخت خطاب کی جگہوں میں فی الفور وہ خطبہ دیتے تھے۔ اور نیزے اور تلوار کی جنگوں میں رجز کے طور پر اشعار پڑھتے۔ (اپنی) تعریف کرتے (اور دوسروں کی) برائی کرتے اور اپنے مقاصد میں اس سے وسیلہ توسل پکڑتے اور لوگوں کو بڑھاتے اور گھٹاتے تھے۔ پس وہ لوگ اس سے سحرِ حلال لاتے (یعنی جادو بیانی) کرتے تھے۔ انکی تعریفوں کے ایسے ہار بناتے جو موتیوں کی لڑی سے زیادہ خوبصورت ہوتے۔ عقلوں کو فریفتہ کرتے اور مشکلوں کو آسان بناتے تھے۔ کینے کو دور کرتے اور شجاعت کو اُبھارتے اور بزدلوں کو جرأت دلاتے اور بندھے ہاتھوں کو کھولتے ناقص کو کامل بنا دیتے، بڑے بڑے ہوشیاروں کو خاموش کر دیتے تھے۔ ان میں سے بعض بدوی (دیہاتی) تو حسنی الفاظ اور قول فیصل کے مالک تھے۔ ان کا کلام محکم، طبیعت صنائع، اور قوتوں کو کھینچنے والے ہوتے تھے۔ اور ان میں سے بعض شہری تو ایسے تھے کہ جو اعلا بلاغت والے، عمدہ الفاظ والے، جامع کلمات والے، نرم طبیعت والے بلا تکلف تھوڑے کلام میں۔ بہت تصرف کرنے والے، جس کی خوبی عمدہ کلام موزوں ہوتا تھا۔ اور دونوں قسم کے لوگ (یعنی بدوی اور شہری) بلاغت میں حجۃ بالغہ، قوت عالیہ، کامیاب تر، وسیع اور واضح تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان کو اس میں شک نہ تھا کہ کلام ان کے مقصود کے موافق ہے۔ اور بلاغت ان کے تابع ہے۔ بلا شبہ اُنہوں نے بلاغت کے تمام فنون کو گھیر لیا تھا۔ اور اس کی خوبیوں کو نکال لیا

تھا۔ اور اُس کے ہر بابِ جس دروازہ سے چاہتے داخل ہو جاتے تھے۔ وہ بلاغت کی انتہائی درجہ پر پہنچنے کے سبب اس کے بلند اور اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے تھے۔ پس اُنہوں نے مشکل اور آسان میں کلام کیا۔ اور لاغر دبیلے (موٹے) میں جوہر دکھائے۔ قلت و کثرت میں مقالات کہے۔ نظم و نثر میں ڈول ڈالے۔ ان صفتوں کے مالک فصحاء و بلغاء عرب کو اگر عاجز کیا ہے اور) ان کو مرعوب کیا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب مجید لاکر ہی کیا ہے۔ جس پر نہ سامنے سے باطل ٹھہرے نہ پیچھے سے۔ وہ کتاب حکمت والے تعریف کیے ہوئے (اللہ تعالیٰ) کی اُتاری ہوئی ہے۔ اس کی آیتیں محکم، اس کے کلمات مفصل، اس کی بلاغت عقلوں کو متحیر کرنیوالی، اس کی فصاحت ہر بولنے والے پر غالب ہے۔ اسکا اختصار اور اعجاز کامیاب ہے۔ اُس کی حقیقت و مجاز واضح ہے۔ خوبصورتی میں اُس کے ابتدائی اور انتہائی کلمات متشابہ ہیں۔ اور اُس کے جامع و بدیع کلمات ہر بیان پر حاوی ہیں۔ باوجود اپنے اختصار کے نظم کی خوبی میں معتدل ہے۔ اور اپنے فوائد میں زیادتی کے باوجود اس کے الفاظ پسندیدگی کے عین مطابق ہیں۔ حالانکہ اہل عرب اس باب میں بڑی طاقت رکھتے تھے۔ اُن کے مرد خطاب میں بہت مشہور تھے۔ اور سجع شعر میں غریب الاستعمال الفاظ و لغت پر بڑے بولنے والے تھے۔ اور ان کی ان لغت میں جن کو وہ بولتے تھے۔ اور ان کے ان جھگڑوں میں جن میں وہ غالب آیا کرتے تھے۔ قرآن کریم ان کو ہر وقت چیلنج کرتا رہا، اور ان کے کانوں کو کھٹکھٹاتا رہا: اور ان کی پوری جماعت کو ۲۳ سال تک جھنجوڑتا

رہا۔ وہ چیلنج کرتا تھا۔ کہ

ام یقولون افتراہ قل فأتوا بسورۃ مثلہ وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین	کیا تم یہ کہتے ہو کہ یہ افتراء ہے۔ اے رسول تم یہ کہدو کہ اس جیسی ایک سورۃ ہی لے آؤ۔ جہانتک ہو سکے اللہ کے

سوا اوروں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ (پ۱۱ ع ۹)

اور فرماتا ہے۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ (الی قولہ) ولن تفعلوا (پ۱ ع ۲)	اگر تم اس کتاب میں جو ہم نے اپنے اپنے بندے پر اتاری ہے شک کرتے ہو تو اس جیسی ایک سورۃ ہی لے آؤ۔

(یہانتک کہ) تم ہرگز نہ کر سکو گے۔

قل لئن اجتمعت الجن والانس علی ان یأتوا بمثل ھذا القرآن	تم فرمادو اگر جن اور انسان دونوں اس پر جمع ہو جائیں کہ اس قرآن

جیسا لے آئیں تو .... الآیۃ (پ۱۵ ع ۹)

وقل فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات (پ۱۲ ع ۲) فرمادو دس سورتیں ہی اس جیسی بناؤٹی لے آؤ۔

یہ اس لئے کہ جھوٹ کا بنانا آسان ہوتا ہے۔ اور باطل بناؤٹی کو لے لینا اختیار کے زیادہ قریب ہے۔ اور لفظ جب صحیح معنی کے تابع ہوتا ہے۔ تو وہ بہت دشوار ہوتا ہے۔ اس لیئے کہ یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص ایسا لکھتا ہے۔ جیسا اسکو کہا جائے اور فلاں جیسا چاہتا ہے لکھتا ہے۔ لہذا پہلے شخص کے لیئے دوسرے پر فضیلت ہے درانحالیکہ دونوں منشاء میں ددری ہے۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم برابر تحدی کرکے خوب جھنجوڑتے رہے اور ان کو خوب جھڑکتے رہے۔ اور ان کی عقلوں کی سفاہت بتلاتے رہے۔ ان کے بلند بانگ دعاوی کے جھنڈوں کو اتارتے رہے۔ ان کے بڑوں کی شیخت کو ٹکڑے کرتے رہے۔ اور ان کے جھوٹے معبودوں اور ان کے آباء (کے کرتوتوں) کو برا بتاتے رہے۔ ان کی اراضی امصار اور اموال کو مباح بناتے رہے۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود وہ لوگ اس معاوضہ میں بھاگتے رہے۔ اور اس کی مماثلت سے اعراض کرتے رہے۔ اور اپنے آپ کو شور وشغب اور تکذیب اور افتراء پر برانگیختہ کرنے میں دھوکا دیتے رہے اور یہی کہتے رہے کہ۔

ان ھذا الا سحر یؤثر (پ۲۹ ع۱۰)	یہ جادو ہی ہے کہ نقل ہوتا چلا آیا
سحر مستمر (پ۲۷ ع۸)	یہ ہمیشہ کا جادو ہے۔
انکہ افتراہ (پ۱۸ ع۱۶)	یہ جھوٹ جو بنالیا ہے۔
اساطیر الاولین والمباھتۃ	یہ پہلوں کی کہانیں ہیں اور یہ بہتان ہے

اس قسم کی بہت اور ادنی باتوں سے وہ خوش ہوتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے یہ بھی کہا۔

قلوبنا غلف (پ۲۴ ع۱۰)	ہمارے دلوں پر پردے ہیں۔
وفی اکنۃ مما تدعونا الیہ (پ۲۴ ع۱۰)	وہ پردے میں ہے جسکو تم اسکی طرف ہم کو بلاتے ہو۔
وفی اذاننا وقر (پ۲۴ ع۱۰)	ہمارے کانوں میں ٹھینٹ ہے،
ومن بیننا وبینک حجاب (پ۲۴ ع۱۰)	ہمارے تمہارے درمیان پردہ ہے
لاتسمعوا لھذا القرآن (پ۲۴ ع۱۸)	اس قرآن کو نہ سنو۔

وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ (پ ۲۴ ع ۱۸) اس کے پڑھتے وقت خوب شور مچاؤ تاکہ تم غالب آجاؤ۔

باوجود وہ اسقدر عاجز ہوجانے کے وہ یہ ڈینگیں مارتے کہ ہم چاہتے تو ضرور اس کی مثل لے آتے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرمادیا تھا۔

وَلَنْ تَفْعَلُوْا (پ ۱ ع ۳) تم ہرگز نہ لا سکو گے۔

سو وہ اُس کے لانے پر قادر نہ ہوسکے اور ان کے جس بے وقوف نے معارضہ کیا جیسے مسیلمہ کذاب تو اس کا عیب ان سب کے سامنے کھل گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فصاحت کلام کی صفت کو سلب کر لیا۔ ورنہ عقلمندوں پر یہ مخفی نہیں کہ قرآن ان کی فصاحت کے طرز کا نہیں ہے۔ اور نہ ان کی بلاغت کی جنس سے ہے بلکہ وہ اس سے پشت دیکر بھاگے۔ اور فرمانبردار بن کے آئے کچھ ہدایت یافتہ ہوکر کچھ فریفتہ بنکر۔

اسی وجہ سے جب ولید بن مغیرہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ کہ

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ | بیشک اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔ (پ ۱۴ ع ۱۹)

اُس نے کہا کہ خدا کی قسم اسمیں حلاوت (مٹھاس) ہے یقیناً اس میں رونق ہے۔ بیشک اس کے نیچے گہرا پانی ہے۔ اور اس کے اوپر کا حصہ پھلدار ہے۔ اسکو انسان نہیں کہہ سکتا۔

ابو عبیدہ ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایک دیہاتی نے ایک مرد سے سنا کہ وہ پڑھتا تھا۔

فاصدع بما تؤمر (پ ۱۴ ع ۶) یعنی حکم کو کھلا کھلا سنائیں تو اُس نے سجدہ کیا۔ اور کہا میں اسکی فصاحت پر سجدہ کرتا ہوں۔ دوسرے مرد سے سُنا کہ وہ پڑھتا تھا۔

فلما استیئسوا منه خلصوا نجیا (پ ۱۳ ع ۳) جب وہ اس سے مایوس ہو جاتے ہیں تو اُس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اُس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مخلوق اس کلام کی مثل لانے پر قادر نہیں۔

مروی ہے۔ کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے۔ اتفاقاً آپ نے دیکھا ایک شخص آپ کے سر پر کھڑا کلمۂ شہادت پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔ اُس نے بتایا کہ میں روم کے رئیسوں میں سے ہوں اور عرب وغیرہ کے کلام کی خوبیوں کو جانتا ہوں۔ میں نے مسلمان قیدیوں میں سے ایک شخص سے سُنا کہ وہ قرآن کی ایک آیت تلاوت کر رہا تھا۔ میں نے اُس پر خوب غور کیا۔ تو میں نے اس میں وہ باتیں جمع پائیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دنیا و آخرت کے حالات میں نازل ہوئی تھیں۔ وہ یہ فرمان ہے۔

ومن یطع اللّٰہ ورسولہ ویخش اللّٰہ ویتقہ (پ ۱۸ ع ۱۳) | جو اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اور اللہ سے ڈرے اور بچے الخ

اصمعی سے مروی ہے کہ میں نے ایک باندی کا کلام سنا۔ اور اس سے کہا۔ کہ اللہ تجھے ہلاک کرے کیسا تیرا فصیح کلام ہے۔ اُس نے کہا ہاں لیکن اللہ تعالیٰ کے اس کلام کی فصاحت کے بعد اسکو شمار کیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ | ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ

اسکو دودھ پلاؤ۔

اس ایک ہی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو امر، دو نہی، دو خبریں اور دو بشارتیں جمع فرمادیں۔

اعجاز قرآن میں یہ قسم اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ کسی غیر کی طرف یہ منسوب نہیں۔ دو قولوں میں یہ قول محقق و اصح ہے۔ اور یہ کہ قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہے۔ اور یہ کہ آپ لائے ہیں۔ بداہتہً معلوم ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے تحدی فرمانا بھی صریحًا معلوم ہے۔ اور اہل عرب کا اس کی مثل لانے سے عاجز ہونا بھی بدیہی بات ہے۔ اور اُس کی فصاحت و خارق عادت کے درجہ پر ہونا...... سو یہ بھی فصحاء اور اقسام بلاغت کے جاننے والوں پر یقینًا معلوم ہے۔ اور جو لوگ فصیح و بلیغ نہیں ہیں۔ ان کو اتنا جاننا کافی ہے۔ کہ فصیح و بلیغ منکرین رب کے معاوضہ سے عاجز رہے ہیں۔ اور افتراء کرنے والے بھی اس کے معجزانہ بلاغت کے معترف رہے ہیں۔ اور جب تم ان آیتوں میں اچھی طرح غور کروگے۔ کہ

ولکم فی القصاص حیوۃ (پ۲ ع۶) | قصاص میں تمہارے لیئے زندگی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ۔

ولو تری اذ فزعوا فلا فوت و اُخذوا من مکان قریب (پ۲۲ ع۱۴) | اور اگر تو دیکھے کہ جب وہ گبھراہٹ میں ڈالے جائیں گے۔ پھر بچکر نہ نکل سکیں گے۔ اور ایک قریب جگہ سے پکڑ لیئے جائیں گے۔

ادفع بالتی ھی احسن (پ۲۴ ع ۱۹) برائی کو بھلائی سے دور کیجئے

فاذا الذی بینک وبینہٗ عداوۃٌ | جب وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی

كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (پ۲۴ ع ۱۹) — ابھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست

وَقِیْلَ یٰاَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَكِ وَیٰسَمَاءُ اَقْلِعِیْ الآیۃ (پ۱۲ ع ۴) — اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے۔ اور اے آسمان تھم جا۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِ حَاصِبًا الآیۃ (پ۲۰ ع ۱۶) — تو ان میں ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ پہ پکڑا۔ تو ان میں ہم نے کسی پر پتھراؤ بھیجا۔

اس کی مثل دوسری آیتیں ہیں۔ بلکہ قرآن کا بیشتر حصہ وہ ہے۔ جب تم اس پر غور کرو گے تو تم پر ثابت ہو جائیگا۔ جو ہیں نے اُس کے لفظوں کے اختصار، اس کے معانی کی زیادتی۔ اس کے عبارت کی خوبی، اُس کے حروف کی ترکیب ہیں حسن اور ان کے کلمات کا باہم اتصال کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔ بلاشبہ قرآن کریم کے ہر لفظ کے تحت بکثرت جملے۔ متعدد فصلیں اور ان علوم کا ذخیرہ ہے۔ جن میں سے چند باتیں استعارۃً کرکے دفتر کے دفتر بھر چکے ہیں۔ اور اس کے مستنبطات میں تو بکثرت مقالے ہیں۔

پھر قرآن کریم طویل قصوں اور گزشتوں زمانوں کی ان خبروں کے بیان کرنے ہیں جن میں فصحاء کی عادت ہیں وہ کلام ضعف اور کمزور ہو جایا کرتا ہے۔ اور بیان کی لذت جاتی رہتی ہے۔ ان کو اس خوبی سے ذکر کرتا ہے کہ وہ غور کرنے والے کے لیئے ایک معجزہ ہے۔ کہ کس طرح کلام آپس میں مربوط ہے۔ اور کس طرح لڑی سے لڑی ملی ہوئی ہے۔ اور وجوہ بلاغت ہیں وہ کس طرح قائم ہے۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ باوجود طویل ہونے

گئے۔ پھر جب وہ قصے بار بار آتے ہیں۔ تو باوجود مکرر ہونے کے انکی عبارتیں مختلف ہیں۔ یہانتک کہ ہر ایک قریب ہوتا ہے۔ کہ بیان کی حلاوت میں اپنے ساتھی کو بھلا دے۔ اور حسن میں اُس کے مقابل چہرے سے عمدہ جانے۔ اور ان قصوں کے بار بار آنے سے طبیعتوں میں نفرت پیدا نہیں ہوتی۔ اور مکرر عبارتوں سے صرف نظر نہیں کرتا۔

فصل چہارم

قرآن کریم معجزہ ہونے کی دوسری وجہ اس کے نظم کی عجیب شکل اور وہ عزیب اسلوب ہے۔ (طرز) جو کلام عرب کے اسلوب اور ان کے نظم ونثر کے وہ طریقے جن پر یہ قرآن ہے اُن کے خلاف ہے ہر آیت کے آخر میں وقفہ ہے۔ جہاں کلمات کے وصل کی انتہا ہے۔ اُس کی نظیر نہ اُس سے پہلے پائی جاتی ہے نہ بعد کو۔ اور نہ کسی کو اس کی طاقت ہے۔ کہ وہ اس کے کسی حصہ کی مماثلت کر سکے۔ بلکہ اس میں اُن کی عقلیں متحیر ہیں۔ اس کے نزدیکی (کے وہم سے) ان کی عقلیں مدہوش ہیں۔ اور اس کی مثل کی طرف اپنے ہم جنس کلام میں خواہ وہ نثر ہو یا نظم۔ سجع ہو یا رجز، شعر کو راہ نہیں پاتے۔ جب ولید بن مغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا۔ اور آپ نے اس پر قرآن کی تلاوت فرمائی تو وہ نرم دل ہو گیا۔ تب اُس کے پاس ابوجہل انکار کرتا ہوا آیا اس سے اُس نے کہا خدا کی قسم تم میں سے کوئی بھی شعروں میں مجھ سے بڑھ کر عالم نہیں خدا کی قسم جو کچھ وہ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں۔ شعروں کے مشابہ نہیں۔

ولید کی دوسری حکایت میں یہ ہے۔ کہ جب ولید نے موسم (حج) کے وقت قریش کو جمع کیا۔ تو کہا کہ عرب کے لوگ آئے ہیں تم سب کسی ایک بات پر اتفاق رائے کرلو۔ تاکہ کوئی ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرے۔ تو سب نے کہا۔ کہ ہم کاہن کہینگے۔ اُس نے کہا خدا کی قسم وہ کاہن نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اس میں کہانت کی باتیں ہیں۔ (رمز) نہ ان کا انداز (سجع)۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم دیوانہ کہینگے۔ اُس نے کہا کہ وہ دیوانہ بھی نہیں۔ کیونکہ نہ انکو جن نے پکڑا اور نہ اُس نے وسوسہ میں ڈالا۔ اُنہوں نے کہا تو پھر شاعر کہدینگے۔ اُس نے کہا وہ شاعر بھی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میں شعر کی قسموں کو خوب جانتا ہوں خواہ وہ رجز ہو ہزج۔ اس کا حسن وقبح اس کا بسط وقبض جانتا ہوں۔ وہ شاعر تو ہو ہی نہیں سکتے۔ اُنہوں نے کہا پھر تو ساحر (جادوگر) کہہ دیں گے۔ اس نے کہا وہ ساحر بھی نہیں کیونکہ نہ وہاں جھاڑپھونک ہے اور نہ گرہ لگانا۔ اُنہوں نے کہا بتاؤ پھر کیا کہیں۔ اُس نے کہا اس میں سے تم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ سب باطل ہے ان باتوں میں قریب سے قریب یہ بات ہو سکتی ہے۔ کہ وہ ساحر ہوں۔ کیونکہ جادو مرد اور اُس کے بیٹے ابھائی، بیوی، اور قرابت داروں کے درمیان جدائی کر دیتا ہے۔ پھر وہ جدا جدا ہو کر اپنی اپنی راہ لی اور لوگوں کو ڈرانے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ولید کے بارے میں یہ آیت اُتاری۔

ذرنی ومن خَلقتُ وحیداً الآیات (پ ۲۹ ع ۱۰)	یعنی مجھے اور اُس کو جسکو میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔ چھوڑ دو۔

عقبہ بن ربیعہ نے جب قرآن کریم سُنا تو اُس نے کہا اے میری قوم! تم جانتے ہو کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑی جسکو جانا اور پڑھا ہو خدا کی قسم میں نے وہ کلام سُنا ہے۔ خدا کی قسم اس جیسا میں نے کبھی نہ سُنا نہ تو وہ شعر ہے نہ سحر وکہانت۔ نضر بن حارث نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔

حضرت ابوذر کے اسلام لانے کی حدیث میں ہے۔ کہ اُنہوں نے اپنے بھائی اُنیس کی تعریف کی اور کہا کہ خدا کی قسم اپنے بھائی اُنیس سے بڑھکر کسی شاعر کو نہ سُنا۔ اُس نے جہالت کے زمانہ میں بارہ شاعروں سے مقابلہ کیا ہے۔ اور میں ان میں کا ایک ہوں۔ وہ مکہ گیا اور ابوذر کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لایا۔ میں نے کہا لوگ کیا کہتے ہیں۔ اُس نے کہا لوگ شاعر، کاہن اور ساحر کہتے ہیں۔ بیشک میں نے کہانت کی باتیں سُنی ہیں۔ ان میں وہ باتیں نہیں ہیں۔ اور میں نے ان کے فرمان کو شعر کی اقسام کے مقابل کیا تو وہ اُس کے مناسب بھی نہیں۔ میرے بعد کسی کی زبان پر نہ آئے گا کہ وہ شاعر ہیں بلاشبہ وہ یقیناً سچے ہیں۔ اور وہ سب جھوٹے۔ اس بارے میں بکثرت احادیث صحیحہ مروی ہیں۔

اور قرآن کا معجزہ ہونا دونوں قسموں پر ہے۔ بذاتہٖ اعجاز و بلاغت اور بذاتہٖ اسلوب غریبہ۔ ان دونوں میں سے ہر ایک حقیقتہً ایک قسم کا معجزہ ہے۔ اہل عرب اس کے کسی ایک قسم پر بھی مماثل لانے پر قادر نہیں ہو سکے۔ کیونکہ ہر ایک قسم ان کی قدرت سے خارج ہے۔ اور ان کی فصاحت و کلام سے مبائن ہے۔

اور اسی طرف چند محققین اور بعض بزرگ گئے ہیں۔ کہ قرآن کریم

اپنے بلاغت واسلوب کے مجموعہ میں معجزہ ہے۔ اس سلسلہ میں وہ ایسی باتیں کرتے ہیں جو گوش گراں اور قلب بیزار ہیں۔ حالانکہ صحیح وہی بات ہے۔ جو ہم نے پہلے بیان کیا۔ اور ان سب کا علم ضروری اور قطعی ہے۔ جو شخص فنونِ علوم بلاغت سے واقف ہے۔ اور اس صفت کے ادب نے اس کے دل اور زبان کو تیز کر دیا ہے۔ اس پر جو ہم نے کہا ہے مخفی نہیں ہے۔

آئمہ اہل سنت رحمہم اللہ ان کے عجز کے وجوہات میں مختلف ہیں۔ ان میں سے بیشتر تو یہ فرماتے ہیں۔ کہ ان کے عجز کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں جو لطیف معانی، چنیدہ الفاظ، حسن نظم، اور اس کا اختصار لاجواب ترکیب و اسلوب جمع کئے گئے ہیں وہ کسی بشر کی طاقت میں نہیں ہے۔ اور یہ ان خوارق میں سے ہے جن پر مخلوق کی قدرت محال ہے۔ مثلاً مردوں کا زندہ کرنا۔ اور عصا کو بدل کر اژدھا بنانا، کنکریوں کی تسبیح کرنا وغیرہ۔

اور شیخ ابو الحسن رحمہ اللہ اس طرف گئے ہیں۔ کہ قرآن کریم ان معجزات ناممکنہ میں سے ہے۔ کہ اس کا ہم مثل لانا کسی بشر کی قدرت واختیار کے تحت داخل ہو۔ سوائے اس کے کہ اس پر اللہ تعالیٰ ان کو قدرت دے، لیکن یہ بات نہ پہلے ہوئی اور نہ آئندہ، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اسکو محال کر کے ان کو اس سے عاجز کر دیا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت اسی کی قائل ہے۔

بہر حال دونوں طریقوں سے اہل عرب کا عاجز ہونا ثابت ہو چکا اور ان پر حجت قائم ہو چکی ہے کہ جو مقدور بشر میں صحیح ہے اور ان

سے معارضہ کرنا کہ اس جیسا لاؤ قطعی ہے۔ اور ان کو عاجز کرنے کا عمدہ طریقہ ہے۔ اور ان کو تنبیہ کرنے کا بہترین اسلوب۔ اور اس طرح پر حجت قائم کرنا۔ کہ ان جیسا کوئی انسان ایسی شئ لائے کہ انسان کی قدرت میں نہ ہو لازمی ہے۔ یہ کھلا ہوا نشان اور دلیل قاطع ہے۔ بہرحال انہوں نے اس بارنے میں کوئی کلام نہیں کیا۔ بلکہ جلاوطنی اور قتل پر صبر کیا۔ اور ذلت وحقارت کے پیالوں سے انہوں نے گھونٹ بھرا (یعنی جزیہ وغیرہ دینا گوارہ کیا) حالانکہ وہ لوگ ایسی اونچی ناک والے مغرور تھے۔ کہ باختیار خود اسکو نہ گوارہ کر سکتے تھے۔ اور لاچاری کے سوا نہ اس سے وہ راضی ہو سکتے تھے۔ ورنہ اگر اس پر معارضہ کرنا ان کی قدرت میں ہوتا۔ تو اس (ذلت وحقارت اور جلاوطنی وغیرہ) پر معارضہ کرنے میں مشغول ہونا اُن کو آسان تھا۔ اور کامیابی کے ساتھ قطع عذر اور اپنے مخالف کو خاموش کرانے میں ان کو بہت جلدی ہوتی۔ حالانکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جن کو کلام پر قدرت تھی۔ اور وہ کلام کی معرفت میں سب کے پیشوا تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک اس بات کا کوشاں تھا کہ وہ قرآن کے ظہور کو خفا میں اور اس کے نور کو بجھانے میں اپنا سارا سرمایہ خرچ کردے۔ لیکن اس بارے میں انہوں نے اپنے موتھ کی پیٹیوں (الفاظ) سے سینہ کا چھپا راز ظاہر نہ کیا۔ اور اپنے میٹھے چشموں سے باوجود مدت دراز، کثرت تعداد، باپ بیٹوں کی باہمی کوشش سے تھوڑا سا قطرہ بھی نہ لائے۔ بلکہ وہ سب ناامید ہو گئے۔ پس وہ مایوس کئے گئے۔ اور انہیں روکدیا گیا۔ تو اس سے تھک گئے۔ یہ قرآن کے اعجاز کی ۲ دو قسمیں ہیں۔

فصل پنجم

قرآن کریم کا تیسری وجہ اعجاز یہ ہے کہ وہ ان غیبی خبروں پر مشتمل ہے جو ابھی نہ ہوئے اور نہ ان کا وقوع ہوا۔ اور جتنے ہو چکیں ہیں وہ ویسے ہی ہوئے۔ جیسے قرآن نے خبر دی تھی۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے

کہ لتدخلن المسجد الحرام إن شاء اللہ امنین الآیۃ (پ ۲۶ ع ۱۲) انشاء اللہ تم مسجد الحرام میں امن کیساتھ ضرور داخل ہو گے۔ اور فرماتا ہے

وھم من بعد غلبھم سیغلبون الآیۃ (پ ۲۱ ع ۴) اور وہ اپنی فعلوں کے بعد عنقریب غالب ہوں گے۔ اور فرماتا ہے۔

لیظھرہٗ علی الدین کلہ الآیۃ (پ ۲۶ ع ۱۲) کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ اور فرماتا ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملو الصلحت لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ (پ ۱۸ ع ۱۳) اور اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا۔ فرماتا ہے۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح (الی اخر السورۃ) (پ ۳۰ ع ۳۵) جب اللہ کی مدد اور فتح آئے۔.........

یہ تمام کے تمام غیبی خبریں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ چند سالوں میں روم، فارس پر غلبہ حاصل کرے گا۔ اور فوج در فوج لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا۔ تو اسلام اس وقت تک تمام بلاد عرب میں داخل نہیں ہوا

تھا۔ مسلمانوں کی خلافت میں اسلام پہنچا اور اُن کے زمانہ میں ان کے دین پر غلبہ حاصل ہوا۔ اور مشرق و مغرب کے کناروں تک اُن کی خلافت ہوئی۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے لیئے زمین سکیڑ دی گئی۔ میں اُس کے مشرق و مغارب کو دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب میری اُمت کو وہ ملیں گی۔ جتنی میرے پیش نظر ہے۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون | ہم نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اُسکی حفاظت فرمانے والے ہیں۔ (پ۱۴ ع ۱)

پس یہ قرآن ایسا ہے کہ کوئی اُس کے قریب تک نہیں جا سکتا کہ اس میں کسی قسم کا تغیر کر سکے۔ اور کوئی ملحد و گمراہ اس کے محکمات کو بدل سکے۔ خصوصاً قرامطہ (کے ملاحدہ و معطلہ وغیرہ) کہ ان کے تمام مکر، دھوکے کی رسیاں اور اُن کی طاقتیں آجتک یعنی پانچ سو سال تک (جو کتاب الشفاء کی تصنیف کا وقت ہے) رائیگاں گئیں۔ اور اُس کے نور کو تھوڑا سا بھی بجھانے پر قادر نہ ہوئے اور نہ اُس کے کلام میں ادنیٰ سا تغیر کر سکے اور نہ اُس کے حروف میں سے ایک حرف سے بھی مسلمانوں کو شک و شبہ میں ڈال سکے۔ والحمد للہ اور انہیں غیبی خبروں میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سیھزم الجمع ویولون الدبر | عنقریب ان کی جماعت ہزیمت کھائے گی اور پیٹ پھیر کر بھاگیں گے۔ الآیۃ (پ۲۷ ع ۱۰)

اور فرماتا ہے۔ قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم الآیۃ (پ۱۰ ع ۸) ان سے جہاد کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں کی سزا دیتا ہے۔

اور فرماتا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الآیۃ (پ۲۶ ع ۱۲) اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔

لن یضروا کم الا اذیً وان یقاتلو کم الآیۃ (پ۴ ع ۳)	یہ ہرگز سوائے اذیت دینے کے ضرر نہ پہنچا سکیں گے اور اگر تم ان سے جہاد کرو۔

یہ سب کچھ واقعات اسی طرح ہوئے۔

اور انہیں امور غیبیہ میں سے یہ بھی ہے۔ کہ منافقوں کے بھید اور یہودیوں کی باتیں اور ان کی جھوٹی قسموں کا اظہار اور ان کو جھڑکنا وغیرہ جیسا کہ فرماتا ہے۔

ویقولون فی انفسھم لولا یعذبنا اللہ بما نقول الآیۃ (پ۲۸ ع ۲)	وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر جو کچھ ہم کہتے ہیں کیوں عذاب

نہیں دیتا۔ اور اس کا فرمان کہ

یخفون فی انفسھم مالا یبدون لک (پ۴ ع ۷)	وہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں۔ وہ باتیں آپ پر ظاہر نہیں کرتے۔

اور فرماتا ہے۔ من الذین ھادوا سماعون للکذب الآیۃ (پ۶ ع ۱۰) بعض یہودی جھوٹی چغلی کرتے ہیں۔ اور فرماتا ہے۔

یحرفون الکلم عن مواضعہ (الی فی الدین) (پ۶ ع ۱۰)	بعض یہودی کلمات کو اپنے مواقع سے بدل دیتے ہیں۔........

اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کو جو مقدر کیا تھا۔ اور مسلمانوں کا اعتقاد تھا یوم بدر ظاہر کرتے ہوئے فرمایا

واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم الآیۃ (پ۹ ع ۱۰)	یاد کرو جب اللہ تعالیٰ کا دو گروہوں میں سے ایک سے تم سے وعدہ تھا کہ وہ تمہارے لئے ہوگا۔ اور تم دوست رکھتے تھے کہ

غیر شوکت والا گروہ تمہارے لیئے ہو۔

اور اسی امور غیبیہ کے اظہار میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ۔ انا کفیناك المستھزئین (پ ۱۴ ع ۶) بیشک ہم تم کو ہنسنے والوں پر کفایت کر دیں گے۔ (اُسکو ہلاک کر دیں گے)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بشارت دی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے محفوظ کر دیا۔ اور یہ ہنسنے والے مکہ میں چند لوگ تھے۔ کہ لوگوں کو آپ سے نفرت دلاتے تھے۔ اور آپ کو ایذائیں دیتے تھے۔ پس ہلاک کر دیئے گئے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللہ یعصمك من الناس (پ ۶ ع ۱۴) اور اللہ آپکو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ پس یہ ایسا ہی ہوا۔ باوجودیکہ آپ کو بہت سے لوگوں نے ضرور پہنچانے اور آپ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس بارے میں معروف احادیث صحیحہ مروی ہیں۔

فصل ششم

قرآن کے معجزہ ہونیکی چوتھی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں قرآن ماضیہ، امم سابقہ، شرائع نافذہ قدیمہ سے ان باتوں کی غیبی خبریں دی ہیں۔ جنکو سوائے اہل کتاب کے ایک عالم کے جس نے اپنی عمر کو اس کے سیکھنے پر صرف کر دی تھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بالکل واقع کے مطابق ایسا بیان فرما دیتے تھے۔ کہ وہ عالم آپ کی تصدیق کرتا۔ اور اس کو صحیح مانتا تھا۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتا تھا۔ جتنا آپ بیان فرما دیتے تھے۔

لوگ یہ خوب جانتے تھے۔ کہ آپ امی ہیں۔ آپ نے کہیں لکھنا پڑھنا بظاہر سیکھا نہ تھا۔ اور نہ کسی مدرسہ میں بیٹھے اور نہ کسی اہل علم کی مجلس میں رہے۔ اور نہ ان سے کسی وقت اجھل رہے۔ اور نہ ان میں سے کوئی آپ کے حال سے ناواقف تھا۔ اور اکثر اہل کتاب ہی آپ سے پہلوں کے متعلق سوالات کرتے رہتے تھے۔ اس پر آپ پر قرآن نازل ہوتا۔ اور آپ اس کو پڑھکر سناتے۔ جیسے وہ قصص جو انبیاء علیہم السلام اور اُن کی قوم کے بارے میں ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہم السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی۔ اصحاب کہف، حضرت ذوالقرنین، حضرت لقمان اور ان کے بیٹے اور اس کے مثل دیگر اخبار غیبیہ ہیں۔ بدء خلق کی خبریں، اور جو کچھ تورات وانجیل اور زبور اور حضرت ابراہیم وموسی علیہم السلام کے صحیفوں میں ہے، ذکر فرماتے جن کی علماء تصدیق کرتے تھے۔ اور جو کچھ قرآن میں مذکور ہے۔ اسکو جھٹلانے کی ان میں قدرت نہ تھی۔ بلکہ وہ انہیں یقینی جانتے تھے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہوئے کہ اُنہیں سابقہ علم کی بنا پر ایمان کی توفیق ہو گئی۔ اور کچھ بدبخت دشمن اور حاسد بن گئے۔ باوجود اُس کے ہر ایک یہودی ونصرانی آپ کی عداوت میں سخت اور آپ کی تکذیب میں حریص تھے۔ اور آپ ان پر ان کی ہی کتابوں کے اقوال واحکام سے حجت کر کے ان کی سرزنش فرماتے۔ اور جو ان کی کتابوں میں ہیں اُسکو بیان فرماتے۔ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے سوالات کر کے انبیاء علیہم السلام کی غیبی خبروں اور ان کے علوم کے بھیدوں اور ان کی سیرت پاک کی خصلتوں اور امانتوں کے بارے

ہیں آپ کو رنج میں ڈالتے تھے۔ آپ ان کو انکی شریعتوں کے چھپے ہوئے احکام اور ان کی کتابوں کے مضامین سے آگاہ فرماتے۔ مثلاً ان کا سوال روح، حضرت ذوالقرنین، اصحاب کہف، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حکم رجم اور وہ چیزیں جو حضرت اسرائیل، حضرت اسحاق علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام فرمائیں اور وہ جانور جو بنی اسرائیل پر حرام کی گئیں۔ اور وہ پاک چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں۔ مگر بغاوت و سرکشی کی وجہ سے اُن پر حرام کر دی گئیں۔ ان سب کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان

ذالک مثلھم فی التورٰیۃ و مثلھم فی الانجیل (پ ۲۶ ع ۱۲) | یہ ان کی مثال توریت میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے۔

اور ان کی وہ باتیں جو قرآن میں نازل ہوئیں (سوال کرتے رہتے) آپ نے ان کا جواب دیا اور ان کو باتیں بتلا دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی۔ اس بارے میں کسی ایک نے بھی اس کا نہ انکار کیا اور نہ اُسکو جھٹلایا۔ بلکہ ان کے اکثر لوگوں نے آپ کے نبوت کے صحت کی تصریح کی اور آپ کے ارشادات کو سچ مانا اور آپ کے ساتھ دشمنی و حسد کا اعتراف کیا۔ جیسے نجران والے، ابن صوریا اور اخطب کے دونوں بیٹوں اور ان کے سوا دوسرے ہیں۔ اور جس نے اس میں بہتان طرازی کی اور یہ دعوی کیا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس کے بر خلاف ہے۔ جو آپ بیان کرتے ہیں۔ تو اسکو اپنی دلیل کے ثابت کرنے کی طرف بلایا اور اپنے دعوی کی وضاحت کو کہا گیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا۔ اے محبوب

آپ ان سے فرمادیں کہ توریت لاؤ اور اسکو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ ظالمو تک) پھر ان کی سرزنش و توبیخ فرمائی اور ممکن غیر ممتنع چیز کے لانیکی طرف بلایا۔ ان میں سے کچھ تو اپنے دانستہ انکار کے معترف ہوئے اور کچھ بے شرم ہو کر اپنی رسوائی کی وجہ سے اپنی کتاب پر ہاتھ رکھنے لگے اور یہ کسی سے بھی منقول نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف کسی نے اپنی کتاب سے ظاہر کرکے دکھلایا ہو۔ اور نہ صحیح کو ظاہر کیا۔ اور نہ اپنی کتابوں سے ضعیف کو بتایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یا اھل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما کنتم تخفون من الکتاب و یعفوا عن کثیر (الآتیین) (پ ۶ ع ۷)

اے اہل کتاب بیشک تمہارے پاس ہمارا ایسا رسول آیا جو تم کو بہت سی وہ باتیں کتاب کی بتاتا ہے جنکو تم چھپاتے تھے۔ اور اکثر سے درگزر کرتے تھے۔

فصل ہفتم

قرآن کریم کے معجزے کی یہ چار قسمیں ظاہر ہیں۔ ان میں نہ کسی کا نزاع ہے۔ اور نہ شک۔ معجزے کے ان وجوہات مبینہ کے سوا وہ آیتیں بھی ہیں۔ جو کسی قوم کی تعجیز کے لیئے ان کے کسی معاملہ میں وارد ہیں۔ اور ان کو اسکی خبر دیدی گئی کہ وہ ہرگز نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے کرنے پر قادر نہ ہوئے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے لئے فرمایا۔

قل ان کانت لکم الدار الاخرۃ عند اللہ خالصۃ (پ ۱ ع ۱۱)

تم فرمادو اگر دار آخرت اللہ کے نزدیک تمہارے لئے خالص ہے تو...

ابو اسحق زجاج نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ یہ آیت ان پر بڑی حجت ہے۔ اور رسالت کی صحت پر روشن دلیل ہے۔ فرمایا فتمنوا الموت تم موت کی آرزو کرو۔ اس نے اُن کو خبردار کر دیا کہ وہ ہرگز کبھی بھی موت کی آرزو نہ کریں گے۔ تو ان میں سے کسی نے بھی موت کی تمنا نہ کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ قسم اُس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اگر اُس کی تمنا کریں تو اُس کے گلے میں تھوک اٹکے گا یعنی اُسی وقت مر جائیگا۔ پس اللہ تعالیٰ نے موت کی تمنا سے باز رکھا۔ اور ان کے دلوں میں خوف ڈال دیا۔ تاکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور آپ پر جو وحی آتی ہے۔ اُس کی صحت ظاہر ہو جائے اس لئے ان میں سے کسی نے اس کی تمنا نہ کی۔ باوجودیکہ وہ آپ کے جھٹلانے میں بہت حریص تھے۔ اگر وہ اُسکی قدرت رکھتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے۔ جس کا ارادہ فرمائے پس اُس کے ساتھ اس کا معجزہ ظاہر ہُوا۔ اور اُسکی حجت واضح ہو گئی۔

ابو محمد اصیل فرماتے ہیں کہ ان کا یعنی یہودیوں کا عجیب معاملہ یہ ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم دیا۔ تو ان میں سے کوئی گروہ یا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ پایا گیا جو آپ کے سامنے آتا۔ اور جواب دیتا۔ اور جو شخص آج بھی اس کے امتحان کرنے کا ارادہ رکھے تو یہ حکم آج بھی موجود سامنے ہے۔ اسی طرح اس معنی میں آیت مباہلہ ہے۔ جبکہ آپ کے پاس نجران کے پادری آئے

اور اُنہوں نے اسلام کا انکار کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر آیت مباہلہ نازل فرمائی۔ اور فرمایا فمن حاجك الآیة (پ۳ ع ۱۴) پس جو آپ سے حجت کرے تو .... تو وہ اس سے باز رہے۔ اور جزیہ دینے کی ذلت پر راضی ہوگئے۔ اس کا واقعہ یوں ہوا۔ کہ عاقب جو ان پادریوں کا سردار تھا۔ اُس نے اُن سے کہا تم یقیناً جانتے ہو کہ بیشک یہ نبی ہیں۔ اور یہ کہ جب بھی کسی نبی نے کسی قوم سے مباہلہ کیا۔ تو ان کا نہ بڑھا رہا۔ اور نہ چھوٹا۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا (الی قولہ) فان لم تفعلوا و لن تفعلوا الآیة (پ۱ ع ۳) اگر تم اس میں شک کرو جو ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمایا ہے۔ تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ۔ اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہ کر سکو گے ....

اس میں انکو خبر دیدی کہ وہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ آیت اگرچہ اخبار عن الغیب کے باب سے بھی ہے لیکن اس میں بھی عاجز کرنا پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے موجود ہے۔

فصل ہشتم

قرآن کریم کے وجوہات اعجاز میں وہ رعب و قوت ہے جو اُس کے سننے سے دلوں کو اور اُس کے سنانے سے کانوں کو لاحق ہوتا ہے۔ اور وہ ہیبت ہے۔ جو اُسکی تلاوت کے وقت اس کے جاہ و جلال سے دلوں کو پیش آتی ہے۔ یہ حالت اُس کے جھٹلانے والوں پر بہت بڑی تھی یہانتک کہ وہ اس کے سننے کو بھاری سمجھتے اور اُس کی نفرت کو زیادہ

کرتی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور ان کا اس کے پڑھنے کو نہ پسند کرتے ہو۔ یہ اُن کی طبعی گرانی کیوجہ سے تھا۔ اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص پر قرآن سخت اور مشکل ہے۔ جو اس سے بیزاری کرے۔ کیونکہ وہ حاکم ہے۔ (یعنی حق و باطل میں تمیز کر دیتا ہے) لیکن مسلمان تو ہمیشہ اُسکی تلاوت کرتے رہنے کی وجہ سے اس کے ہیبت و خوف کی تصدیق کرتے رہتے ہیں، اور اسکو ہنسی خوشی اور میلان طبع کیساتھ تلاوت کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تقشعر منه جلود الذین یخشون ربهم ثم تلین جلودهم وقلوبهم الی ذکر الله (پ ۲۳ ع ۱۷)	جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس سے ان کے بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور

دل ذکر الٰہی سے نرم پڑ جاتے ہیں۔ اور فرمایا۔

لو انزلنا هذا القرآن علی جبل الآیة (پ ۲۸ ع ۶) اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر اتارتے تو.......

اور یہ دلیل اُس امر پر کہ یہ قوت قرآن کریم کے ساتھ خاص ہے یہ ہے کہ جو شخص نہ اس کے معانی جانتا ہے۔ اور نہ اُسکی تفسیر اسکو بھی رقت طاری ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ایک نصرانی سے مروی ہے کہ وہ ایک قاری کے پاس گزرا اور وہ ٹھیر گیا وہ روتا تھا۔ اس سے پوچھا گیا۔ کس نے تجھ کو رلایا۔ اس نے کہا کہ اُسکی خوشی اور اس کے نظم نے اور یہی وہ قوت ہے جس کا ایک جماعت نے قبل اسلام اور بعد اسلام اعتراف کیا ہے۔ پس ان میں سے کچھ تو ابتداء وہلہ ہی اسلام لاکر اس پر ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں نے کفر کیا۔

صحیح روایت میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سورۂ طور کو سنا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے۔

ام خلقوا من غیر شیئ ام ھم الخالقون (الی قولہ) المصیطرون الآیۃ (پ ۲۷ ع ۴)	کیا وہ کسی اصل سے نہ بنائے گئے یا وہی بنانے والے ہیں۔۔۔۔ ....

تو قریب تھا کہ میرا دل اسلام کیطرف اُڑ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ یہ پہلی بات تھی کہ اسلام کی عزت میرے دل میں بیٹھی۔

عقبہ بن ربیعہ سے مروی ہے کہ اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آپ لائے ہیں۔ اپنی قوم کے اختلاف کے بارے میں بات کی۔ تو آپ نے ان پر یہ تلاوت فرمایا۔ حٰمٓ فُصِّلَتْ (الی قولہ) صاعقۃ عادٍ وثمود (پ ۲۴ ع ۱۵-۱۶)

تو عقبہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موبنہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اپنے قرابت داری کی قسم دلاتے ہوئے کہا کہ بس کیجئے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ رہے تھے اور عقبہ اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھے سن رہا تھا۔ یہانتک کہ آپ آیت سجدہ تک پہنچے اور آپ نے سجدہ کیا۔ اور عقبہ کھڑا ہوا اور نہیں جانتا تھا۔ کہ کدھر لوٹے یا اس کا جواب دے۔ وہ اپنے گھر گیا۔ اور اپنی قوم کی طرف نہیں گیا۔ یہانتک وہ لوگ آئے اس نے ان سے معذرت چاہی اور کہا کہ خدا کی قسم! اُنہوں نے مجھ سے ایسا کلام کیا۔ واللہ میرے کانوں نے کبھی ایسا نہ سنا۔ اور میری سمجھ

میں نہ آیا کہ میں کیا جواب دوں اس کے سوا بہت سے ایسے لوگوں نے بیان کیا کہ جو آپ کی مخالفت و معارضت کرتے رہتے تھے۔ کہ ان کو خوف و ہیبت طاری ہو جاتی جس سے وہ رک جاتے تھے۔

مروی ہے کہ ابن مقنع نے آپ سے معارضہ کرنا چاہا۔ وہ چلا اور قصہ بیان کرتا رہا۔ وہ ایک بچے پر گزرا کہ وہ تلاوت قرآن کر رہا تھا۔ وقیل یا ارض ابلعی ماءک (پ۱۲ ع ۴) کہا گیا۔ اے زمین اپنا پانی اُگل دے۔ وہ لوٹ آیا اور جو اُس نے کیا تھا اسکو مٹا دیا۔ اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ ان کا معارضہ نہیں ہو سکتا۔ وہ انسان کا کلام ہی نہیں ہے۔ حالانکہ وہ اپنے زمانہ کا سب سے بڑا فصیح تھا۔

یحیٰ ابن حکم غزال اپنے زمانہ میں اندلس کا سب سے زیادہ بلیغ شخص تھا۔ تو مروی ہے کہ اس نے اس میں کچھ معارضہ کیا۔ جب اُس نے سورۂ اخلاص پر غور کیا کہ اس پر اس کا مثل لائے۔ اور اپنے گمان میں اس طرز پر لکھے۔ اس نے کہا کہ مجھے ایسی ہیبت و رقت طاری ہو گئی۔ کہ اُس نے مجھے توبہ اور رجوع کیطرف پھیر دیا۔

فصل نہم

قرآن کے بیان کیئے ہوئے وجوہات اعجاز میں سے ایک یہ معجزہ ہے کہ اُس کی آیتیں باقی رہنے والی ہیں۔ کبھی معدوم نہ ہونگی جب تک دنیا باقی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ فرمایا

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (پ۱۴ ع ۱) ہم نے اس قرآن کو اتارا

اُور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ اور فرمایا۔

لایأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ (پ ۲۴ ع ۱۹) | اس کے آگے پیچھے باطل آ ہی نہیں سکتا۔

انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات اپنی مدتوں کے گزرنے کے بعد ختم ہو گئے اب سوائے ان کی خبروں کے کوئی باقی نہیں لیکن قرآن کی آیتیں روشن اور اُس کے معجزات ظاہر ہیں۔ آجتک کہ اُس کے اُوپر پانچسو پینتیس سال گزر چکے ہیں۔ (جو کتاب الشفاء کی تصنیف کا وقت ہے) اس کے ابتداء نزول سے لیکر ہمارے وقت تک برابر یہ حجت قاہرہ ہے اس کا معارضہ محال ہے۔ اور ہر زمانہ میں اہل بیان، حاملان علم لسان (زبان) ائمہ بلاغت شہسواران کلام، اساتذۂ کاملین موجود رہے ہیں۔ (بفضلہ تعالیٰ ۱۳۷۹ھ تک سب کے سب اس کے معارضہ سے دشمن اسلام عاجز رہے ہیں) باوجودیکہ ملحدین (ہر زمانہ میں) بکثرت تھے۔ اور دشمنان دین و شہر نبوت ہر وقت تیار رہے مگر ان میں سے ایک بھی جو اس کے معارضہ پر اثر انداز ہو نہ لا سکا۔ اور نہ اس کے جواب میں کوئی اور کلمہ مرتب کر سکا۔ اور نہ صحیح وہ طعن کر سکے۔ اور نہ کسی نے بتکلف اپنے ذہن سے ایسی جرح کی۔ مگر یہ کہ وہ چقماق کیساتھ بخیل رہا۔ ہر دور میں یہ بات منقول رہی کہ جس نے بھی اس کے معارضہ کا ارادہ کیا اس نے اپنے ہاتھوں کو عجز میں ڈالا۔ اور ایڑیوں کے بل الٹا واپس ہونا پڑا۔

فصل دہم

ائمہ و مقلدین امت کی ایک جماعت نے قرآن کریم کی وجوہ اعجاز

میں بہت سی باتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے۔ کہ اس کا پڑھنے اور سننے والا کبھی سیر نہیں ہوتا اور نہ وہ اکتاتا ہے۔ بلکہ اس کی تلاوت کی زیادتی میں مزید شیرینی اور لذت پاتا ہے۔ اور اس کو بار بار پڑھنے سے اسکی محبت جڑ پکڑتی جاتی ہے۔ وہ ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور کلام اگرچہ وہ کتنی ہی خوبی والا انتہائی بلیغ ہو اسکو بار بار پڑھنے سے دل اکتا جاتا ہے۔ اور جب اس کا اعادہ کیا جائے۔ تو طبیعت بیزار ہو جاتی ہے۔ اور ہماری کتاب قرآن کریم اس سے تنہائیوں میں لذت حاصل کیجاتی ہے۔ اور خاص حالتوں میں اسکی تلاوت سے طبیعت کو انس و راحت ہوتی ہے۔ اور اس کے سوا دوسری کتابوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ حتی کہ ان کتابوں کے موجدین یا ماننے والوں نے اس کے لیئے راگ اور طریقے نکالے ہیں۔ اور اس کے پڑھتے وقت ان راگوں کے ذریعے خوشی کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی یہ تعریف فرمائی ہے۔ کہ وہ بار بار پڑھنے میں زیادتی کے باوجود متغیر اور پرانا نہ ہوگا۔ اور نہ اس کی عبرتیں ختم ہونگی اور نہ اس کے عجائبات فنا ہوں گے۔ وہ قول فیصل ہے کھیل کود نہیں ہے۔ کبھی علماء اس سے سیر نہ ہوں گے۔ اور نہ طبیعتیں اس سے بھرینگی اور نہ زبانیں اس سے مشتبہ ہوں گی۔ (ہر کلام میں خدا کا کلام ممتاز رہتا ہے) یہ وہ کلام ہے کہ جب جنات نے اس کو سنا تو وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا کہ جو بھلائی کی ہدایت فرماتا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے قرآن کریم تمام علوم و معارف کا مجموعہ ہے عام طور پر جس سے اہل عرب اس سے ناواقف تھے۔ اور خود حضور صلی

اللہ علیہ وسلم بھی خصوصیت کیساتھ قبل نبوت اسکی معرفت سے ناآشنا تھے۔ اور نہ ان کے ساتھ ان کی مداومت تھی۔ اور نہ ان کا کوئی گزشتہ امتوں کے علماء احاطہ کر سکے۔ اور نہ ان کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ان پر مشتمل تھی۔ قرآن میں شریعتوں کے علوم جمع کئے گئے اور دلائل عقلیہ کے طریقہ پر اس میں تنبیہ کی گئی۔ گزشتہ امتوں کے فرقوں کی براہین قویہ، ادلۂ بینہ کیساتھ آسان لفظوں میں مختصر مفہوموں سے رد کیا گیا ہوشیار و زیرک لوگوں نے اس کی مثل دلائل لانے میں معارضہ کرنا چاہا وہ اسپر قادر نہ ہو سکے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَوَلَیْسَ الذی خلق السموات و الارض بقادرٍ علٰی اَنْ یخلُقَ مثلھم وقل یُحییھا الذی اَنْشَاَھَا اَوَّل مَرَّۃٍ	کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ اسکی مثل پیدا کرے۔ (پ ۲۳ ع ۴) تم فرماؤ وہی دوبارہ

پیدا کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے۔ (پ ۲۳ ع ۴)

اور فرمایا لوکان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا (پ ۱۷ ع ۲) اگر آسمان و زمین میں خدا کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو یہ دونوں فاسد ہو جاتے۔ یہاں تک کہ قرآن نے ان کو گھیر لیا ہے۔ خواہ وہ سیرت کے علوم ہوں یا گزشتہ امتوں کی غیبی خبریں، نصیحتیں، حکمتیں، قیامت کی خبریں، محاسن، آداب و خصلت وغیرہ اللہ تعالیٰ جل اسمہ فرماتا ہے۔

ما فرطنا فی الکتب من شیءٍ ہم نے کتاب میں کوئی چیز نہ چھوڑی (پ ۷ ع ۱۰)

ونزلنا علیک الکتٰب تبیانًا لکل شیءٍ (پ ۱۴ ع ۱۸)	ہم نے تم پر وہ کتاب نازل کی جسمیں ہر چیز کا واضح بیان ہے۔
وَلقد ضربنا للناس فی ھذا القراٰن	بیشک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے

من کل مثل (پ ۲۳ ع ۱۷) | لئے ہر چیز کی مثال دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے قرآن کو حکم دینے والا، تنبیہ کرنے والا، سیدھے راستہ کی ہدایت کرنیوالا۔ اور مثالوں کے ذریعہ تم سے پہلے گزشتہ امتوں کی خبروں اور غیبی باتوں کا بتانے والا اور تمہارے بعد والوں کے غیبی حالات و خبریں اور جو تمہارے سامنے ہے۔ ان کا حکم بیان کرنیوالا نازل فرمایا جسکو بار بار پڑھنے کے باوجود وہ پرانا نہ ہو۔ اور نہ اس کے عجائبات ختم ہوں۔ وہ حق ہے کھیل کود نہیں ہے۔ جس نے اس کے ساتھ کہا سچ کہا اور جس نے اس کے موافق حکم دیا انصاف کیا۔ اور جس نے اس کے ساتھ حجت کی وہ کامیاب ہوا۔ اور جس نے اس کے ساتھ تقسیم کی عدل کیا۔ جو اس پر عمل کریگا ثواب پائے گا۔ اور جو اسکو مضبوط تھامے گا وہ صراط مستقیم کی ہدایت پائے گا۔ اور جس نے اس کے سوا کوئی راستہ ڈھونڈا اُسکو اللہ نے گمراہ کر دیا۔ اور جس نے اُس کے بغیر حکم دیا اللہ تعالیٰ اسکو ہلاک کرے گا۔ وہ حکمت والا ذکر، نور مبین ہے۔ صراط مستقیم ہے اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ نفع بخش شفا ہے۔ حفاظت اس کو جو اس کے ساتھ تمسک کرے، نجات ہے اسکو جو اس کا اتباع کرے وہ ٹیڑھا نہ ہوگا کہ اسکو سیدھا کیا جائے۔ وہ کجرو نہیں ہے کہ عتاب کا مستحق بنے۔ اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے اور کثرت تلاوت اسکو متغیر و پرانا نہ کرے گی۔

اسی کے مثل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس بارے میں اُنہوں نے کہا کہ نہ اسمیں اختلاف ہے نہ جدت طرازی۔ اس میں اولین و آخرین کی غیبی خبریں ہیں۔ ایک حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ میں تم پر توریت کی باتیں اتاروں گا جس کے

ذریعہ اندھی آنکھیں، بہرے کان اور دلوں کے پردے کھل جائینگے۔ اس میں علوم کے دریا بہتے ہوں گے۔ جو حکمتوں کا فہم اور دلوں کی بہار ہوگی۔

حضرت کعب سے مروی ہے کہ تم قرآن کو لازم پکڑو۔ کہ یہ عقلوں کی سمجھ اور حکمت کا نور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ (پ ۲۰ ع ۲)	بیشک یہ قرآن بنی اسرائیل کی اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں یہ اختلاف

کرتے ہیں۔ اور فرمایا

ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَھُدًی (پ ۴ ع ۴) یہ لوگوں کے لئے بیان اور ہدایت ہے۔

قرآن کریم میں باوجود مختصر الفاظ اور جوامع کلمات ہونے کے ان کتابوں کی بہ نسبت جو اس سے پہلی ہیں اور ان میں دُگنے الفاظ ہیں کئی گنے معانی جمع کئے گئے ہیں۔

ان میں سے ایک معجزہ قرآن میں دلیل و مدلول کے مابین جمع کرنے میں ہے بایں طرح پر کہ جس نے نظم قرآن کے ساتھ اس کے وصف اور اُس کے اختصار و بلاغت کی عمدگی سے حجت پکڑی اسی بلاغت کے درمیان سے اس کا امر اسکی نہی اور وعدہ وعید بھی موجود پائے گا۔ پس تلاوت کرنے والا حجت و تکلیف کے ساتھ ہی ایک ہی کلام یا ایک ہی سورۃ سے اس کو سمجھ لے گا۔

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو ایسے نظم و ترتیب میں رکھا ہے کہ جو پہلے رائج نہ تھی اسکو نثر کا مقام بھی نہیں دے سکتے۔ کیونکہ نظم طبیعتوں میں زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اور دل اسکو جلدی یاد کر لیتا ہے اور کان اس سے زیادہ آشنا ہوتے ہیں۔ اور طبیعتوں کو زیادہ مرغوب

ہوتا ہے۔ پس لوگ اس کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور خواہشیں اس کی طرف زیادہ جاتی ہیں۔

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حفظ کرنا متعلم کے لیئے آسان کردیا۔ اور حفظ کرنیوالوں کو اس کا یاد رکھنا سہل کردیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولقد یسّرنا القرآن للذکر الآیۃ اور ہم نے یاد کرنے کیلئے قرآن کو آسان کردیا۔ (پ ۲۷ ع ۸-۹)

اور گزشتہ امتوں میں سے کوئی بھی اپنی کتابوں کو یاد نہیں کرتا تھا۔ تو اب سالہا سال گزر جانے کے بعد کیسے یاد کریں گے۔ اور قران کریم تو تھوڑی مدت میں بچوں کو یاد کرنا آسان کردیا ہے۔

ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے۔ کہ اس کا ایک جزء دوسرے جزء کے مشابہ ہے۔ تالیف کے انواع اور ترکیب جمل کے اقسام میں اسکی عمدگی۔ اور ایک قصہ سے دوسرے قصہ کیطرف اور ایک باب سے دوسرے باب کیطرف باوجود اختلاف معانی کے خوبی سے انتقال کرنا۔ اور ایک ہی سورۃ میں امر نہی، خبر، استفہام، وعدہ وعید، اثبات نبوت و توحید، تفرید و ترغیب و ترہیب وغیرہ فوائد اس کے فصلوں میں بغیر کسی خلل کے واقع ہونے کے موجود ہونا۔ حالانکہ کلام فصیح میں جب اس قسم کی باتیں آجائیں تو اس کی قوت میں کمزوری آجاتی ہے۔ اور اس کی مضبوطی نرم ہوجاتی ہے۔ اور اس کی رونق کم ہوجاتی ہے۔ اور اس کے الفاظ مضطرب ہوجاتے ہیں (مگر قرآن کریم میں اصلاً فرق نہیں آتا) اب تم سورۂ ص کے ابتدائی حصہ پر غور کرو کہ اس میں کسطرح کفار کی خبریں، ان کی شقاوتیں اور ان سے پہلے

گزشتہ زمانوں میں لوگوں کی ہلاکت بیان کرنے کے ساتھ ان کی سرزنشیں بیان کی ہیں۔ اور کسطرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والوں کے ذکر کے ساتھ ان کے تعجب کا جواب ذکر کیا ہے۔ اور ان کی جماعت کا کفر پر جمع ہونا اور ان کی باتوں سے حسد کا ظاہر ہونا، انکو عاجز کرنا، انکو ذلیل کرنا اور انکو دنیا و آخرت کی رسوائی سے ڈرانا، ان سے پہلی امتوں کا جھٹلانا، اللہ تعالیٰ کا انکو ہلاک کرنا ان سب کی وعید ان کی مصیبتوں کی طرح، ان کی اذیتوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر فرمانا، آپ کو گزشتہ نبیوں کے ذکر سے تسلی دینا، پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے تذکرے کے ساتھ دوسرے نبیوں کے قصوں کا ذکر کرنا یہ سب باتیں مختصر کلام میں عمدہ ترتیب سے لانا (یہ قرآن کا خاص معجزہ ہے) اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ بہت سے ایسے جملوں کو جو تھوڑے کلمات پر مشتمل ہیں (بیان کرنا) یہ ساری ہی باتیں اور بہت سی وہ باتیں جو ہم نے وجوہ اعجاز قرآن میں بیان کی ہیں۔ انکو یہاں ذکر نہیں کرتے کیونکہ ان میں سے اکثر بلاغت کے فن سے متعلق ہیں۔ ہم اسکو پسند نہیں کرتے کہ اس کے اعجاز میں ایک تنہا فن اس کتاب میں جو فن بلاغت میں نہیں ہے۔ تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔ اسی طرح بہت سے وہ وجوہ ہم نے ائمہ سے نقل کر کے پہلے بیان کیا ہے۔ اس کے خواص اور فضائل میں نہ تو ان کے اعجاز کا اعادہ کرنا مناسب جانا۔

حقیقۃً قرآن کریم کے وجوہِ اعجاز تو وہ چار ہی ہیں۔ جنکا ہم نے ذکر کیا ہے۔ انہیں پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ قرآن کریم کے خواص اور اس کے عجائبات سے متعلق ہیں۔ جو کبھی ختم نہ ہوں گے۔ واللہ ولی التوفیق۔

فصل یازدہم

معجزۂ شق القمر وحبس الشمس

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اقتربت الساعۃ وانشق القمر (پ۲۷ ع ۸) قیامت قریب ہوگئی اور چاند ٹکڑے ہوگیا۔

وان یروا اٰیۃ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر (پ۲۷ ع ۸) اور وہ کافر کسی نشانی کو دیکھتے ہیں تو اعراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو ہمیشہ کا جادو ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ماضی کے صیغہ سے چاند کے ٹکڑے ہونیکی خبر دی اور اس پر کفار کے اعراض اور انکارِ آیت کی خبر دی مفسرین اہل سنت کا اس کے وقوع پر اجماع ہے۔

حدیث:- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند کے دو ۲ ٹکڑے ہوئے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا پہاڑ کے پیچھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گواہ رہو۔ یعنی دیکھ لو۔

مجاہد کی روایت میں ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اعمش کی بعض روایتوں میں ہے۔ کہ منیٰ میں یہ واقعہ ہوا۔ اور یہ حدیث ابن مسعود اسود سے بھی مروی ہے۔ اور کہا یہانتک کہ میں نے پہاڑ کو اس کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ اس بارے میں مسروق کی روایت ہے کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا اور یہ زیادہ صحیح ہو کہ تب کفار قریش نے کہا تم پر ابن ابو کبشہ نے جادو کیا۔ ان میں سے ایک مرد نے کہا کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاند پر جادو کریں تو وہ جادو اس حد تک نہیں پہنچ سکتا کہ تمام روئے زمین مسحور ہو جائے۔ بس ان سے پوچھو جو دوسرے شہروں سے آرہے ہیں۔ کیا انہوں نے یہ دیکھا ہے۔ جب وہ آئے تو ان سے پوچھا اُنہوں نے اسکی خبر دیتے ہوئے کہا کہ ایسا، ایسا سب نے دیکھا ہے۔ اسی کے مثل ضحاک سے سمرقندی نے حکایت بیان کرتے ہوئے کہا کہ تب ابوجہل کہنے لگا یہ جادو ہے۔ تم باہر کے لوگوں کیطرف بھیجو تاکہ دیکھیں کہ اُنہوں نے یہ دیکھا ہے۔ یا نہیں تو باہر والوں نے خبر دی کہ اُنہوں نے چاند ٹکڑے ہوتے دیکھا ہے۔ تو اس وقت کفار نے کہا۔ ھذا سحر مستمر یہ ہمیشہ کا جادو ہے۔ اسکو علقمہ نے بھی ابن مسعود سے روایت کیا۔ یہ چار راوی تو وہ ہیں جنہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود کے سوا دوسرے صحابہ نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔ جیسا ابن مسعود نے بیان کیا۔ چنانچہ ان میں سے حضرت انس، ابن عباس، ابن عمر، حذیفہ، علی اجبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم ہیں۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ ارحبی کی روایت ہیں سے کہا چاند ٹکڑے ہوا۔ اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت انس سے مروی ہے کہ اہل مکہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ انکو کوئی نشانی دکھائیں تو انکو چاند کے دو ٹکڑے کرکے دکھا دیا یہانتک کہ ان دونوں کے درمیان کوہ حرا نظر آتا تھا۔ قتادہ نے حضرت انس سے روایت کی۔ اور معمر اور ان کے سوا اور دوسروں کی روایت میں جو کہ قتادہ اور وہ حضرت انس

سے ہے۔ کہ انکو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دو مرتبہ تاکید کیساتھ دکھایا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اقتربت الساعة وانشق القمر الآیۃ روایت کیا اسکو جبیر بن مطعم سے ان کے بیٹے محمد اور ان کے برادر زادے جبیر ابن محمد نے۔ اور روایت کیا اسکو ابن عباس سے عبداللہ بن عبداللہ بن عقبہ نے اور روایت کیا اسکو ابن عمر سے مجاہد نے۔ اور روایت کیا اسکو حذیفہ سے ابوعبدالرحمن سلمی اور مسلم ابن ابی عمران ازدی نے۔ ان حدیثوں کے اکثر طریق (اسناد) صحیح ہیں اور آیۂ کریمہ اسکی تصحیح کرتی ہے۔ اور اس باطل اعتراض کی طرف التفات نہ کرنا چاہیے کہ اگر یہ ہوتا تو اہل زمین پر پوشیدہ نہ رہتا۔ کیونکہ وہ شمسی سب پر ظاہر ہے اور یہ اعتراض اس لئے (باطل) ہے کہ ہمارے پاس یہ بات اہل زمین کی طرف سے منقول نہیں ہے۔ کہ وہ اس رات گھات میں لگے رہے ہوں اور انہوں نے چاند کے ٹکڑے ہوتے نہ دیکھا اور اگر ہم تک ایسے لوگوں کی روایت منقول بھی ہوتی۔ جن کا جھوٹ بوجہ کثرت میلان جائز نہیں تو تب بھی ہم پر یہ حجت نہیں ہوتی۔ کیونکہ چاند تمام زمین والوں کے لیئے ایک حال پر نہیں ہوتا۔ بلاشبہ ایک قوم پر دوسری قوم سے پہلے طلوع کرتا ہے۔ اور کبھی زمین میں سے ایک قوم پہ دوسرے کے طرف مخالف میں ہوتا ہے یا قوم اور اس کے درمیان بادل یا پہاڑ حائل ہو۔ (کیا تم دیکھتے نہیں) کہ ہم بعض شہروں میں چاند گرہن پاتے ہیں۔ اور بعض میں نہیں۔ اور کسی شہر میں گرہن جزوی ہوتا ہے اور کسی میں پورا اور بعض جگہ اسکو صرف وہی پہچانتے ہیں جو اس علم کے مدعی ہیں۔ ذالك تقدير العزيز العليم ۵

(پ ع) یہ برتر علیم کی قدرت ہے۔ اور یہ کہ چاند کا معجزہ تو رات کے وقت تھا۔ اور عادتہً لوگوں میں رات کو آرام و سکون ہوتا ہے۔ دروازے بند ہوتے ہیں۔ اور کام کاج سے علیحدہ اور آسمان کے امور کو ان لوگوں کے سوا جو کہ اس کے منتظر ہوں اور اس کی گھات میں ہوں کم لوگ پہچانتے ہیں۔ اسی لیئے چاند گرہن اکثر ملکوں میں نہیں ہوتا۔ اور اکثر لوگ اسکو جانتے ہی نہیں چہ جائیکہ اسکی خبر دیں اور اکثر ثقہ حضرات بتاتے ہیں جو انہوں نے عجائبات کا مشاہدہ کیا ہے۔ یعنی آسمان پر چمک، بڑے بڑے ستارے آسمان پر رات کو چڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ لیکن اور کسی کو ان کا علم نہیں ہوتا۔

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مشکل الحدیث میں حضرت اسماء بنت عمیس سے دو طریقوں سے حدیث کی تخریج کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی مرتضیٰ کے گود میں سر مبارک رکھے محو استراحت تھے۔ حضرت علی نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی یہانتک کہ سورج غروب ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تم نے نماز پڑھلی عرض کیا نہیں تب آپ نے دعا کی اے خدا یہ تیری اطاعت میں اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے۔ تو ان پر سورج کو واپس کر دے۔ اسماء کہتی ہیں کہ سورج غروب ہونے کے بعد طلوع ہوتے دیکھا۔ اور پہاڑوں اور زمین پر ٹھیر ادیا۔ یہ واقعہ خیبر کے راستہ میں منزل صہباء کا ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں ثابت ہیں اور ان کے راوی معتبر (ثقہ) ہیں۔

امام طحاوی بیان کرتے ہیں کہ احمد بن صالح کہتے تھے۔ اس شخص کو جو

علم سے واقف ہے۔ زیبا نہیں کہ حدیث اسماء کی صحت سے تخلف کرے اس لیئے کہ یہ علامات نبوت میں سے ہے۔

یونس بن بکیر اپنی کتاب زیادۃ المغازی میں روایت کرتے ہیں یہ روایت ابن اسحق سے ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو اور آپ نے اپنی قوم کے قافلوں کی خبر اور اونٹوں کی علامتیں بتائیں تو انہوں نے کہا وہ کب آئینگے۔ آپ نے فرمایا وہ چہار شنبہ کو آئینگے پس جب وہ دن آیا تو قریش کے شرفاء انتظار کرنے لگے اور دن گزرنے لگا۔ اور قافلہ نہیں آیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو ایک گھڑی دن زیادہ ہو گیا۔ اور آپ پر سورج رکا رہا۔

(۱۲)
فصل دوازدہم

انگشتہائے مبارک سے پانی بہنا اور آپ کی برکت سے اس کا زیادہ ہونا

اس بارے میں احادیث بہت زیادہ مروی ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا بہنا صحابہ کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے۔ ان میں سے حضرت انس، جابر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حدیث ا:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے حال میں دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ اور لوگ پانی تلاش کر رہے

تھے۔ مگر پانی نہ ملا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور اپنے دست مبارک کو اس برتن میں رکھدیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی انگلیوں سے پانی اُبلتے ہوئے دیکھا پس لوگوں نے وضو کیا یہانتک کے دوسروں نے سب نے وضو کیا۔ قتادہ نے حضرت انس سے بھی روایت کیا ہے۔ اور کہا کہ ایک برتن جسمیں پانی تھا اپنی انگلیوں کو اس میں ڈبو دیا اور برابر ڈبوئے رکھا۔ بعد کو پوچھا تم کتنے تھے انہوں نے کہا کہ تین سو آدمی تھے اور ایک روایت میں انہیں سے ہے۔ کہ وہ بازار کے نزدیک مقام زوراء میں تھے۔ نیز اسکو حمید، ثابت اور حسن نے حضرت انس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا۔

حمید کی روایت میں ہے کہ میں نے کہا تم کتنے تھے اُنہوں نے کہا ہم اسّی تھے۔ اسی کے مثل ثابت نے حضرت انس سے روایت کی۔ اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ وہ ستّر آدمیوں کے قریب تھے۔ لیکن حضرت ابن مسعود نے علقمہ کی صحیح روایت میں جو انہیں سے مروی ہے روایت کی جس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور ہمارے پاس پانی نہ تھا تو ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس بچا ہوا پانی ہو مانگ لو۔ پانی لایا گیا اور اس کو برتن میں ڈال دیا تو آپ نے اس میں اپنا ہاتھ رکھدیا تب پانی آپ کی انگلیوں سے چشموں کی مانند اُبلتا تھا اور سالم بن ابی جعدہ کی صحیح روایت میں ہے۔ جو جابر سے مروی ہے۔ حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چمڑے کا برتن تھا۔ تو آپ نے اس سے وضو کیا اور لوگوں نے آگے ہو کر عرض کیا ہمارے

پاس پانی نہیں صرف وہی پانی ہے جو آپ کے برتن میں ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک برتن میں رکھدیا۔ پس پانی آپ کی انگلیوں سے چشمے کی مانند جوش مارنے لگا۔ اور اس حدیث میں ہے کہ میں نے کہا تم کتنے تھے۔ ہم نے کہا اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے، تو ہمیں وہ پانی کفایت کرتا۔ ہم صرف پندرہ سو آدمی تھے اسی کی مثل حضرت انس نے حضرت جابر سے روایت کی اس میں یہ ہے کہ یہ واقعہ حدیبیہ کا ہے۔ رسید بن عبادہ بن صامت کی روایت میں جو جابر سے مسلم کی طویل حدیث میں غزوہ بواطہ میں مذکور ہے۔ کہ کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جابر! وضو کیلئے آواز دو اور لمبی حدیث بیان کی۔ اس وقت حالت یہ تھی کہ سوائے چند قطروں کے مشکیزے میں پانی نہ تھا۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی۔ آپ نے اس پر ہاتھ رکھکر کچھ پڑھا مجھے معلوم نہیں کیا پڑھا پھر فرمایا قافلہ کے ڈول کو لاؤ میں نے لاکر حضور کے سامنے رکھدیا۔ راوی نے بیان کیا کہ آپ نے اپنا ہاتھ ڈول میں رکھا اور انگلیوں پھیلا دیں۔ اور جابر نے اس پر وہ پانی ڈالدیا۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ۔ راوی نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی جوش مار رہا تھا پھر وہ ڈول کا پانی جوش مارنے لگا۔ اور گھومنے لگا حتی کہ ڈول بھر گیا آپ نے لوگوں کو پانی پینے کا حکم دیا سب نے خوب پیا یہانتک کہ سب سیراب ہو گئے۔ میں نے کہا کیا کوئی باقی ہے جسکو پانی کی حاجت ہو۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ کو ڈول سے نکال لیا وہ ویسا ہی بھرا ہوا تھا۔

شعبی سے مروی ہے کہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

پانی کا برتن لایا گیا۔ اور عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہمارے پاس پانی نہیں ہے بجز اس کے جو اس برتن میں ہے۔ آپ نے اسکو بڑے برتن میں ڈال دیا اور اپنی انگلی کو اس کے درمیان میں رکھا اور پانی میں ڈبو دیا لوگ آتے تھے۔ اور وضو کر کر کے کھڑے ہوتے جاتے تھے۔

ترمذی نے کہا کہ اس باب میں عمران بن حصین سے بھی روایت ہے (خلاصہ کلام یہ کہ) ایسے بڑے جلسوں اور مجمع کثیر میں کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔ اس لئے کہ صحابہ کرام ایسے شخصوں کو جو غلط خبر دے بہت جلدی جھوٹا کہدیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی جبلت میں یہ بات تھی اور اس لئے بھی کہ صحابہ کرام باطل پر خاموش رہنے والے نہ تھے۔ انہیں صحابہ نے بیشک اسکو روایت کیا ہے۔ اور اس کی اشاعت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف جم غفیر کے سامنے نسبت کی ہے کسی نے بھی ان میں سے ان لوگوں پر جنہوں نے ان سے روایت کیا کہ اُنہوں نے یہ کہا اور مشاہدہ کیا ہے۔ انکار نہیں کیا۔ تو اب ایسا ہو گیا گویا ان سب نے اسکی تصدیق کی ہے۔

فصل ۱۳ سیزدہم

اس کے مشابہ آپ کے معجزات میں سے یہ ہے کہ آپ کی برکت سے زمین پھاڑ کر پانی کا نکلنا ہے۔ جو کہ آپ کے چھونے یا دعا کرنے سے ہوتا تھا۔ اس بارے میں وہ روایت ہے جو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موطا میں غزوۂ تبوک کے قصہ میں معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ صحابہ کرام ایک ایسے چشمہ پر اترے جسمیں جوتی کے تسمہ کی مانند پانی

نکلتا تھا صحابہ چلو لگا دیتے جب وہ بھر جاتا تو کسی میں جمع کر لیتے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس پانی سے اپنا چہرۂ انور اور دست مبارک دھو لیے تو اس غسالہ مبارکہ کو اس چشمہ میں لوٹا دیا پھر تو پانی بکثرت جاری ہو گیا۔ سب نے خوب پیا۔ ابن اسحق حدیث میں کہتے ہیں پھر تو پانی زمین پھاڑ کر اس تیزی اور شور سے نکلا جیسے کڑک کی آواز ہوتی ہے۔ پھر کہا اے معاذ اگر تمہاری زندگی ہوئی تو دیکھو گے کہ اس جگہ سرسبز و شاداب باغ ہوں گے۔ براء اور سلمہ بن رکوع کی حدیث میں ہے۔ اور یہ حدیث قصہ حدیبیہ میں زیادہ مکمل ہے۔ کہ صحابہ کرام چودہ سو تھے اور وہ کنواں صرف اتنا تھا کہ اس سے پچاس بکریاں پانی پیتی تھیں تو ہم نے اس سے پانی بھر لیا اور اس میں ایک قطرہ پانی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارے تشریف فرما ہوئے۔ براء کہتے ہیں کہ اس میں سے ڈول لایا گیا۔ آپ نے لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی۔ سلمہ کہتے ہیں کہ پھر یا تو لعاب دہن ڈالا یا دعا فرمائی۔ تو اس نے جوش مارا پھر تو تمام اس سے سیراب ہوئے اور اپنے جانوروں کو پلایا۔ ان دونوں روایتوں کے علاوہ اس قصۂ حدیبیہ میں ابن شہاب کی سند سے مروی ہے کہ آپ نے ترکش سے تیر نکالا اور اسکو ایسے گڑھے کے وسط میں رکھا جسمیں پانی نہ تھا۔ تو سب لوگ خوب سیراب ہوئے۔ یہانتک اونٹوں کو پانی پلا کر دوبارہ پینے کے لیئے بٹھا دیا (اسی کو عطن کہتے ہیں)

حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سفر میں پیاس کی شکایت کی آپ نے آفتابہ (وضو کرنے کا برتن) منگوایا اسکو بغل میں رکھا پھر اس کے موٹھ

کو اپنے دہن اقدس میں رکھا واللہ اعلم آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا یا نہیں۔ تو لوگوں نے خوب سیراب ہو کر پیا اور جتنے برتن ان کے پاس تھے سبکو بھر لیا۔ مجھے خیال آیا کہ وہ تو ویسا ہی ہے جیسا مجھسے آپ نے لیا تھا۔ حالانکہ وہ بہتر آدمی تھے۔ اسکی مثل عمران بن حصین نے بھی روایت کی طبری نے ابو قتادہ کی حدیث اس کے خلاف بیان کی ہے جو صحاح میں مذکور ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ اہل موتہ کی مدد کے لئے اس وقت نکلے جب آپکو یہ خبر ملی تھی کہ بڑے بڑے صحابہ شہید کر دیئے گئے ہیں۔ طویل حدیث بیان کی جسمیں آپ کے بہت سے معجزات اور نشانیاں ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ آپ نے صحابہ کو بتایا کہ کل انکو پانی نہیں ملے گا۔ اور آفتابہ والی حدیث کو بیان کیا۔ اور کہا کہ وہ لوگ تقریباً تین سو تھے۔

کتاب مسلم میں ہے کہ آپ نے ابو قتادہ سے فرمایا میرے لئے اپنے آفتابہ کی حفاظت کرنا عنقریب اس سے ایک غیبی خبر نمودار ہوگی اور اس کی مثل بیان کیا۔ اس بارے میں عمران بن حصین کی حدیث میں ہے کہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے صحابہ کو پیاس لگی۔ تو آپ نے اپنے دو صحابی کو بھیجا اور بتایا کہ فلاں جگہ تم کو ایک عورت ملے گی جس کے ساتھ ایک اونٹ ہوگا۔ اس پر دو مشکیزے ہوں گے۔ (الحدیث) تو ان دونوں نے اسکو پا لیا اور لیکر آپ کے پاس آ گئے۔ آپ نے ایک مشکیزے سے برتن میں پانی ڈالا۔ راوی کا بیان ہے کہ آپنے جو چاہا اسمیں پڑھا پھر دونوں مشکیزوں میں وہ پانی لوٹا دیا۔ اور دونوں کا موہنہ کھول دیا۔ اور لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اپنے برتن بھر لیے اور کوئی برتن ایسا نہ چھوڑا جسکو بھرا نہ

ہو۔ عمران کہتے ہیں کہ میرے خیال میں وہ مشکیزہ ویسے ہی بھری ہوئی تھیں۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اسکو کھانا دو یہانتک کہ اس کا کپڑا بھر دیا اور فرمایا جاؤ تمہارے پانی سے ہم نے کچھ نہیں لیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم کو سیراب کر دیا۔ سلمہ ابن اکوع سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا پانی ہے۔؟ تو ایک شخص برتن لایا جس میں چند قطرے تھے۔ آپ نے اسکو ایک پیالہ میں لوٹ لیا ہم سب نے اس سے وضو کیا اور خوب استعمال کیا۔ حالانکہ ہم چودہ سو تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث جیش عسرت میں ہے اور انہوں نے بیان کیا کہ سبکو پیاس لگی۔ یہانتک کہ ایک مرد نے اپنے اونٹ کو ذبح کیا اور اسکی اوجھ کو نچوڑ کر پی گیا۔ تب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بغرض دعا حاضر ہوئے۔ آپ نے اپنے دست مبارک اٹھائے ابھی انکو لوٹایا نہ تھا کہ آسمان سے بارش ہونے لگی۔ جتنے برتن ان کے پاس تھے سب بھر لئے اور حال یہ تھا کہ یہ بارش لشکر سے باہر نہ تھی۔

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ ابو طالب نے جب حضور کے ردیف (یعنی اونٹ پر آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے) تھے آپ سے وادی ذوالمجاز میں کہا کہ مجھے پیاس لگی اور میرے پاس پانی نہیں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور اپنے قدم مبارک کو زمین پر مارا تب پانی نکل آیا فرمایا اے ابو طالب پی لیجئے۔ اس باب میں بکثرت احادیث ہیں اسی میں سے استسقاء میں دعا مانگنا۔ اور جو اسکے ہم جنس ہے۔

فصل چہار دہم[۱۴]

طعام میں زیادتی

آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ آپ کی برکت و دعا سے طعام زیادہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ

حدیث:- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کچھ کھانے کو مانگا آپ نے اسکو نصف وسق جو مرحمت فرمائے (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے) تو وہ خود اور اسکی بیوی اور مہمان سب برابر کھاتے رہے۔ حتی کہ ایک دن اُس نے ناپ لیا۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسکی خبر دی۔ آپ نے فرمایا اگر تو اسکو ناپتا نہیں تو تو ہمیشہ اسکو کھاتا رہتا اور یہ تمہارے لیئے بڑھتا رہتا۔

اور اس بارے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جو کی چند روٹیوں کو جنھیں حضرت انس رضی اللہ عنہ بغل میں دبا کر لائے تھے اور آپ نے اسکو ٹکڑے کر کے اس پر جو چاہا پڑھا تھا۔ ستر یا اسی آدمیوں کو کھلایا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے دن ایک صاع (تقریبا سوا چار سیر) جو اور ایک بکری سے ایکہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں سب نے خوب کھایا حتی کہ چھوڑ کر چلے گئے اور ہماری ہانڈی اسی طرح بھری ہوئی جوش مار رہی تھی اور آٹے سے روٹی

پک رہی تھی (یہ برکت اس وجہ سے ہوئی) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے اور ہانڈی میں اپنا لعاب دہن ڈالدیا تھا۔ اور برکت کی دعا کی تھی۔ اسکو حضرت جابر سے سعید بن میناء اور ایمن نے اور حضرت ثابت نے اسی کے مثل ایک مرد انصاری اور اس کی بیوی سے جن کا نام معلوم نہیں روایت کی ہے۔ اور کہا کہ ایک ہتھیلی بھر کھانا لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو کھانے کے برتنوں میں ملادیا۔ اور پڑھا جو اللہ نے چاہا۔ اور اسمیں سے جو گھر میں تھا یعنی کمرہ اور صحن وغیرہ میں سب نے کھایا حالت یہ تھی کہ یہ گھر ان لوگوں سے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تھے۔ بھر گیا تھا۔ سب کے پیٹ بھرنیکے بعد برتنوں میں ویسا کا ویسا ہی باقی رہ گیا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیئے اتنا کھانا تیار کیا کہ ان دونوں کو ہی کافی ہوتا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ انصار کے بزرگوں میں سے تیس ۳۰ آدمیوں کو بلالو۔ انہوں نے بلالیا سب نے کھایا اور چھوڑ گئے۔ پھر فرمایا ساٹھ ۶۰ آدمیوں کو بلالو تو کھانا ان کے بعد بھی اتنا ہی تھا پھر فرمایا ستر آدمیوں کو بلالو ان سب نے بھی کھایا یہانتک وہ بھی چھوڑ گئے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ نکلا جس نے اس کے بعد اسلام قبول نہ کیا ہو۔ اور آپ کی بیعت نہ کی ہو۔ ابوایوب کہتے ہیں کہ میرے کھانے سے ایکسو اسی ۱۸۰ آدمیوں نے کھایا۔

سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ آپ کی خدمت میں ایک کٹھاؤ لایا گیا جس میں گوشت (پکا ہوا) تھا۔ تو یکے بعد دیگرے صبح سے شام تک

ایک قوم کھڑی ہوتی اور دوسری بیٹھتی جاتی تھی۔

اس بارے میں حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم ایکسو تیس ۱۳۰ آدمی تھے۔ اور حدیث میں ذکر ہے کہ انہوں نے ایک صاع (یعنی سوا چار سیر کے قریب) آٹا گوندھا اور ایک بکری ذبح کی تھی۔ سو اسکی کلیجی بھونی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ایکسو تیس آدمیوں میں سے ہر ایک اس کلیجی کو چھری سے کاٹتا تھا۔ پھر اس کے گوشت سے ۲ دو کڑھاؤ بھر لیئے اور سب نے خوب کھایا اور دونوں میں بچ رہا۔ تو ہم نے اسکو اونٹ پر لاد لیا۔ (کہ بعد کو راہ میں کھا لینگے) اور اس بارے میں عبدالرحمن بن ابی عمرہ انصاری کی حدیث ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ اور اسکی مثل سلمہ بن اکوع اور حضرت ابوہریرہ اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ان سبنے ایک پریشانی کا ذکر کیا جو ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں پیش آئی تھی تو اس وقت آپ نے بچے ہوئے کھانوں کو منگایا تو کوئی ایک مٹھی بھر کھانا لایا اور کوئی اس سے زیادہ۔ انمیں سے جو زیادہ سے زیادہ لایا۔ وہ ایک صاع کھجوریں تھیں۔ آپ نے ان سب کو ایک دسترخوان پر جمع کر دیا۔ سلمہ نے کہا میں نے اندازہ لگایا تو وہ سب اونٹ کے پالان کے برابر تھا (یعنی اتنا اونچا ڈھیر تھا جتنا اونٹ کا پالان ہوتا ہے) پھر آپ نے لوگوں کو ان کے برتنوں کے ساتھ بلایا۔ تو لشکر میں سے کسی کا برتن ایسا نہ تھا جو بھر نہ گیا ہو اور اس میں سے بھی بچ رہا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد عبدالطلب کو جمع فرمایا اور وہ چالیس مرد تھے۔ ان میں

سے کچھ تو وہ لوگ تھے جو ایک دو سالہ اونٹ کا بچہ کھا جاتے اور ایک فرق (یعنی وہ برتن جسمیں ۱۶ رطل تقریباً آٹھ سیر چیز آئے) پانی کا پی جاتے تھے۔ آپ نے ان کے لیئے ایک مُدّ یعنی ایک سیر کھانا تیار کرایا آپ نے انہیں کھلایا یہاں تک کہ وہ سب شکم سیر ہو کر کھا گئے۔ اور کھانا جتنا تھا ویسا ہی باقی رہا۔ پھر ایک برتن دودھ منگایا اور اس میں سے پلایا وہ سب خوب سیراب ہو گئے۔ لیکن وہ ویسا کا ویسا ہی باقی رہا گویا کہ اس میں سے پیا ہی نہ گیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو انکو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کو بلائیں جن کا نام آپنے فرمائے ہیں اور ہر اُس شخص کو دعوت دیدیں جو تمکو ملیں۔ یہانتک کہ آپ کا کاشانہ اقدس (گھر) اور حجرہ شریف لوگوں سے بھر گیا۔ تو آپ ان کے سامنے ایک طشت رکھا جسمیں ایک مُدّ تقریباً ایک سیر کھجوروں کا ملیدہ تھا۔ پھر آپ نے اسکو اپنے آگے رکھا اور اپنی تین انگلیاں اسمیں ڈالیں۔ اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ کھاتے تھے اور نکلتے جاتے تھے اور وہ ملیدہ طشت میں جیسا تھا ویسا ہی باقی رہا۔ اور کھانے والے اکہتر یا بہتر تھے۔ اور ایک روایت میں اس قصہ کے یا اس جیسے قصے میں ہے کہ وہ تین سو مرد تھے۔ ان سب نے کھایا حتی کہ شکم سیر ہو گئے مجھسے ارفع کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کھانا اس وقت زیادہ تھا جب رکھا تھا یا اس وقت جب اُٹھایا گیا۔

حضرت جعفر بن محمد کی حدیث میں ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت (خاتون جنت) فاطمہ رضی اللہ عنہا نے صبح کے کھانے کے لیئے ایک ہانڈی پکائی اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ کو حضور کی خدمت میں بھیجا کہ آپ ساتھ کھانا ملاحظہ فرمائیں پھر حضور نے انکو بھیجا چنانچہ انہوں نے ایک ایک پیالہ آپ کی تمام بیویوں (امہات المومنین) کو بھیج دیا پھر حضور کے لئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کے لئے پھر اپنے لئے رکھا۔ جب ہانڈی اٹھائی تو وہ ویسی ہی بھری ہوئی تھی۔ فرماتی ہیں تو ہم نے اس سے کھایا جتنا خدا نے چاہا۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کو آپ نے حکم دیا کہ احمس کے چار سو سواروں کو زاد راہ دو۔ عرض کیا یا رسول اللہ چند صاع سے زیادہ نہیں ہے۔ فرمایا جاؤ۔ پس وہ گئے اس سے انکو توشہ دینے لگے۔ اور حال یہ تھا کہ وہ کھجوریں اونٹنی کے بچہ کے بیٹھنے کے مانند تھیں۔ مگر وہ اپنی حالت میں باقی رہیں یہ الکین احمسی اور جریر کی روایت کے بموجب ہے۔ اور اسی کے مثل نعمان بن مقرن کی روایت ہے۔ جو بعینہ یہی ہے۔ مگر اتنا زیادہ ہے کہ کہا وہ مزینہ کے چار سو سوار تھے۔

اور اس بارے میں حضرت جابر کی وہ حدیث ہے۔ جو ان کے والد کے مرنے کے بعد قرض کے سلسلے میں ہے۔ کہ انہوں نے اپنا اصل مال قرضخواہ کے قرضہ میں دیدیا مگر انہوں نے اسکو قبول نہ کیا۔ درانحالیکہ ان کے کھجوروں کے باغ کے پھل چند سالوں میں بھی ان کے قرض کی کفالت نہ کر سکتے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے پھل کاٹکر ڈھیر کر لو اس کے بعد آپ تشریف لائے اور اس ڈھیر میں چلے۔ اور دعا فرمائی۔ پھر جابر نے اپنے والد کے قرضخواہوں کو اس سے دیدیا پھر اتنا بچ رہا۔ جتنا ہر سال پھل لیتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اتنا بچ رہا جتنا انکو دیا۔ انہوں نے کہا کہ قرضخواہ یہودی تھے۔ انہوں نے اس سے بہت تعجب کیا حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو پریشانی (بھوک) پہنچی آپ نے مجھ سے فرمایا کیا کچھ ہے میں نے عرض کیا ہاں توشہ دان میں کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا میرے پاس لاؤ۔ تب آپ نے اپنا دست مبارک ڈالدیا اور مٹھی بھر کر نکالا اور پھیلا دیا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا دس مردوں کو دو تو انہوں نے کھایا حتیٰ کہ شکم سیر ہو گئے۔ پھر دس کو ایسے ہی کھلایا۔ یہاں تک کہ پورے لشکر نے کھایا اور سب شکم سیر ہو گئے۔ پھر فرمایا تم لیلو جو تم لائے تھے۔ اور اپنا ہاتھ ڈال کر مٹھی سے نکال لیا کرو۔ اسکو الٹانا نہیں جتنا میں لایا تھا اس سے زیادہ پر قبضہ کیا۔ پس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاۃ (ظاہری) اور حضرت ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت تک اس سے خود کھاتا اور کھلاتا رہا۔ یہانتک کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ تو وہ مجھ سے لوٹ لیا گیا اور وہ چلا گیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے اس میں سے اتنے اتنے وسق (ساٹھ صاع) کھجوریں اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں اور اس حکایت کی مثل غزوۂ تبوک میں بھی ذکر کیا گیا کہ دس سے کچھ کھجوریں تھیں۔ انہیں میں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے۔ جب انہیں بھوک نے ستایا تو حضور نے اپنے پیچھے آنے کو فرمایا۔ آپ نے ایک پیالہ میں دودھ پایا جو آپ کو ہدیۃً پیش کیا گیا تھا۔ انکو حکم دیا کہ اہل صفہ کو بلالو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ اتنا سا دودھ ان میں کیا ہوگا۔ میں زیادہ مستحق تھا کہ جو بھوک مجھے لگی ہوئی تھی۔ اسکو پیتا اور اس سے طاقت حاصل کرتا۔ غرضیکہ میں نے انکو بلایا اور بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ انکو پلاؤ تو میں ہر مرد کو دیتا جاتا وہ پیتا اور سیراب ہو جاتا

پھر دوسرے کو دیتا وہ پیتا یہاں تک کہ سب سیراب ہو گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے پیالے کو پکڑا اور فرمایا اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں۔ بیٹھ جاؤ اور پیو تو میں نے پیا پھر فرمایا اور پیو یہاں تک کہ میں نے عرض کیا اب نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اب گزرنے کی بھی گنجائش نہیں پاتا۔ اس کے بعد آپ نے پیالہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور بسم اللہ پڑھ کر بچا ہوا پی لیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

خالد بن عبد العزیٰ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بکری ذبح کرنے کے لیے پیش کی اور حال یہ تھا کہ خالد کے عیال (گھر والے) بہت تھے۔ وہ ایک بکری کو ذبح کرتا تو اس کے عیال کے لیے ایک ایک ہڈی بھی پورا نہ کرتی۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری سے خود کھایا اور مابقی کو خالد کے ڈول میں ڈالکر دعائے برکت فرمائی۔ اس نے اسکو اپنی عیال میں تقسیم کیا تو سب نے کھایا اور زیادہ بچ رہا۔ اس حدیث کو دولابی نے بیان کیا۔

اجبری کی حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت (خاتون جنت) فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو آپ نے بلال کو حکم دیا کہ فلاں برتن لاؤ جو چار یا پانچ مد (گندم یا جو وغیرہ) ناپ سے بھری ہوئی تھی۔ حالانکہ آپ نے ان کے ولیمہ میں ایک اونٹ کے بچے کو ذبح کرنے کو فرمایا تھا۔ بلال کہتے ہیں میں اسکو لایا پس آپ نے اس کے سر کو چھوا۔ پھر لوگ جماعت جماعت کر کے داخل ہوئے اس سے کھاتے تھے حتیٰ کہ سب فارغ ہو گئے۔ اور اس سے بہت کچھ بچ

رہا۔ پھر آپ نے برکت کی دعا کی اور حکم دیا کہ اپنی ازواج (امہات المومنین) کے پاس لیجایا جائے۔ اور فرمایا تم سب کھاؤ اور جو تمہارے پاس عورتیں آئیں انکو کھلاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ تو میری والدہ ام سُلیم نے ملیدہ بنایا اسکو ایک طشت میں رکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے فرمایا اس کو رکھدو اور فلاں فلاں آدمیوں کو بلاؤ۔ اور جو تم کو راہ میں ملے اسکو بھی بلالو۔ تو مجھے جو ملا اسکو بلالیا۔ بیان کرتے ہیں کہ وہ تین سو آدمی تھے یہاں تک کہ صفہ (چبوترہ) اور حجرہ ان سے بھر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک کھانے پر رکھا اور دُعا مانگی اور پڑھا جو اللہ نے چاہا۔ پس سب نے کھایا حتی کہ سب شکم سیر ہو گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا اٹھالو۔ میں نہیں جانتا کہ جب رکھا تھا اس وقت زیادہ تھا یا جب اُٹھایا اس وقت زیادہ تھا۔

ان تین فصلوں کی اکثر حدیثیں صحیح ہیں اور اس فصل کی احادیث کے معنی پر تو دس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے۔ اور ان سے کئی گنا زیادہ تابعین نے روایت کی ہیں۔ ان کے بعد تو شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان میں سے اکثر احادیث مشہور فصلوں اور حاضرین کے مجمعوں میں ذکر کیجاتی ہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ حق بات کے سوا منگھڑت باتوں کی نسبت کیجائے اور حاضرین منکر باتوں پر خاموش رہیں۔

فصل پانزدہم (۱۵)

درختوں کا کلام کرنا اور آپ کی نبوت کی شہادت دینا اور آپکی دعوت پر آنا۔

حدیث:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک اعرابی آپ کے قریب آیا آپ نے فرمایا اے اعرابی! کہاں کا قصد ہے کہا کہ گھر جارہا ہوں فرمایا کیا تو نیکی کی طرف آتا ہے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے۔ فرمایا گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ لا شریک لہ ہے اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نے کہا کوئی آپ کی شہادت دیتا ہے جو آپ نے فرمایا یہ ببول کا درخت جو وادی کے کنارے کھڑا ہے۔ تب وہ زمین چیرتا آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور اس سے آپ نے تین مرتبہ شہادت دلوائی تو اس نے ویسے ہی کہا جیسا آپ نے فرمایا۔ پھر وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نشانی مانگی۔ آپ نے فرمایا وہ سامنے کے درخت سے کہو کہ تجھ کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ درخت اپنی داہنی اور بائیں اور آگے پیچھے ہلا اور اسکی جڑیں ٹوٹیں پھر زمین چیرتا شاخوں کو گھسیٹتا تیز حاضر آیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ السلام علیك یا رسول اللہ اعرابی نے کہا اسکو حکم دیجئے کہ اپنی جگہ چلا جائے پس وہ واپس ہوا اور اسکی جڑیں زمین میں داخل ہو گئیں اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اعرابی نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں فرمایا اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے

تو البتہ میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اعرابی نے کہا مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے دست مبارک اور پائے اقدس کو بوسہ دوں تو اسکو اس کی اجازت دیدی

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی صحیح طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قضائے حاجت کے لیئے تشریف لیگئے تو کوئی ایسی جگہ نہ دیکھی کہ جہاں پردہ ہوتا۔ وادی کے کنارے دو درخت نظر آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں میں سے ایک کے پاس گئے۔ اور اسکی ایک ٹہنی پکڑ کر فرمایا فرمانبردار ہو جا مجھ پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے تو وہ آپ کے ساتھ چلا۔ اسطرح پر جیسے کوئی اونٹ کو نکیل ڈالکر لیجاتا ہے۔ اور بیان ہے کہ آپ نے دوسرے درخت کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جب یہ دونوں نصف راہ طے کر کے درمیان میں پہنچے تو آپ نے فرمایا اللہ کے حکم سے مجھ پر دونوں مل جاؤ۔ پس وہ دونوں مل گئے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے جابر! اس درخت سے کہو کہ تجھ سے رسول اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے ساتھی درخت سے مل جائے تاکہ میں تمہارے پیچھے بیٹھوں تو میں نے ایسا کیا اور چلا یہانتک کہ وہ اپنے ساتھی سے جا ملا۔ تو آپ (قضائے حاجت) کیلئے ان دونوں کے پیچھے بیٹھے۔ اور میں جلدی سے نکل آیا۔ اور بیٹھ کر دل میں سوچنے لگا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے سے تشریف لا رہے تھے۔ اور وہ دونوں درخت جدا ہو کر ہر ایک اپنی جگہ پہ جا کھڑا ہوا تھا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑا سا توقف فرمایا۔ اور اپنے سر سے داہنے اور بائیں جانب اشارہ کیا۔

اسامہ بن زید اسی کے مثل روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں فرمایا کیا تم ایسی جگہ پاتے ہو جہاں اللہ کا رسول قضائے حاجت کرے۔ میں نے عرض کیا یہ وہ وادی ہے۔ جہاں لوگوں کی گزرگاہ ہے۔ فرمایا کیا کوئی درخت یا پتھر دیکھا ہے۔ عرض کیا ہاں آمنے سامنے چند درخت دیکھے ہیں۔ فرمایا جاؤ اور ان درختوں سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قضائے حاجت کے لئے آئیں۔ اور یہی بات کنکریوں سے کہو تو میں نے ان سے جا کر یہی کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ بلاشبہ میں نے دیکھا کہ درخت ایک دوسرے کے ہو کر مجتمع ہو گئے اور کنکریاں بھی دوڑ کر ایک دوسرے پر پیوستہ ہو گئیں پس جب آپ نے قضائے حاجت فرمالی تو مجھ سے فرمایا ان سے کہو چلے جائیں۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بلاشبہ میں نے دیکھا کہ وہ درخت اور کنکریاں جدا ہو کر اپنی اپنی جگہ چلی گئیں۔ یعلی بن سیابہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک سفر میں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس کے بعد انہوں نے ان دونوں حدیثوں کے مثل بیان کیا اور کہا کہ آپ نے دو چھوٹے چھوٹے کھجوروں کے درختوں کو حکم دیا وہ مل گئے۔ اور ایک روایت میں دو بڑی کھجوروں کے درخت آیا ہے۔ غیلان بن سلمہ ثقفی کی روایت اس کے مثل ہے۔ اور اس میں دو درختوں کا ذکر ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے غزوۂ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل بیان کیا۔ یعلی بن مرہ بن سبابہ سے بھی ہے۔ انہوں نے بہت سے معجزات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے دیکھکر بیان کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ بڑا درخت یا کیکر کا درخت آیا اور آپ کے گرد چکر لگایا پھر اپنی جگہ لوٹ گیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے اپنے رب سے اجازت مانگی تھی کہ وہ مجھ پر سلام عرض کرے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ ایک درخت نے خبر دی کہ ایک رات جن نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ وہ آپ سے قرآن کریم سنے۔ مجاہد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں ذکر کیا کہ جنات نے کہا آپ کی کون شہادت دیتا ہے۔ فرمایا یہ درخت، اے درخت چلا آ۔ تو وہ درخت بڑی آواز کے ساتھ جڑوں کیساتھ چلا آیا اور پہلی حدیث کی مثل یا اس جیسی بیان کی۔ قاضی ابوالفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ ابن عمر، بریدہ، جابر، ابن مسعود، یعلی بن مرہ، اسامہ بن زید، انس ابن مالک، علی ابن ابی طالب اور ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم کا اس باب میں نفس حدیث اور معنی حدیث میں اتفاق ہے۔ اور ان سے کئی گنا تابعین اور تبع تابعین نے روایتیں کی ہیں۔ تو یہ حدیثیں جیسی بھی تھی شہرت کے اعتبار سے سے قوی ہوگئیں۔

ابن فورک نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ طائف میں غنودگی کی حالت میں چلے آپ کے سامنے بیری کا درخت آگیا۔ تو اس کے دو ٹکڑے ہوگئے یہانتک کہ آپ ان کے درمیان گزر گئے وہ درخت دونوں پر اس وقت تک موجود ہے۔ وہ جگہ معروف اور معظم ہے۔

اس بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جبریل علیہ السلام نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین دیکھکر عرض کیا گیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی معجزہ دکھاؤں فرمایا ہاں! پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی کے سبع ایک درخت پر نظر ڈالی جبریل نے عرض کیا اس درخت کو بلائیے تب وہ چلکر آیا یہانتک کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا پھر کہا اسکو حکم دیجئے کہ لوٹ جائے چنانچہ وہ اپنی جگہ چلا گیا۔ حضرت علی سے اس طرح مروی ہے۔ مگر انھوں نے اسمیں جبریل کا ذکر نہیں کیا۔ آپ نے کہا اے خدا مجھے کوئی ایسی نشانی دیکھا کہ جو میری تکذیب کرے اس کے بعد اسکو بھی ماننے بغیر چارہ کار نہ رہے۔ اس کے بعد آپ نے درخت کو بلایا اور اس کی مثل حدیث کی اور آپ کا غمگین ہونا اپنی قوم کی تکذیب اور طلب معجزہ پر تھا نہ کہ اپنے لئے تھا۔ ابن اسحاق نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ کو اس قسم کے معجزے دکھائے۔ ایک درخت آپ نے بلایا وہ آیا یہاں تک کہ آپ کے سامنے ٹھیرا رہا۔ پھر فرمایا واپس جا تو وہ لوٹ گیا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کا شکوہ اپنے رب سے کیا۔ کہ وہ لوگ خوف دلاتے ہیں۔ اور ایسے معجزے کا سوال کیا جس سے آپ جان لیں کہ آپ کو کوئی خوف نہیں ہے .... تو اللہ نے آپ کو وحی فرمائی کہ آپ فلاں وادی میں جس میں درخت ہے جائے اور اسکی ٹہنی پکڑ کر بلائیے وہ آپ کے پاس آئے گا۔ تو آپ نے ایسا کیا پس وہ زمین پر خط کھینچتا آیا یہانتک کہ آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے جبتک خدا نے چاہا روکے رکھا۔ آپنے فرمایا لوٹ جا جہاں سے آیا ہے پس لوٹ گیا۔ پھر آپنے عرض کیا کہ اے رب میرا نے جان لیا کہ مجھے کوئی خوف نہیں ہے اسی کے مثل حضرت عمرو سے مروی ہے۔ اور وہ اسمیں بیان کرتے ہیں کہ مجھ کو ایسی نشانی

دیکھا کہ اس کے بعد جو میری تکذیب کرے اسکو تردد نہ رہے اور یہ ذکر کیا اسکی مثل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا کیا تو دیکھتا ہے کہ اگر میں اس کھجور کی ٹہنی کو بلاؤں تو تو اسکی گواہی دیگا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا ہاں تو آپ نے اسکو بلایا تو وہ درخت دوڑتا آیا پھر فرمایا لوٹ جا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ ترمذی نے اسکی تخریج کی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

فصل شانزدہم

کھجور کی ٹہنیوں کا رونا کھجور کے ستونوں کے رونے کی خبر دل کو یہ حدیثیں قوی کرتی ہیں، چونکہ یہ خبر بذاتہٖ مشہور و معروف خبر متواتر کی حد میں ہے۔ اور اہل صحاح نے اسکی تخریج کی ہے۔ اور یہ کہ دس سے زائد صحابہ نے اسکو بیان کیا ہے۔ ان میں سے حضرت ابی بن کعب، جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مسجد (نبوی) کھجور کے ستونوں پر مسقف تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ تو ان میں سے ایک ستون سے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔ پھر جب آپ کے لئے ممبر بنایا گیا تو ہم نے اس ستون سے ایسی آواز سنی جیسے اونٹنی بچہ جنتے وقت روتی ہے، حضرت انس کی روایت میں ہے۔ کہ اس کے رونے سے مسجد میں ہلچل مچ گئی۔ اور سہل کی روایت میں ہے کہ کثرت سے لوگ رونے لگے۔ جب اسکو انہوں نے روتے دیکھا اور مطلب وابی کی روایت میں ہے۔ کہ وہ ستون اتنا رویا کہ وہ پھٹ گیا، یہانتک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست مبارک اس پر رکھا۔ وہ خاموش ہوا۔ دوسرے نے اتنا زیادہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اپنا دست مبارک اسپر رکھا۔ وہ خاموش ہوا۔ دوسرے نے اتنا زیادہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ذکر سے

محروم ہونے کی وجہ سے روتا ہے۔ ایک نے اتنا اضافہ کیا کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میں اسکو نہ لپٹاتا تو قیامت تک ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں وہ روتا رہتا۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اسکو ممبر کے نیچے دفن کر دیا جائے۔ اسیطرح مطلب، سہل بن سعد اور اسحٰق کی حدیث میں حضرت انس سے مروی ہے۔ اور بعض روایتوں میں سہل سے مروی ہے کہ اسکو ممبر کے نیچے دفن کر دیا گیا یا چھت میں لگا دیا گیا۔ ابی کی حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو اس کے پاس پڑھتے۔ پس جب کی دوبارہ تعمیر کی گئی تو اسکو ابی نے لیلیا وہ اسی کے پاس رہا۔ یہانتک کہ زمین نے اسکو کھالیا، اور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اسفرائنی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنی طرف بلایا تو وہ زمین چیرتا آیا آپ نے اسکو لپٹا لیا۔ پھر آپ نے حکم دیا تو وہ اپنی جگہ چلا گیا۔

بریدہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر چاہے تو میں تجھے اس باغ میں لوٹا دوں جہاں تو تھا تیری شاخیں اُگ آئینگی تیری پوری نگہداشت ہوگی تیری پتیاں اور پھل پیدا ہو جائینگے، اور اگر تو چاہے تو میں تجھے جنت میں بودوں کہ اس میں تیرے پھل میری جانب سے اولیاء اللہ کھائیں اور میں ایسی جگہ ہوں گا جہاں کوئی خطرہ نہیں، پھر آپ نے اور آپ کے نزدیکی صحابہ نے سنا اس کے بعد آپ نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا۔ پھر فرمایا دار فنا پر اُس نے دار بقا کو پسند کیا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب اس حدیث کو بیان کرتے تو رو پڑتے اور فرماتے اے اللہ کے بندو! لکڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسی اشتیاق میں جو آپ کی نزدیکی میں حاصل تھا۔ اس کا آرزومند ہوا۔ اب تم اس سے زیادہ حق رکھتے ہو کہ آپ کے لقا کا شوق کرو۔ اسکو روایت کیا حفص بن عبید اللہ نے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ عبید اللہ بن حفص اور ایمن وا ابونضرہ اور ابن مسیب و سعید بن ابی کرب اور کریب وابو صالح نے بھی روایت کیا ہے۔ اور حضرت انس ابن مالک سے اسکو روایت کیا حسن ، ثابت ، اسحق ابن ابی طلحہ نے۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نافع وابو حیۃ نے روایت کیا۔ اور ابونضرہ وابوداک نے حضرت ابی سعد سے اور عمارہ بن ابی عمار سے انہوں نے ابن عباس سے اور ابوحازم و عباس بن سہل نے سہل بن سعد سے اور کثیر بن زید نے مطلب سے ان لوگوں نے روایت کیا جن کا ہم نے ذکر کیا اور ان کے سوا ان سے کئی گنا تابعین نے روایت کی ہے۔ جن کا ہم نے ذکر نہیں کیا اس باب میں ان چند گنتی کے سوا مزید علم بھی حاصل ہو سکتا ہے جو تلاش و محنت کرے اللہ تعالیٰ درستی پر ثابت قدم رکھنے والا ہے۔

فصل ہفت دہم

جمادات میں معجزہ اسی طرح ہر قسم کے جمادات میں آپ کے معجزات مروی ہیں چنانچہ

حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بالاسناد حدیث روایت کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے درانحالیکہ وہ کھایا جارہا ہوتا اور دوسری روایت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھایا کرتے اور اسکی تسبیح سنا کرتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹھی میں کنکریاں پکڑیں تو وہ آپ کے دست مبارک میں تسبیح کرنے لگیں یہاں تک کہ ہم نے تسبیح کو سنا۔ پھر انکو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں

دے دیا تو تسبیح کرتی ہی نہیں پھر ہمارے ہاتھ میں دے دیں تو انہوں نے تسبیح بند کردی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اسی کی مثل روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ کنکریوں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تسبیح جاری رکھی۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے۔ تو آپ مکہ کے کسی گوشہ میں تشریف لیگئے تو کوئی درخت دپہاڑ ایسا نہ تھا جس نے آپکو السلام علیک یارسول اللہ نہ کہا ہو (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت جابر بن سمرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مکہ میں اس پتھر کو جانتا ہوں جو مجھ پر سلام پیش کرتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ حجر اسود ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جب میرے پاس جبریل علیہ السلام پیغام رسالت لائے۔ تو کوئی پتھر اور درخت ایسا نہ تھا جو السلام علیکم یارسول اللہ نہ کہتا ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ آپ جس پتھر اور درخت پر سے گزر فرماتے تو وہ آپ کو سجدہ کرتا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اور ان کے بیٹوں پر اپنی چادر ڈالی، اور ان کے لئے دوزخ سے پناہ کی دعا مانگی جیسا کہ اسوقت چادر میں پناہ دی تو گھر کے ہر در وبام سے آمین، آمین کی آواز آئی۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام ایک طباق جسمیں انار و انگور تھا۔

لائے۔ تو آپ نے اس سے کھایا تو اس نے تسبیح کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم جبل احد پر جب چڑھے تو اس نے حرکت کی تب آپ نے فرمایا اے اُحد ٹھیر جا۔ کیا نہیں دیکھتا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں اور اسی کے مثل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کوہ حرا کے واقعہ میں مروی ہے۔ اور اتنا انہوں نے زیادہ کیا کہ آپ کے ساتھ حضرت علی، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ فرمایا خبردار تجھ پر نبی ہے یا صدیق یا شہید۔

اور حدیث حراء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ دس صحابہ تھے۔ اور میں بھی ان میں تھا، اور انہوں نے عبدالرحمٰن اور سعد کا اضافہ کیا۔ اور کہا کہ میں دو صحابی کو بھول گیا، اور سعید بن زید کی حدیث میں بھی اسی کے مثل مروی ہے۔ اور انہوں نے اس کو بیان کیا اور اپنا اضافہ کیا۔

یقیناً ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ جب قریش نے آپ کو تلاش کیا تو آپ سے کوہ ثبیر نے کہا یا رسول اللہ مجھ پر سے اتر جائیے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ کو میری پشت پر یہ لوگ قتل نہ کر دیں پھر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے اس وقت کوہ حرا نے کہا یا رسول اللہ میری طرف تشریف لائیے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تلاوت فرمائی۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ (پ ۲۴ ع ۴) یعنی کفار نے اللہ کی قدر جیسا اس کا حق تھا نہ کی۔ پھر آپ نے فرمایا جبار اپنی بزرگی بیان فرماتا ہے کہ میں جبار ہوں میں جبار ہوں۔ میں بہت بڑی شان والا ہوں تو منبر کانپنے لگا حتی کہ ہمیں گمان ہوا کہ آپ اس سے گر نہ جائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ خانہ کعبہ کے گرد اگرد تین سو ساٹھ ۳۶۰ بت نصب تھے جن کے پاؤں پتھروں میں رانگ سے جما دیئے گئے تھے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپ نے اپنے ہاتھ کی لکڑی سے اشارہ کیا درانحالیکہ انکو چھوتے نہ تھے۔ اور فرماتے جاتے جاء الحق وزھق الباطل الآیۃ (پ ۱۵ ع ۹) یعنی حق آیا اور باطل بھاگا۔ تو آپ جس بت کے چہرے کی طرف اشارہ فرماتے وہ پیٹھ کے بل گر پڑتا۔ اور جسکی پیٹھ کی طرف اشارہ کرتے وہ منہ کے بل گر پڑتا۔ یہاں تک کہ ایک بت بھی باقی نہ رہا۔ اور اسی کے مثل حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ آپ نیزہ انکو مارتے اور فرماتے جاتے حق آگیا اب باطل نہ ظاہر ہوگا۔ اور نہ لوٹے گا اور اسی قبیل سے وہ حدیث ہے جو ابتدائے امر میں راہب کے ساتھ ہے۔ جب آپ اپنے چچا کیساتھ بغرض تجارت تشریف لے گئے تھے تو ایک راہب تھا جو کسی کے لیئے نہیں نکلتا تھا۔ اب وہ نکلا اور ان کے درمیان آگیا حتی کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر کہا آپ سید العالمین ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو رحمۃ للعالمین مبعوث فرمائے گا۔ اس وقت قریش کے صنادید نے کہا تم کو کیسے معلوم ہوا اس نے کہا کہ کوئی درخت و پتھر ایسا نہیں جو آپ کو سجدہ کرتا نہ گرا ہو۔ حالانکہ وہ نبی کے سوا کسی کو سجدہ کرتے ہی نہیں اور سارا قصہ بیان کیا۔ پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ درانحالیکہ بادل آپ پر سایہ کر رہا تھا۔ پھر جب آپ قوم کے نزدیک ہوئے تو انہوں نے پایا کہ وہ درخت کے سایہ کی طرف بڑھ رہے ہیں پھر جب آپ نے جلوس فرمایا تو وہ بادل کا سایہ آپ پر جھک گیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

فصل ہیژدہم (۱۸)

حیوانات میں آپ کے معجزات

حدیث: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایک بکری تھی جس وقت ہمارے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تو وہ سکون کے ساتھ اپنی جگہ ٹھہری رہتی۔ نہ وہ آتی نہ جاتی اور جب آپ باہر تشریف لیجاتے تو وہ آتی اور جاتی (یعنی پریشان کرتی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک اعرابی گوہ کا شکار لیکر آیا اس نے پوچھا آپ کون ہیں۔ صحابہ نے کہا آپ اللہ کے نبی ہیں۔ تو اس نے کہا قسم ہے لات وعزی کی (یہ دونوں عرب کے بڑے بتوں کا نام ہے) میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ مگر یہ گوہ ایمان لے آئے اور اس گوہ کو آپ کے سامنے پھینکدیا تب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گوہ تو اُس نے کھلی زبان میں آپ کو جواب دیا اور تمام لوگوں نے اسکو سُنا۔ لبیک وسعدیک یا زین من وافی القیمۃ یعنی حاضر ہوں، موجود ہوں اے زینت ان لوگوں کی جو قیامت کی طرف آنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو کسکو پوجتی ہے۔ گوہ نے جواب دیا اس ذات کو جس کا عرش آسمان میں ہے جسکی سلطنت زمین میں ہے۔ جس کا راستہ سمندر میں ہے۔ جسکی رحمت جنت میں اور دوزخ میں اس کا عتاب ہے۔ آپ نے فرمایا میں کون ہوں اس نے کہا آپ رب العلمین کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ بلاشبہ وہ بھلائی پر ہے۔ جس نے آپ کی تصدیق کی اور وہ نقصان میں ہے جس نے آپ

کی تکذیب کی پھر تو اعرابی مسلمان ہوگیا۔ اسی قبیل سے بھیڑیئے کے کلام کرنے کا مشہور قصہ ہے۔ جو ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ تو ایک بکری کے سامنے بھیڑیا آگیا۔ تو اس نے اس سے بکری چھین لی۔ پھر بھیڑیا الگ ہوکر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اور چرواہے سے کہا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ تو میرے اور میرے رزق کے درمیان حائل ہوگیا چرواہے نے کہا تعجب ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی بولی میں کلام کرے۔ اس وقت بھیڑیئے نے کہا کیا میں تجھ کو اس سے زیادہ تعجب خیز بات نہ بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ٹیلوں کے درمیان لوگوں کو گزری ہوئی غیبی خبریں بتا رہا ہے۔ تب وہ چرواہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسکی خبر دی اس پر آپ نے فرمایا کھڑے ہوکر لوگوں کو یہ بات بتا دے۔ پھر فرمایا اس نے سچ کہا۔ آخر حدیث تک۔ اسمیں ایک قصہ ہے اور بعض حدیث لمبی ہے۔

بھیڑیئے کی حدیث کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا گیا ہے۔ اور بعض سندوں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بھیڑیئے نے کہا تو بہت عجیب ہے کہ تو اپنی بکریوں پر کھڑا ہے اور ایسے نبی کو چھوڑے ہوئے ہے جسکو اللہ نے آپ سے بڑھ کر مرتبہ میں کبھی کسی نبی کو نہ بھیجا بیشک ان کے لیئے جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اور جنت کے رہنے والے ان کے اصحاب کو لڑتا دیکھ رہے ہیں۔ اور تیرے اور ان کے درمیان صرف یہ گھاٹی حائل ہے۔ اب تو بھی اللہ کے لشکروں میں سے ہوجا۔ چرواہے نے کہا میری بکریوں کا کون محافظ ہے۔ بھیڑیئے نے کہا میں انکو چراتا ہوں، یہانتک کہ تو واپس آئے۔ تو اس نے اپنی بکریاں اس کے سپرد کر کے چلا گیا۔ اور اس کا قصہ بیان کیا اور اس کا اسلام لانا اور حضور کا

پایا کہ آپ جہاد کر رہے تھے۔ اس وقت اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اپنی بکریاں گن لے انکو پورا پائیگا۔ تو اس نے ایسا ہی پایا اور بھیڑیئے کے لیئے ان میں سے ایک بکری ذبح کردی۔ اُہبان بن اوس سے مروی ہے۔ وہی اس قصہ کے صاحب تھے۔ وہ اسکو بیان کرتے اور بھیڑیئے کی باتیں ذکر کرتے تھے۔ سلمہ بن عمر بن الکوع سے بھی مروی ہے۔ وہی اس قصہ کے صاحب تھے۔ وہ اسکو بیان کرتے اور بھیڑیئے کی باتیں ذکر کرتے تھے۔ سلمہ بن عمر بن اکوع سے بھی مروی ہے۔ وہ بھی صاحب قصہ تھے۔ اور ان کے اسلام کا سبب ابی سعید رضی اللہ عنہ کے مثل حدیث بنی ہے۔ اسی طرح ابن وہب نے روایت کیا ہے کہ ابی سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کا قصہ بھیڑیئے کے ساتھ ہوا ہے۔ ان دونوں نے اسکو پایا کہ ایک ہرن پکڑنے کا ارادہ کیا وہ ہرن حرم میں داخل ہوگیا تو بھیڑیا لوٹ گیا۔ دونوں نے اس سے تعجب کیا۔ بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تمکو جنت کی طرف بلاتے ہیں۔ اور تم انکو دوزخ کیطرف بلاتے ہو۔ ابو سفیان نے کہا قسم ہے لات وعزیٰ کی اگر تو نے اس کا مکہ میں تذکرہ کیا ہوتا تو ضرور اہل مکہ خالی گھر کر دیتے (اور مدینہ چلے جاتے) اسی طرح ایک خبر مروی ہے کہ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ ہوا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے بت ضمار کے کلام کرنے تعجب کیا کہ اس بت نے اشعار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا تھا تو اس وقت ایک پرندہ اترا اور کہا اے عباس ضمار کے کلام کرنے سے تعجب کر رہے ہو اور اپنے نفس پر تعجب نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسلام کی دعوت دیں اور تم بیٹھے رہو۔ یہی واقعہ آپ کے اسلام لانے کا سبب بنا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ایک مرد سے روایت کرتے ہیں کہ کہ وہ آپ کی خدمت میں آیا اور آپ پر ایمان لایا درانحالیکہ آپ خیبر کے ایک قلعہ میں تشریف فرما تھے۔ اور وہ مرد بکریوں کے ریوڑ میں تھا جو اہل خیبر کی بکریاں چراتا تھا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ بکریوں کا کیا ہوگا۔ فرمایا ان کے منہ میں کنکریاں بھر دے اللہ تعالیٰ بہت جلد تجھ سے تیری امانت ادا کرا دیگا اور ان کے مالکوں کی طرف بھیج دے گا۔ تو اسے ایسا ہی کیا تو ایک ایک کر کے ساری بکریاں ان کے مالکوں کے گھر چلی گئیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت ابوبکر و عمر اور ایک اور انصاری مرد رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ اور باغ میں ایک بکری تھی۔ تو اس نے آپ کو سجدہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس سے زیادہ ہم مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ آخر حدیث تک۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ تو ایک اونٹ آیا اس نے آپ کو سجدہ کیا اور اسی طرح بیان کیا۔ اور اسی طرح اونٹ کے بارے میں حضرت ثعلبہ بن مالک اور جابر بن عبداللہ اور یعلی بن مرہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ہر ایک بیان کرتا ہے کہ جو بھی باغ میں داخل ہوتا وہ اونٹ اس پر حملہ کرتا۔ لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے تو اسکو چمکارا اور اس نے اپنے ہونٹ زمین پر رکھ دیئے اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کے نکیل ڈالدی۔ اس وقت فرمایا آسمان و زمین کے درمیان کوئی چیز ایسی نہیں مگر یہ کہ وہ جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے نافرمان جنات و انسان

کے۔ اسی طرح عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے مروی ہے۔

اونٹ کے بارے میں دوسری حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کا حال لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس کے ذبح کرنے کا قصد کر رہے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان سے فرمایا اونٹ نے کام کی زیادتی اور چارہ کی کمی کی شکایت کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے مجھے شکایت کی ہے کہ تم اسکو بچپنے سے سخت سے سخت کام لینے کے بعد اب ذبح کرنے کا ارادہ کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء کے کلام کرنے کے قصہ میں مروی ہے کہ اس نے آپ سے اپنا حال عرض کیا اور یہ کہ چرنے میں اسکی طرف دوسرے جلدی کرتے ہیں۔ اور وحشی جانور کنارہ کش ہو کر کہتے ہیں کہ تو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی ہے۔ وہ اونٹنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کھانا پینا چھوڑ کر (غم میں) مر گئی۔ اسفرائنی نے اسکو بیان کیا ہے۔

ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن مکہ مکرمہ کے کبوتروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا تھا۔ آپ نے ان کو دعائے برکت دی تھی۔

حضرت انس اور زید بن ارقم اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے (بوقت ہجرت) غار والی رات میں ایک درخت کو حکم دیا کہ آپ کے (غار) کے سامنے وہ اگے اور آپ کو ڈھانک لے اور کبوتروں کے ایک جوڑے کو حکم دیا تو وہ غار کے کنارے بیٹھ گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مکڑی (عنکبوت) کو حکم دیا کہ وہ غار کے دہانہ پر جالا تن دے جس وقت آپ کے تلاش کرنے والے آئے اور انہوں نے اسکو دیکھا تو کہنے لگے۔ اگر اس میں کوئی ہوتا تو اس کے دہانے پر کبوتروں کا جوڑا

نہ ہوتا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گفتگو سُن رہے تھے۔ تو وہ لوٹ گئے۔

حضرت عبداللہ بن قرط سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانچ یا چھ یا ساتھ اونٹ لائے گئے تاکہ عید قربان کے دن آپ انکو ذبح فرمائیں۔ تو ان میں سے ہر ایک کوشش کرتا تھا کہ آپ پہلے اسے ہی ذبح کریں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحرا میں تشریف فرما تھے۔ تو ایک ہرنی نے آپ کو ندا دی یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا بات ہے۔ اس نے کہا اس اعرابی نے مجھ کو شکار کر لیا حالانکہ میرے اس پہاڑ پر دو بچے ہیں تو آپ مجھے آزاد کرا دیجئے تاکہ جا کر دودھ پلا آؤں۔ آپ نے فرمایا کیا تو ایسا کرے گی۔ ہرنی نے کہا ہاں! تو آپ نے اسے چھوڑ دیا تو وہ گئی اور واپس آگئی آپ نے اُسے باندھ دیا۔ اتنے میں اعرابی جاگ گیا اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ کو اسکی ضرورت ہے۔ فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ وہ دوڑتی ہوئی جنگل میں چلی گئی۔ اور کہتی جا رہی تھی کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ و انک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اور اس باب میں یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سفینہ کو شیر نے گھیر لیا جبکہ آپ نے انکو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف یمن بھیجا تھا۔ جب وہ شیر کے سامنے ہوئے تو اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور آپ کا خط ساتھ ہے۔ تو اس نے کندھے ہلائے۔ اور راستہ پر لگا دیا۔ مصرف میں اسکی مثل تذکرہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کشتی ٹوٹ گئی تھی۔ تو وہ ایک ایسے جزیرے کی طرف نکل گئے جس میں شیر تھا تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں تو اس نے اپنے کندھوں سے اشارہ کیا یہاں تک کہ مجھے راستہ پر

لا کھڑا کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کی ایک بکری کے کان اپنی دونوں انگلیوں سے پکڑے پھر اسکو چھوڑ دیا تو وہ اس کی علامت بن گئی۔ اور یہ علامت اس میں اور اسکی نسل میں بعد کو پیدا ہو گئی۔

ابراہیم بن حماد سے ان کی سند کیساتھ مروی ہے کہ ایک گدھے نے آپ سے کلام کیا جبکہ آپ نے اسکو خیبر میں پایا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا تیرا کیا نام ہے اس نے کہا یزید بن شہاب! پھر آپ نے اس کا نام یعفور رکھا۔ آپ اسکو اپنے صحابہ کے گھروں میں بھیجتے تھے۔ اور وہ ان کے دروازوں پر سر مارتا اور انکو بلاتا تھا۔ آپ کے وصال کے بعد وہ چیختا چلاتا کنوئیں میں گر کر مر گیا۔

حدیث میں مروی ہے کہ ایک وحشی نے آپ کی خدمت میں گواہی دی تھی کہ اس کے مالک نے اسکو چرایا نہیں بلکہ (جائز طریقہ پر) اُسکی ملک ہے۔

اور حدیث میں مروی ہے کہ ایک بکری آپ کی خدمت میں آپ کے لشکر میں آئی اور صحابہ پیاسے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ایسی جگہ پڑاؤ نہیں کیا تھا جو پانی کی جگہ ہوتی اور وہ تین سو افراد تھے۔ تو آپ نے اس کا دودھ دوہا۔ اور تمام لشکر کو اس سے سیراب کیا۔ آپ نے رافع سے فرمایا تو اس کا مالک بن۔ لیکن میں تجھ کو ایسا دیکھتا نہیں تو رافع نے اسکو باندھ لیا پھر جو دیکھا تو وہ کھلکر کہیں چلی بھی گئی۔ اس حدیث کو ابن قانع وغیرہ نے بھی روایت کیا اور اس میں ہے کہ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اُسے لایا تھا وہی اسکو لے گیا۔

ایک سفر میں جب آپ نماز کو کھڑے ہوئے تو اپنے گھوڑے سے فرمایا

خدا تجھ کو برکت دے جب تک ہم نماز سے فارغ نہ ہو جائیں نہیں چنانچہ آپ اس کو (مثل سترہ) موضع سجود کے آگے کھڑا کر دیا تو اس نے اپنے کسی عضو کو حرکت تک نہ دی یہاں تک کہ آپ نماز سے فارغ ہوئے اسی کے ساتھ وہ روایت ہے جسکو واقدی نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے قاصدوں کو بادشاہوں کے پاس بھیجا اور ایک دن ان میں چھ قاصد روانہ کئے جب انہوں نے صبح کی تو ان میں ہر ایک اسی زبان میں بات کرتا تھا جس قوم کے بادشاہ کی طرف اسکو بھیجا گیا تھا اس باب میں بکثرت احادیث مروی ہیں ہم ان میں سے صرف وہ مشہور حدیثیں لائے ہیں جنکو ہمارے ائمہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

فصل نوازدہم ۱۹

مردوں کو زندہ کر کے ان سے کلام فرمانا، چھوٹے بچوں اور شیر خوار بچوں سے کلام کرنا اور ان سے اپنی نبوت کی شہادت دلوانا۔

حدیث شاۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے خیبر میں ایک بھنی ہوئی بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خاص طور پر ہدیۃً بھیجی، تو آپ نے اور آپ کے صحابہ نے اس میں سے کھایا۔ دوران طعام آپ نے فرمایا اپنے اپنے ہاتھ کھینچ لو اس نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ زہریلی ہے۔ اور اس زہر کے اثر سے بشر ابن براء فوت ہو گئے۔ آپ نے یہودیہ سے پوچھا تجھ کو اس پر کس نے برانگیختہ کیا اس نے کہا اگر آپ نبی ہیں تو میرے اس زہر آلودہ بکری سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو میں آپ سے لوگوں کو نجات دلاؤں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا چنانچہ وہ (بشر ابن براء کے قصاص میں) قتل کر دی گئی۔ اس حدیث کو حضرت انس نے

بھی روایت کیا ہے۔ انہیں ہے کہ اس یہودیہ نے کہا میں نے آپ کے شہید کرنے
کا ارادہ کیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہرگز ایسا ہی نہیں کرےگا تم کو اس پر
قدرت دے صحابہ نے عرض کیا ہم اسکو قتل کر دیں فرمایا نہیں! اور ایسا ہی حضرت
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے وہب کے سوا دوسری روایت میں مروی ہے کہ آپ نے
فرمایا اس کے درپے نہ ہو۔ اور یہ جابر بن عبداللہ سے بھی مروی ہے انہیں ہے کہ
مجھ کو اس بکری کی کلائی نے خبر دی ہے اور فرمایا اسکو سزا نہ دو۔ اور حسن کی روایت
میں ہے کہ اسکی ران نے کہا کہ وہ مسموم ہے۔ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی روایت
میں ہے کہ اس بکری نے کہا میں زہر آلود ہوں۔ اسی طرح ابن اسحاق کی حدیث میں ہے
کہ اسمیں مذکور ہے کہ اسکو چھوڑ دیا گیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث
میں ہے کہ میں ہمیشہ اس زہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہات (حلق کا کوا)
میں پہچانتا رہا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس درد میں جسمیں آپ کا وصال ہوا فرمایا خیبر کا
وہ لقمہ بار بار ہمیشہ اپنا اثر دکھاتا رہتا ہے۔ پس اب وقت آگیا ہے کہ وہ
میری شاہ رگ کاٹ دے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا کہ مسلمان جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا وصال شہادت سے ہوا ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو نبوت عطا فرمائی۔

ابن سحنون کہتے ہیں کہ محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس یہودیہ کو قتل کرا دیا تھا جس نے آپ کو زہر دیا تھا بیشک
ہم نے اس بارے میں مختلف روایتیں بیان کر دی ہیں۔ جو حضرت ابوہریرہ
انس، جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
کی روایت میں ہے کہ اس یہودیہ کو بشر بن براء کے ورثاء کو سپرد کر دیا اُنہوں نے قصاص میں قتل کر دیا۔

اسی طرح اس شخص کے قتل میں اختلاف ہے جس نے آپ پر جادو کیا تھا۔ واقدی کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اسکو معاف کر دینے کی روایت زیادہ ثبوت کو پہنچتی ہے اور ان میں سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے اسکو قتل کرا دیا تھا۔ اور بزار نے ابی سعید سے حدیث روایت کی اور اس کے مثل بیان کیا۔ مگر یہ کہ اس کے آخر میں کہا کہ آپ نے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا بسم اللہ پڑھکر کھاؤ پس ہم نے بسم اللہ پڑھکر کھایا اور کسی کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔

قاضی ابو الفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ زہر آلودہ بکری کی حدیث کو اہل صحاح نے تخریج کی۔ اور اس حدیث کی ہمارے آئمہ نے جو تخریج کی ہے تو وہ مشہور حدیث ہے۔

آئمہ نظر کا اس باب میں اختلاف ہے۔ بعض کا مذہب ہے کہ یہ وہ کلام ہے جسکو اللہ تعالیٰ مردہ بکری اور پتھر و درخت میں پیدا فرمادیتا ہے اور وہ حروف و آواز ہیں کہ ان میں وہ پیدا کر دیتا ہے جو بغیر کسی اشکال اور نقل ہیئت کے ان سے مسموع ہوتی ہیں۔ یہی مذہب ہے شیخ ابو الحسن اور قاضی ابو بکر رحمہما اللہ کا۔ اور دیگر آئمہ نظر کا یہ مذہب ہے کہ ان میں پہلے نئی زندگی پیدا کی جاتی ہے پھر وہ کلام کرتے ہیں۔ ہمارے شیخ ابو الحسن رحمہ اللہ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایک میں احتمال ہے۔ واللہ اعلم۔ اس لئے کہ ہم وجود حروف و آواز کے لئے حیاۃ شرط نہیں کیونکہ کلام نفسی بغیر حیاۃ کے پایا نہیں جاتا۔ اس میں جبائی کا اختلاف ہے جو تمام متکلمین کے خلاف ہے۔ وہ کلام لفظی اور حروف و اصوات (آوازوں) کے وجود کو سوائے اس زندہ کے جو اس ترکیب سے مرکب ہے۔ کہ جس سے حروف و اصوات کیساتھ گویائی صحیح ہو محال کہتا ہے۔ اور اس نے کنگھی، اونٹ اور کلائی (ذراع) وغیرہ کے کلام کرنے میں التزام کیا ہے

وہ کہتا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے اسمیں حیات پیدا کی اور اسکو منہ اور زبان دی اور وہ آلات پیدا کیے جنسے وہ کلام کر سکے۔ اور اگر یہ بات یونہی ہوتی تو یقیناً اس کی نقل اور اس کا اہتمام تسبیح یا اس کے رونے کے اہتمام سے زیادہ تاکیدی ہوتا۔ حالانکہ اس بارے میں کسی مورخ و اہل سیر نے کچھ نقل نہ کیا۔ لہذا اس میں یہ دعوی ساقط الاعتبار ہے۔ اس کے باوجود غور و فکر کر لیسے اسکی ضرورت معلوم نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ ہی توفیق ہدایت فرمانیوالا ہے۔

وکیع نے شمر بن عطیہ سے مرفوعاً روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا جو جوان ہو گیا تھا۔ اور قطعاً کلام نہیں کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا میں کون ہوں؟ اس نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔

معرض بن معیقیب سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عجیب بات دیکھی کہ ایک بچہ جس دن وہ پیدا ہوا آپ کے پاس لایا گیا پہلی حدیث کے موافق بیان کیا۔ یہ حدیث مبارک یمامہ کی ہے۔ اور یہ حدیث اس کے راوی شاصونہ کے نام سے مشہور ہے۔ اسمیں ہے کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا اللہ تعالیٰ تجھکو برکت دے۔ پھر اس کے بعد اس بچہ نے جوان ہونے تک کوئی بات نہ کی۔ اور اس بچہ کا نام مبارک یمامہ رکھدیا گیا۔ یہ واقعہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر مکہ مکرمہ کا ہے۔

حضرت حسن سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور بیان کیا کہ اس نے ایک بچی فلاں جنگل میں چھوڑ دی تھی۔ تب آپ اس کے ساتھ اسطرف تشریف لے گئے۔ اور اسکو اس کے نام کے ساتھ پکارا اے فلانی! اللہ کے حکم سے میرا جواب دے۔ پس وہ یہ کہتی نکلی لبیک و سعدیک (حاضر ہوں! حاضر ہوں) آپ نے فرمایا تیرے ماں باپ تو دونوں مسلمان ہو گئے

اب اگر تو چاہتی ہے تو تجھ کو ان دونوں کی طرف لوٹا دوں۔ لڑکی نے کہا مجھے ان دونوں کی حاجت نہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو ان دونوں سے بہتر پایا ہے۔ (یہ خیال رہنا چاہیے کہ زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ مترجم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری جوان فوت ہو گیا اُسکی ایک اندھی بوڑھی ماں تھی ہم نے اس جوان کی تجہیز و تکفین کی اور اسکو تسلی دی اس بوڑھی نے کہا کیا میرا بیٹا مر گیا ہم نے کہا ہاں۔ بوڑھی نے کہا اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے رسول کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے کہ تو میری ہر مصیبت میں مدد کرے گا تو تو مجھے اس مصیبت کے بوجھ میں ہر گز نہ ڈالے گا۔ پھر کچھ دیر نہ گزری کہ جوان نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اس نے کھانا کھایا اور ہم نے بھی کھایا

عبداللہ بن عبید اللہ انصاری سے منقول ہے کہ میں ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے ثابت بن قیس بن شماس کو دفن کیا تھا اور وہ یمامہ میں شہید ہوا تھا جب ہم نے اسکو قبر میں اتارا تو وہ یہ کہہ رہے تھے۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول اور ابوبکر صدیق، عمر شہید، عثمان نیکوکار اور رحیم ہیں۔ پھر ہم نے جب غور سے دیکھا تو وہ مردہ تھے۔ حضرت نعمان بن بشیر سے منقول ہے کہ زید بن خارجہ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں مردہ ہو کر گر پڑے۔ ان کو اٹھایا گیا۔ اور کپڑا ڈال دیا گیا مغرب و عشاء کے درمیان جب عورتیں اس کے گرد بین (چیخنا چلانا) کر رہی تھیں تو یہ کہتے سنا خاموش ہو جاؤ، خاموش ہو جاؤ۔ اس وقت اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا گیا۔ تب اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول نبی امی اور خاتم النبیین ہیں۔ اور یہ بات پہلی کتابوں میں مکتوب ہے۔ پھر کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا، سچ فرمایا۔ اور اس نے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا۔ پھر کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر دوبارہ

وہ ایسے مردہ ہو گئے جیسے کہ تھے۔

فصل بستم (۲۰)

حدیث:۔ **بیماروں اور پرانے مریضوں کو تندرست کرنا۔** ابن قتادہ سے سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اور ایک جماعت صحابہ نے احد کا طویل قصہ بیان کیا اور ابن اسحاق نے کہا کہ ہمارے مشائخ مذکورین نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھکو ایسا تیر دیا کرتے کہ جس کا لوہا نہ ہوتا تھا۔ پھر فرماتے اسکو پھینکو (اور وہ تیر کام کرتا یہ آپکا معجزہ تھا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن اپنی کمان سے اتنے تیر چلائے کہ وہ ٹوٹ گئی۔ اور اس دن قتادہ یعنی ابن نعمان کی آنکھ میں تیر لگا۔ یہانتک کہ وہ حلقہ سے باہر نکل کر رخسار پر آپڑی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنے مقام پر لوٹادیا۔ تو وہ آنکھ دوسری سے بہت اچھی ہوگئی۔ عاصم بن عمر بن قتادہ اور یزید بن عیاض بن عمر بن قتادہ نے قتادہ کے قصّے کو بیان کیا اور ابوسعید خدری نے قتادہ سے روایت کی ذی قرد (مقام کا نام ہے) کے دن ابوقتادہ کے چہرہ پر جہاں تیر کا زخم تھا۔ لعاب دہن آپ نے لگایا۔ ابوقتادہ کہتے ہیں کہ مجھ پر نہ زخم کا اثر رہا اور نہ پیپ پڑی۔ نسائی نے عثمان بن حنیف سے روایت کی ایک نابینا (اندھے) نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میری آنکھوں کی روشنی کھول دے۔ آپ نے فرمایا جاؤ وضو کرکے دو رکعت نفل پڑھو اس کے بعد یہ دعا پڑھو۔

اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بنبی محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

بک الی ربك ان یکشف عن بصری اللهم شفعه فی | جو نبی رحمت ہیں کے ذریعہ متوجہ ہوتا ہوں اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے ذریعے

آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری روشنی کھول دے۔ اے خدا میرے حق میں آپ کی شفاعت قبول فرما۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ اس حال میں واپس آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں روشن کر دی تھیں۔

منقول ہے کہ ایک تیز بے باز کے لڑکے کو مرض استسقاء (جالندھر) ہو گیا تھا۔ تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا پھر آپ نے ایک مٹھی زمین کی مٹی لیکر اس پر تھوکا پھر اس کے قاصد کو دیدیا اس نے متحیر ہو کر لیا وہ گمان کرتا تھا کہ (معاذ اللہ) اس سے تمسخر کیا گیا ہے۔ تو وہ اس کو لیکر آیا۔ درانحالیکہ مریض قریب مرگ تھا۔ تو اسکو (گھولکر) پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکو تندرست کر دیا۔

عُقیلی نے حبیب ابن ذریک (جسکو فریک کہا جاتا ہے) سے روایت کی ہے کہ اس کے والد کی آنکھیں سفید ہو گئیں تھیں (یعنی پانی اتر کر روشنی جاتی رہی تھی) حتی کہ دونوں سے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں پھونک ماری (لعاب دہن ڈالا) تو وہ روشن (بینا) ہو گئیں۔ بدیں نے اسکو دیکھا کہ وہ سوئی میں ڈورا ڈال لیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کی عمر اسی سال کی تھی

کلثوم بن حصین کے گلے میں غزوۂ احد کے دن تیر لگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسمیں لعاب دہن لگا دیا وہ اسی وقت اچھے ہو گئے۔

عبد اللہ بن انیس کے زخم پر آپ نے لب مبارک رکھا یا تو اس کی پیپ جاتی رہی۔ (زخم اچھے ہو گئے)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں خیبر میں آپ نے لعاب دہن لگایا۔ درانحالیکہ انکی آنکھیں پُرآشوب تھیں تو انہوں نے صحت کیساتھ صبح کی۔
سلمہ بن اکوع کی پنڈلی کے زخم پر خیبر کے دن آپ نے لعاب دہن لگایا تو وہ اسی وقت اچھی ہوگئی۔

اور زید بن معاذ کے پاؤں میں اس وقت لعاب دہن لگایا جبکہ اُس نے ابن اشرف کو قتل کیا تھا۔ اور اُس نے ان کی ایڑی پر تلوار ماری تھی۔ تو وہ اسی وقت اچھے ہوگئے۔

علی بن حکم کی پنڈلی پر غزوۂ خندق کے دن جبکہ وہ ٹوٹ گئی تھی آپ نے لعاب دہن لگایا تو وہ اسی جگہ تندرست ہوگئے۔ اور اپنے گھوڑے سے اترے بھی نہیں۔

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے دعا مانگی اور کہا اے اللہ انکو شفا دے یا فرمایا انکو آرام دے۔ پھر آپ نے پائے اقدس سے ایک ضرب لگائی اس کے بعد کبھی انکو اس درد کی شکایت نہ ہوئی۔

معوذ بن عفراء (جو تیرہ ۱۳ سالہ مجاہد تھا) کا ہاتھ ابو جہل نے بدر کے دن کاٹ ڈالا تو وہ اپنا ہاتھ اٹھا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر لعاب دہن لگا کر جوڑ سے ملا دیا تو وہ جڑ گیا۔ اسکو ابن وہب نے روایت کیا۔ ان کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حبیب بن یساف کو بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے کندھوں پر تلوار کی ایک ضرب پڑی جس سے وہ لٹک گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقام پر لوٹا کر اس پر لعاب دہن لگا دیا حتی کہ بالکل تندرست ہوگیا

قبیلہ خشعم کی ایک عورت ایک بیمار بچے کو ساتھ لیکر خدمت میں حاضر ہوئی یعنی وہ کلام نہیں کرتا تھا۔ آپ نے پانی منگایا تو آپ نے پانی سے مونہہ دھو دیا اور اپنے دونوں دست مبارک دھو لیئے۔ پھر وہ پانی اسکو دیا اور اس کو بچے کے جسم پر ملنے کا حکم دیا۔ تو وہ بچہ اُسی وقت تندرست ہوگیا۔ اور عقل میں کم ہوگئی۔ اور دوسروں سے زیادہ عقلمند ہوگیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک عورت پاگل بچے کو لیکر آئی۔ آپ نے اسکے سینہ کو ملا۔ اسکو زور کی کھانسی آئی اور اس کے پیٹ میں سے کوئی ایسی چیز نکلی جو سیاہ کتے کے بچے کی مانند ہو اور بھاگ گئی۔ محمد ابن حاطب جب وہ بچہ تھا تو اس کے ہاتھ (کلائی) پر گرم ہانڈی لوٹ گئی تھی آپ نے اسکو دست مبارک سے مسح کیا۔ اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ اور اُس پر لب لگایا تو وہ اسی وقت اچھا ہوگیا۔

شرجیل جعفی کی ہتھیلی پر رسلی ہو گئی تھی جو تلوار اور گھوڑے کی لگام پکڑنے سے روکتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ سے اسکی شکایت کی تو آپ اپنے دست مبارک اس پر ملتے رہے یہانتک وہ جاتی رہی۔ اور اس کا کوئی نشان تک باقی نہ رہا۔

ایک لونڈی نے آپ سے اس وقت کھانا مانگا جبکہ آپ تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے اسکو اپنے آگے سے کھانا اُٹھا کر دینا چاہا۔ اسمیں چونکہ حیا کم تھی عرض کیا میری مراد یہ ہے کہ اپنے مونھ کا لقمہ مرحمت فرمادیں تو آپ نے وہی نکال کر عنایت فرما دیا۔ آپ کی عادت کریمہ ہی یہ تھی۔ آپ سے کوئی سوال کیا جائے آپ اسکو رد نہ فرماتے تھے۔ پس جب وہ لقمہ طیبہ اس کے پیٹ میں گیا۔ تو وہ ایسی حیادار بن گئی کہ مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر کوئی حیادار عورت نہ تھی۔

فصل ۲۱ لبستا وکیم

اجابت دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے قبول ہونے کا باب بہت وسیع ہے۔ اور لوگوں کے لیئے آپ کی دعائیں۔ ان کے نفع و نقصان میں تواتر کیساتھ ثابت ہیں۔ فی الجملہ یہ بدیہی و معلوم ہے۔

بلاشبہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے لیئے دعا فرماتے تو وہ دعا اس کے لیئے اور اس کے بیٹے اور پوتوں کے لیئے ہوتی۔

حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے عرض کیا یارسول اللہ انس آپ کا خادم ہے۔ اس کے لیئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے تو آپ نے دعا مانگی اے اللہ اس کے مال و اولاد میں کثرت عطا فرما اور جو تو اس کو دے اس میں برکت مرحمت فرما۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میرے پاس بہت مال ہے۔ اور میرے بیٹے اور پوتے آج سو کے قریب ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نہیں جانتا کوئی مجھ سے زیادہ کوئی اور عیش و آرام میں ہو۔ میں نے اپنے ان دونوں ہاتھوں سے سو بیٹوں کو دفن کیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بچے گرے تھے یا وہ پوتے تھے۔ لیکن ان میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت عبدالرحمن بن عوف کیلئے ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف، فرماتے ہیں کہ اگر میں پتھر اٹھاتا تو مجھے امید ہوتی کہ اس کے نیچے سونا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے انکو بہت مال دیا۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ سے وہ سونا جو سونا زمین میں دبا ہوا تھا پھاوڑے سے

نکالا گیا۔ یہاں تک کہ ہاتھ سُرخ ہو گئے۔ اور ان کی چاروں بیویوں کو اسّی ہزار دینار دئیے گئے۔ اور ایک روایت میں ایک ایک لاکھ دینار۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک عورت سے اسی ہزار دینار پر صلح کی گئی تھی۔ کیونکہ اسکو بیماری میں طلاق دے دی تھی۔ اور زندگی میں مختلف صدقات مشہورہ اور احسانات عظیمہ کے بعد پچاس ہزار کی وصیت کی تھی۔ ایک دن تیس غلام آزاد کیئے اور ایک مرتبہ سات سو اونٹ جو مختلف سامان سے لدے ہوئے ان کے پاس آئے تھے۔ مع ان تمام سامان تا پالان و پوشش وغیرہ کے صدقہ کر دیے۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیئے حکومت کی دعا مانگی سو وہ انہیں حاصل ہوئی۔

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیئے دعا مانگی خدا نے اسے بھی قبول فرمایا۔ غرضیکہ جس کے لیئے بھی آپ نے دُعا مانگی اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب یا ابوجہل کے ذریعے غلبۂ اسلام کی دعا مانگی تو وہ حضرت عمر کیلئے قبول ہو گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ہمیشہ عزت کے ساتھ رہے جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

ایک غزوہ میں لوگوں کو پیاس کی تکلیف پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی آپ سے درخواست کی آپ نے دُعا مانگی تو بادل آئے اور ہماری ضرورتیں پوری کر کے کھل گیا۔ طلب بارش (استسقاء) کے لیئے دُعا کی گئی تو بارش ہونے لگی جب بارش کی شکایت کی گئی تو آپ نے دُعا کی کھل گیا۔

حضرت ابو قتادہ کے لیئے دعا دی کہ تمہارا چہرہ کامیاب ہوا اے اللہ ان کے بالوں اور جسم میں برکت دے تو وہ جسوقت فوت ہوئے باوجودیکہ ستر سال کے تھے۔ مگر پندرہ سالہ نوجوان معلوم ہوتے تھے۔

آپ نے نابغہ کے لیئے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو نہ توڑے تو ان کا

ایک دانت بھی نہ گرا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ دانتوں کی وجہ سے سب سے بڑھکر خوبصورت تھے۔ جب کوئی دانت گرتا تو دوسرا اسکی جگہ نکل آتا۔ حالانکہ وہ ایک سو بیس سال حیات رہے۔ اور ایک روایت اس سے زیادہ بھی ہے۔

آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیئے دعا کی اے اللہ انکو دین کی سمجھ (فقاہت) عطا فرما اور انکو تفسیر کا علم دے تو اس کے بعد ان کا نام حبر (بڑا عالم) اور ترجمان القرآن نام مشہور ہو گیا۔

آپ نے عبداللہ بن جعفر کے لیئے ان کے خرید و فروخت میں دعا کی تو وہ جو چیز خریدتے اس میں نفع ہوتا۔

آپ نے مقداد کیلیئے برکت کی دعا مانگی تو ان کے پاس بہت مال جمع ہو گیا۔ اسی طرح عروہ بن ابی جعد کیلیئے برکت کی دعا کی۔ اگر میں کساد بازاری میں کھڑا ہوتا تو جب لوٹتا تو مجھے چالیس ہزار کا نفع ہوتا۔ امام بخاری اپنی حدیث میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ مٹی خریدتے تو اسمیں بھی نفع ہوتا۔ اسی طرح عرفدہ کے لیئے مروی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی آپ نے دعا کی تو ہوا اسکو گھیر کر آپ کی خدمت میں واپس لے آئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لیئے دعا کی تو وہ اسلام لے آئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیئے دعا کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھ۔ تو وہ سردی میں گرمی کے کپڑے اور گرمی میں سردی کے کپڑے پہنتے تو انہیں نہ سردی ستاتی نہ گرمی۔ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیئے دعا کی وہ کبھی بھوکی نہ رہیں تو وہ فرماتی ہیں کہ میں کبھی بھوکی نہ رہی طفیل ابن عمرو نے اپنی قوم کے لیئے آپ سے کوئی

نشانی مانگی تو آپ نے کہا اے اللہ اسکو نور دے تو انکی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں لوگ مثلہ یعنی برص کا داغ نہ کہنے لگیں۔ تو وہ نور ان کے کوڑے کی طرف پھیر دیا گیا۔ پس وہ اندھیری رات میں چمکتا تھا۔ اسی وجہ سے ان کا نام صاحب نور پڑ گیا۔ قبیلہ مضر پر آپ نے بد دعا کی تو ان پر قحط اتنا شدید پڑا کہ قریش نے آپ سے رحم کی درخواست کی۔ پھر آپ نے ان کے لیئے دعا کی اور وہ سیراب ہوئے۔ اور فارس کے بادشاہ کسریٰ پر آپ نے اس وقت بد دعا کی جب اُس نے آپ کا گرامی نامہ چاک کیا۔ آپ نے کہا اے اللہ اسکی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ تو اس کا ملک اس کے لیئے باقی نہ رہا۔ حالانکہ فارس کی حکومت دنیا میں رہی ہے۔ آپ نے اس بچے پر بد دعا کی جس نے آپ کی نماز توڑی تھی کہ اے اللہ اس کا نشان قطع کر دے تو وہ مفلوج ہو کر بیٹھ گیا ایک مرد کے لیئے فرمایا جبکہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا فرمایا اپنے داہنے ہاتھ سے کھا تو اس نے کہا میں اسکی قدرت نہیں رکھتا۔ آپ نے فرمایا تو کبھی اس کی قدرت نہیں پائے گا۔ پھر کبھی وہ ہاتھ منہ تک نہ اٹھا۔ آپ نے عتبہ ابن ابی لہب کے لیئے بد دعا کی اے اللہ تو اس پر اپنے کتوں میں سے کتا مسلط کر دے۔ چنانچہ اسکو شیر نے کھا لیا۔ ایک عورت کے لیئے فرمایا تجھکو شیر کھائے تو اسکو شیر نے کھا لیا۔ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے مشہور ہے۔ کہ قریش نے اوجھ کو جس میں گوبر اور خون تھا۔ جبکہ آپ سجدہ میں تھے پیٹھ پر رکھدیا۔ تو آپ نے نام بنام ذکر کر کے بد دعا کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشک ہم نے ان سب کو دیکھا کہ بدر کے دن وہ سب مارے گئے۔

حکم ابن عاص پر آپ نے بد دعا کی کیونکہ وہ آپ کا منہ چڑھاتا اور آنکھ کے اشارے کرتا تھا یعنی یوں نہیں بلکہ تمسخر کرتا تھا تو آپ نے فرمایا تو ایسا ہی ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کا چہرہ ویسا ہی ہو گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

محلّم بن جثامہ پر آپ نے بد دعا کی تو وہ سات دن میں مر گیا اور زمین نے اس کو اگل دیا۔ پھر وہ دبایا گیا پھر اس کو اگل دیا یہ کئی مرتبہ ہوا۔ تب اسکو دو وادیوں کے درمیان ڈال دیا اور لوگوں نے اس پر پتھر پھینکے۔ الصدفؔ وادی کے کنارے کو کہتے ہیں۔

ایک شخص نے گھوڑا آپ کے ہاتھ فروخت کرنے سے انکار کیا۔ حالانکہ اس بارے میں اسکی خزیمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گواہی دی تھی۔ بعد کو آپ نے گھوڑا اس پر واپس کر دیا اور فرمایا اے خدا اگر یہ جھوٹا ہے تو اس میں برکت نہ دے تو جب صبح ہوئی تو گھوڑے نے ٹانگیں اٹھالیں یعنی (وہ مر گیا) اس باب میں تو اس کثرت سے معجزات ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

۲۲
فصل بست و دوم
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامات و برکات اور جو چیز آپ سے مس کر گئی اسکی حقیقت کا بدلنا وغیرہ

حدیث: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ ایک رات اہل مدینہ (خوفناک آواز کی وجہ سے) گھبرا گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابی طلحہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تشریف لے گئے اور وہ گھوڑا قطاف یعنی سست رفتار تھا اور دوسروں نے کہا کہ وہ آہستہ آہستہ چلتا تھا۔ پھر جب واپس آئے تو ابو طلحہ سے فرمایا میں نے تمہارے گھوڑے کو

دریا کی مانند پایا چنانچہ وہ گھوڑا کبھی کسی سے پیچھے نہ رہا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کے پاؤں پر آپ نے ایک لکڑی ماری کیونکہ وہ بہت سست اور کم چال تھی پھر تو وہ ایسی تیز ہوئی کہ اسکی لگام سنبھالی نہ جاتی تھی۔ اس طرح آپ نے جمیل اشجعی کے اونٹنی کے پاؤں پر لکڑی ماری اور برکت کی دعا فرمائی تو وہ اتنی تیز رو ہو گئی کہ اپنا سر قبضہ میں رکھنا مشکل ہو گیا۔ اور اس سے جو بچے ہوئے وہ بارہ ہزار کے فروخت ہوئے۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سست رفتار گدھے پر ایک مرتبہ آپ سوار ہوئے پھر جب آپ نے اسکو واپس کیا تو وہ اس قدر رہوار ہو گیا کہ کوئی اس کا مقابلہ کر نہیں سکتا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند بال تھے تو وہ جس جہاد اور جنگ میں مصروف پیکار ہوتے یقیناً انہیں فتح ہوتی

صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اطلسی جبہ نکالا۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکو پہنا کرتے تھے۔ ہم اسکو دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں تو وہ اس کی برکت سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔

جہجاہ غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں سے وہ لکڑی (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتی تھی)، لی تاکہ اسکو گھٹنے پر توڑ دے اس پر لوگ چلائے تو (اس بے ادبی کی وجہ سے اس کے پاؤں میں) آکلہ یعنی ناسور ہو گیا پھر اسکو کٹوایا مگر ایک سال کے اندر اندر وہ مر گیا۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی قبا کے کنوئیں میں ڈالدیا پھر اس کے بعد اس کا پانی کبھی نہ ٹوٹا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کنوئیں میں جو ان کے گھر میں تھا ایک مرتبہ آپ نے لعاب دہن ڈالا۔ تو مدینہ طیبہ میں ان کے کنوئیں

سے زیادہ شیریں پانی کسی میں نہ تھا۔ ایک سفر میں آپ کا ایک ایسے پانی پر گزر ہوا جو کھاری تھا۔ آپ نے اس کا نام پوچھا اس کنوئیں کا نام بیسان بتایا گیا آپ نے فرمایا نہیں وہ نعمان ہے۔ اور اس کا پانی طیب و عمدہ ہے۔ تو وہ میٹھا ہو گیا۔

ایک ڈول میں زمزم کا پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں لعاب دہن ڈالا تو اسکی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہو گئی۔ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے موہنہ میں اپنی زبان دی انہوں نے اسکو چوسا حالانکہ وہ پیاس کی شدت میں رو رہے تھے تو وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

ام مالک کے پاس ایک گھی کی کپی تھی جسمیں آپ کے پاس وہ گھی بھیجا کرتی تھیں۔ تو ان سے آپ نے فرمایا اسکو نچوڑنا نہیں پھر واپس کر دیا پس کیا دیکھتی ہیں کہ گھی سے ویسا کے ویسا ہی بھرا ہوا تھا۔ تو ان کے پاس ان کے بچے آتے اور سالن مانگتے اگر ان کے پاس کوئی چیز نہ ہوتی تو اس کپی کے پاس آئیں اور اس سے گھی نکال کر دیدیتیں وہ گھی اسمیں مدت تک رہا حتی کہ ایک دن نچوڑ لیا۔

آپ شیر خوار بچوں کے موہنہ میں اپنا لعاب دہن ڈالدیا کرتے وہ ان کو رات تک کفایت کرتا رہتا تھا۔

اسی قبیل سے یہ ہے کہ آپ کے دست مبارک سے جو چیز چھو جاتی اس میں برکت ہوتی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مالک نے جب انکو مکاتب بنایا تو یہ شرط لکھائی تھی کہ یہ تین سو چھوٹی کھجوروں کے درخت لگائیں اور اس باغ کی قیمت مالک کے لیئے ہے۔ اس کے پھل لگیں اور کھائی جائیں اس کے علاوہ چالیس اوقیہ سونا اپنی قیمت میں ادا کریں (تب وہ آزاد ہوں گے ایک اوقیہ کا وزن چالیس درم ہوتا ہے) تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے

اور اپنے دست مبارک سے ان کے لیئے باغ لگایا سوائے ایک درخت کے کہ اسکو دوسرے نے لگایا تھا تو سب نے پھل دیئے سوائے اس درخت کے تو آپ نے اسکو اکھیڑ کر دوبارہ لگایا۔ اور اس پھل حاصل کیئے۔ بزار کی کتاب میں ہے کہ ایک کے سوا سب نے کھجوریں کھلائیں تو آپ نے اسکو اکھیڑ کر دوبارہ لگایا تو وہ بھی اسی سال پھل لے آیا۔ اور ایک مرغی کے انڈے کے برابر آپ نے اپنا لب لگا کر سونا انکو دیا۔ ان کے مالکوں نے اس میں سے چالیس اوقیہ تول کرلے لیا۔ اور ان کے پاس جتنا دیا تھا اتنا ہی باقی رہا۔

حنش بن عقیل کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھونٹ ستو پی کر آخر مجھے پلایا تو اب مجھے بھوک لگتی ہے تو اسکی سیری پاتا ہوں اور جب پیاس لگتی ہے۔ تو اسکی سیرابی اور ٹھنڈک پاتا ہوں۔

ایک تاریک اندھیری رات میں قتادہ بن نعمان نے آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو آپ نے ایک شاخ دی اور فرمایا لیجاؤ یہ تمہیں تمہارے دس گز آگے اور دس گز پیچھے تک روشنی دے گا۔ اور جب تم گھر میں داخل ہو گے تو اس کو سیاہ دیکھو گے۔ تو اسکو مارنا یہاں تک کہ وہ سیاہی نکل جائے۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔ پس چلے تو اس ٹہنی نے روشنی دی۔ حتی کہ جب گھر میں داخل ہوئے تو اس میں سیاہی پائی تو انہوں نے اسکو مارا یہاں تک وہ سیاہی دور ہو گئی۔ انہیں واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ نے عکاشہ کو ایک لکڑی کی جڑ دی جبکہ ان کی تلوار بدر کے دن ٹوٹ گئی تھی۔ فرمایا اس سے مارو تو وہ لکڑی ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ جو کاٹنی تھی اور لمبی ا سفید اور نہایت تیز تھی۔ اس سے لڑتے رہے پھر وہ ہمیشہ ان کے پاس رہی یہاں تک کہ اس سے بکثرت جہاد کیئے۔ حتی کہ مرتدین کی لڑائی میں (خلافت صدیقی) میں وہ شہید ہو گئے۔ اس تلوار کا نام انہوں

نے عون رکھا تھا۔

اور عبداللہ بن جحش کو احد کے دن جب ان کی تلوار جاتی رہی تو آپ نے کھجور کی ٹہنی دی۔ تو وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔

انہیں برکات میں سے یہ بھی ہے کہ ان بکریوں کا دودھ زیادہ ہو گیا جو بے دودھ تھیں یا حاملہ نہ تھیں۔ جیسے ام معبد اور معاویہ بن ثور کے بکریوں کا قصہ ہے۔ اور حضرت انس کی بکری اور آپ کی مرضعہ دائی حلیمہ کی بکریوں کے ریوڑ اور ان کی دبلی اونٹنی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی وہ بکری جسکو نر نے نہ چھوا تھا اور مقداد کی بکری کے قصے ہیں۔ اور انہیں برکات میں سے آپ کا پانی کی مشک میں صحابہ کے لیے زیادہ کرنا ہے جبکہ آپ نے اس کے دہانہ کو باندھ دیا تھا۔ اور اس میں دعا کی تھی پس جب نماز کا وقت ہوا تو وہ اترے اور مشکیزہ کا دہانہ کھولا تو اس میں عمدہ دودھ مکھن والا تھا۔

حماد بن سلمہ کی روایت میں ہے کہ عمیر بن سعد کے سر پر دست مبارک پھیر کر برکت کی دعا فرمائی تو جب انہوں نے اسی سال کے ہو کر انتقال کیا تو وہ جوان معلوم ہوتے تھے۔ اس قسم کے واقعات بہت سے لوگوں سے مروی ہیں۔ ان میں سے صائب بن یزید اور مالک کے واقعات ہیں۔ اور عتبہ بن فرقد کی خوشبو عورتوں کی خوشبوؤں پر غالب تھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک ان کے پیٹ اور پیٹھ پر پھیرا تھا۔ اور آپ نے عائذ بن عمر کے چہرہ سے خون کو اپنے دستِ مبارک سے صاف کیا جبکہ وہ حنین کے دن زخمی ہو گئے تھے۔ اور ان کے لیے دعا فرمائی تو ان کا چہرہ اسی طرح دمکنے لگا تھا جیسے گھوڑے کی سفید پیشانی چمکتی ہے۔

آپ نے قیس بن زید جذامی (کوڑھی) کے سر پر دست مبارک پھیر کر دعا فرمائی تو وہ سو سال کے ہو کر فوت ہوئے۔ ان کا سر سفید تھا مگر جہاں آپ کا دست مبارک پھرا تھا اس جگہ کے بال سیاہ تھے۔ ان کا نام ہی اغر یعنی روشن پیشانی والا پڑ گیا۔ اسی طرح عمرو بن ثعلبہ کی حکایت بھی مروی ہے۔ ایک اور شخص کے چہرے کو آپ نے چھوا۔ تو اس کے چہرہ پر ہمیشہ نور رہا۔ اور آپ نے قتادہ بن ملحان کے چہرے کو مس فرمایا تو ان کا چہرہ چمکنے لگا۔ یہاں تک کہ لوگ ان کے چہرے میں ایسے دیکھتے جیسے آئینہ میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے حنظلہ بن خذیم کے سر پر اپنا دست مبارک رکھکر ان کے لئے دعا و برکت فرمائی تو ان کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس وہ آدمی لایا جاتا جس کے چہرے پر ورم ہوتا یا وہ بکری لائی جاتی جس کے تھن میں ورم ہوتا تو وہ اس جگہ مس کرتے جہاں آپ نے اپنی ہتھیلی رکھی تھی۔ تو وہ ورم چلا جاتا۔

زینب بنت ام سلمہ کے چہرہ پر آپ نے پانی کے چھینٹے مارے تو وہ حسن و جمال میں ایسی مشہور ہو گئیں کہ کسی عورت میں ایسا نہ تھا۔ ایک بچے کے سر پر جو گنجا وغیرہ تھا آپ نے اپنا دست مبارک پھیرا وہ اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ اور اس کے بال برابر نکل آئے۔ ان کے علاوہ بہت سے بچوں، مریضوں اور پاگلوں کو آپ نے تندرست فرمایا۔ آپ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کے فوطے بڑھے ہوئے تھے تو اسکو فرمایا کہ اسکو اس پانی سے چھینٹے دو جس میں آپ نے کلی کر دی ہے۔ اس نے ایسا کیا اور اچھا ہو گیا۔ طاؤس سے مروی ہے کہ جو دیوانہ پاگل بھی آپ کی خدمت میں لایا جاتا آپ اس کے سینہ پر ہاتھ پھیرتے تو اس کا جنون جاتا رہتا۔

ایک کنوئیں سے پانی نکال کر اس ڈول میں آپ نے کلی کی پھر وہ پانی

اسمیں ڈال دیا گیا۔ تو اس سے مشک کی خوشبو آنے لگی غزوہ حنین کے دن آپ نے ایک مٹھی لیکر شاھت الوجوہ پڑھ کر کفار کے چہروں پر پھینکی تو وہ الٹے پاؤں آنکھوں سے مٹی صاف کرتے بھاگے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے نسیان (بھول) کی شکایت کی تو آپ نے دامن پھیلانے کا حکم دیا آپنے چلو کی طرح بھر بھر اس میں ڈالا پھر اسکو سینے سے ملانے کا حکم دیا تو انہوں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد پھر کبھی بھول کی شکایت نہ ہوئی۔ اس نسیان کے دور کرنے کے بارے میں آپ سے بکثرت روایتیں مروی ہیں اور جریر بن عبداللہ کے سینے پر آپنے ہاتھ مار کر ان کے لئے دعا فرمائی۔ انہوں نے آپ سے شکایت کی تھی کہ وہ گھوڑے پر ٹھیر نہیں سکتے۔ اس کے بعد وہ عرب کے شہسواروں اور گھوڑے پر جمکر بیٹھنے والوں میں ہو گئے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کے سر پر آپنے ہاتھ پھیرا کیونکہ وہ بچپن میں چیچک زدہ تھے۔ اور آپ نے اس کے لیئے برکت فرمائی تو وہ لوگوں میں لمبا اور خوبرو ہو گیا۔

(۲۳)
فصل لبست وسوم

اطلاع برغیوبات انہیں معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیوب پر مطلع فرمایا اور آئندہ ہونے والے واقعات سے باخبر کیا اس باب میں احادیث کا وہ بحر ذخار ہے کہ کوئی اسکی گہرائی کو جان ہی نہیں سکتا۔ اور نہ اس کا پانی ختم ہوتا ہے آپ کے معجزات میں سے یہ ایسا معجزہ ہے جسکی قطعیت معلوم ہے اور ہم تک اس کی خبریں متواتر طریقہ سے کثرت سے پہنچی ہیں۔ کیونکہ اس کے راوی

اس کثرت سے نہیں کہ وہ اپنے معنی میں غیب پر مطلع ہونے پر متفق ہیں۔

حدیث: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو آپ نے کوئی چیز نہ چھوڑی جو قیامت تک اپنی جگہ ہونے والی ہو کہ اسکو آپ نے بیان فرمایا جس نے یاد رکھا اور جسے بھول گیا وہ بھول گیا۔ یہ میرے ساتھی انکو جانتے ہیں بیشک اس میں سے کوئی بات ہو جاتی ہے تو میں اسکو پہچان لیتا ہوں اور یاد کر لیتا ہوں۔ جیسا کہ آدمی اس شخص کے چہرے کو جان لیتا ہے جو اس سے غائب ہو جائے پھر جب اسکو دیکھتا ہے تو وہ پہچان لیتا ہے۔ اس کے بعد حذیفہ نے فرمایا میں نہیں جانتا یہ میرے ساتھی اسے بھول گئے ہیں۔ یا وہ بھلا دئیے گئے ہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک جتنے فتنہ پیدا کرنے والے قائد (لیڈر و رہنما) ہوں گے کسی کو نہ چھوڑا انکی تعداد تین سو سے زائد تک پہنچتی ہے بیشک آپ نے ان کے نام اور ان کے باپ اور انکے قبیلہ کے نام تک بیان فرما دیئے ہیں۔

اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا پرندہ تک نہ چھوڑا جو آسمان میں اپنے پر مارتا مگر آپ نے اسکو ہم سے بیان فرما دیا۔

اہل صحاح اور آئمہ نے بلاشک وہ باتیں بیان کی ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو بتلائی ہیں۔ اور انکو انکے دشمنوں پر غلبہ کا اور فتح مکہ و بیت المقدس، یمن و شام اور عراق کا وعدہ کیا اور امن و امان کے ظہور کی خبر دی حتی کہ ایک عورت بلا خوف و خطر حیرہ سے مکہ مکرمہ تک چلی جائیگی۔ اس کو خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اور یہ کہ مدینہ پر عنقریب

لڑائی ہوگی اور کل حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر فتح خیبر ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر دنیا فتح فرمائے گا۔ اس کی نعمتیں انکو ملینگی اور کسریٰ و قیصر کے خزانے ان پر تقسیم ہوں گے۔ اور آپ نے ان باتوں کی خبر دی جو ان میں فتنے اور اختلاف اور اہل ہوا پیدا ہوں گے۔ اور یہ کہ وہ پہلوں کے راستوں پر چلکر ان کے تہتر ٹکڑے ہو جائیں گے اور ان میں ایک فرقہ نجات پانے والا ہوگا۔ اور یہ بھی بتایا کہ ان کے فرش نفیس ہوں گے۔ اور صبح و شام لباس بدلیں گے۔ ان کے آگے ایک کھانے کا برتن اٹھایا جائے گا۔ اور دوسرا رکھا جائے گا۔ وہ اپنے گھروں میں پردے ڈالیں گے جیسے کعبہ معظمہ پر پردے پڑتے ہیں۔ پھر آپ نے آخر کلام میں فرمایا حالانکہ آج کے دن تم اگلے دنوں سے بہت بہتر ہو۔ جبکہ وہ لوگ اکڑ کر چلیں گے اور انکی خدمت میں فارس و روم کی لڑکیاں ہوں گی اس وقت اللہ تعالیٰ ان میں باہمی عداوت ڈال دے گا۔ اور ان کے برے لوگوں کو ان کے اچھوں پر مسلط کر دے گا۔ اور یہ کہ وہ ترک، خزر اور روم سے جنگ کریں گے۔ کسریٰ و فارس کا ملک تباہ ہوگا۔ پھر کبھی کسریٰ اور فارس نہ ہوں گے اور نہ قیصر اس کے بعد ہوگا اور بیان فرمایا کہ ایک روم کی جماعت آخر تک رہیگی۔ اور اشراف کے مرجانیکی خبر دی فرمایا اشراف مرجائینگے، زمانہ چھوٹا ہو جائے گا علم قبض کر لیا جائے گا۔ اور فتنے اور جنگ و جدال کا ظہور ہوگا۔ اور فرمایا عرب کیلئے افسوس ہے۔ کہ برائیاں قریب ہو گئیں ہیں۔ اور بیان فرمایا کہ آپ کے لئے تمام زمین سمیٹ دی گئی۔ تو آپ نے اس کے مشارق و مغارب کو ملاحظہ فرمایا اور عنقریب آپ کی امت اس کی مالک ہوگی جتنی آپ کے لئے زمین سمیٹی گئی۔ اور مشرق میں ہند سے لیکر اور مغرب میں طنجہ تک کہ اس کے بعد آبادی نہیں آپ کی امت کی ملوکیت دراز کر دی گئی۔ اور یہ وہ مقام ہے کہ جسکی کوئی امت پہلے مالک نہیں

ہوئی اور جنوب و شمال میں اسقدر مالک نہیں بڑھا۔ اور آپ نے فرمایا ہمیشہ عرب کے لوگ حق پر غالب رہینگے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے۔ ابن مدینی اس طرف گئے ہیں۔ کہ وہ عرب کے لوگ ہیں کیونکہ وہی لوگ عرب یعنی ڈول سے داخل کریں گے۔ پس جنہوں نے ان سے دشمنی کی وہ خوارج اور ناصبی ہیں)۔ اور وہ روافض ہیں جو ان کی طرف منسوب ہیں کہ انہوں نے تکفیر کی۔ اور فرمایا حضرت عثمان (ذوالنورین) اس حال میں شہید کیئے جائینگے کہ وہ تلاوت قرآن میں مشغول ہونگے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد انکو ایسی قمیص پہنا ئیگا۔ کہ وہ فسادی اس کے اتارنے کی کوشش کریں گے۔ اور یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خون اللہ تعالیٰ کے فرمان فسیکفیکھم اللہ الآیہ پر ٹپکے گا۔ اور آپ نے فرمایا جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیات ہیں فتنے ظاہر نہ ہوں گے۔ اور آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت علی کی لڑائی کی خبر دی اور یہ کہ آپ کی ایک بیوی پر حوءب کے کتے بھونکینگے اور ان کے قریب بہت سے لوگ قتل ہوں گے۔ اس کے بعد وہ نجات کے قریب ہوں گی۔ تو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بصرے کی طرف نکلتے وقت کتے بھونکے۔ اور فرمایا کہ حضرت عمار کو باغی لوگ شہید کریں گے۔ تو ان کو حضرت معاویہ کے لوگوں نے شہید کیا۔ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو فرمایا تمکو لوگوں سے افسوس ہے اور لوگوں کو تم سے افسوس ہے۔ اور قزمان کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوزخی ہے حالانکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بہادری کیساتھ لڑا۔ مگر (زخموں کی تاب نہ لاکر) اس نے خودکشی کر لی تھی)۔ اور آپ نے ایک جماعت سے فرمایا جسمیں حضرت ابوہریرہ سمرہ بن جندب اور حذیفہ رضی اللہ عنہم تھے۔ کہ تم میں سے جو سب کے آخر میں مریگا۔ آگ میں مرے گا۔ تو وہ اصحاب آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے

تھے۔ پس وہ سمرہ تھے جو سب کے آخر میں فوت ہوئے جو بہت بوڑھے ہو کر عقل خراب ہو گئی۔ اور وہ آگ سے تاپنے لگے تھے۔ تو اس نے انکو جلا دیا حضرت حنظلہ غسیل ملائکہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا انکی بیوی سے پوچھو کیونکہ میں نے انکو فرشتوں کو غسل کراتے دیکھا تو جب ان سے دریافت کیا تو کہا کہ وہ جنبی نکلے تھے۔ اور وہ جہاد کی جلدی میں غسل نہ کر سکے تھے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے انکے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے دیکھا۔ اور آپ نے قریش میں خلافت کے بارے میں فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش میں رہیگی جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔ اور فرمایا قبیلہ ثقیف میں کذاب اور ظالم ہوں گے چنانچہ لوگوں نے حجاج اور مختار کو دیکھا اور فرمایا کہ مسیلمہ کو اللہ تعالیٰ قتل کرا دے گا اور فرمایا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے (حضرت خاتون جنت) فاطمہ رضی اللہ عنہا وصال کر کے ملینگی، اور ردت کے فتنہ سے ڈرایا۔ اور فرمایا کہ میرے بعد تیس ۳۰ سال تک خلافت (بلا فصل) رہے گی۔ پھر بادشاہت ہو جائیگی چنانچہ یہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت تک پوری ہوئی اور فرمایا بیشک یہ بات نبوت و رحمت سے شروع ہوئی پھر رحمت و خلافت ہو گی۔ پھر زبردست بادشاہت بنے گی پھر امت میں سرکش و جابر اور فساد پیدا ہوں گے۔ اور آپ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا حال بیان فرمایا۔ اور ان حاکموں کی خبر دی جو نمازوں کو اپنے وقتوں سے موخر کر دیتے ہیں۔ اور فرمایا عنقریب امت میں تینتیس ۳۳ کذاب (جھوٹے) ظاہر ہوں گے اور ان میں چار عورتیں ہونگی۔ اور دوسری حدیث میں ہے۔ کہ تیس ایسے مرد کذاب (جھوٹے) ہوں گے اور ان میں سے دجال کذاب ہو گا کہ ہر ایک ان میں اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ بولے گا۔ اور فرمایا قریب ہے۔ کہ تم میں سے بکثرت ایسے

عجمی لوگ ہوں گے جو مال غنیمت کھائیں گے۔ اور تمہاری گردنیں کاٹیں گے۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب تک ایک مرد قحطانی لاٹھی سے لوگوں کو نہ ہانکے۔ اور فرمایا تمہارے لیئے سب سے بہتر زمانہ میرا عہد حاضر ہے۔ پھر جو ان سے متصل ہے۔ اس کے بعد پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو گواہی دے گی حالانکہ ان سے گواہی نہ مانگی جائے گی۔ وہ خائن ہوں گے امانتدار نہیں ہوں گے۔ وعدے کریں گے مگر پورا نہ کریں گے۔ وہ موٹے ہوں گے۔ اور فرمایا کوئی زمانہ ایسا نہیں آئے گا جس کے بعد شر نہ ہو اور فرمایا میری امت کی ہلاکت قریش کے بچوں کے ہاتھوں پر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو تمکو ان کے نام بھی بتادوں کہ وہ فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بچے ہیں۔ اور آپ نے فرقہ قدریہ اور فرقہ رافضیہ کے نکلنے کی خبر دی اور ان میں سے پچھلا پہلوں کو گالی دے گا۔ اور فرمایا انصار تھوڑے رہ جائیں گے۔ حتیٰ کہ آٹے میں نمک کی مانند اور ان کا معاملہ ہمیشہ تفرقہ میں رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ باقی نہ رہیں گے اور یہ لوگ بہت جلد اس کے بعد اثر پائیں گے۔

اور آپ نے خوارج کا حال بیان فرمایا اور ان کی صفت میں فرمایا کہ ان میں ایک ناقص الخلقت ہوگا۔ اور ان کے سر منڈھے ہوں گے۔ اور فرمایا بکریوں کے چرانے والے لوگوں کے حاکم ہوں گے اور ننگے بدن والے اونچے محل بنائیں گے اور باندی اپنی مالکہ کو جنے گی۔

اور فرمایا قریش اور ان کے گروہ کبھی مجھ سے نہ لڑیں گے مگر یہ کہ میں ہی ان سے لڑوں گا۔ اور آپ نے اس وبا کی خبر دی جو بیت المقدس کی فتح کے بعد پھیلی تھی۔ اور یہ کہ بصرے والوں کو حوادث کی خبر دی اور فرمایا کہ وہ سمندر میں

میں جنگ کریں گے۔ جیسے بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں۔ اور فرمایا اگر یہ دین ثریا پر چلا جائے تو ہمارے لیئے دین کو آبنائے فارس کے کچھ لوگ اتار لائیں گے۔ (چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے لیئے یہ بشارت بتائی جاتی ہے (مترجم) اور جب آپ ایک جہاد میں مصروف تھے۔ تو تیز ہوا چلی تو آپ نے فرمایا یہ ایک منافق کے مرنے کیلیئے چلی ہے۔ پس جب آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو ایسا ہی پایا گیا۔ اور اس کے ساتھی قوم سے فرمایا ایک شخص تم میں سے ایسا ہے جسکی داڑھ احد پہاڑ سے بڑی ہے اور وہ جہنم میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قوم تو مرگئی مگر میں اور ایک اور شخص اس حال کا واقف) باقی ہے۔ پھر وہ شخص بھی یمامہ کے دن مرتد ہو کر مرگیا اور آپ نے اس شخص کی خبر دی جس نے ایک یہودی کی کمان کا چلہ چرایا تھا اور وہ اس کے سامان میں ملا تھا۔ اور آپ نے اسکی خبر دی جس نے دنبہ چرایا تھا اور وہ اس کے پاس تھا۔ اور آپ نے اس اونٹنی کی خبر دی جو گم ہو گئی تھی۔ اور کسطرح ایک جھاڑ درخت میں اٹک گئی تھی۔ اور آپ نے حاطب کے خط کی خبر دی۔ جب اس نے مکہ والوں کو لکھا تھا۔ اور آپ نے عمیر کے اسی واقعہ کی خبر دی جو صفوان سے خفیہ شرط ہوئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ شہید کردے پس جب عمیر قتل کے ارادے سے ....

.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے اس کو اس کے ارادہ اور خفیہ شرط کی خبر دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اور آپ نے اس مال کی خبر دی۔ جو حضرت عباس نے اپنی بیوی ام فضل کو چھپا کر سپرد کیا تھا۔ تو انھوں نے کہا اس مال کو اس کے اور میرے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ پھر وہ اسلام لے آئے۔ اور آپ نے خبر دی کہ عنقریب ابی ابن خلف مارا جائیگا اور عتبہ بن ابی لہب کے

بارے میں فرمایا اسکو اللہ کا ایک کتا کھا جائے گا۔ اور آپنے اہل بدر کو (کفار کے صنادید کے ہمارے جانے کے نشانات بتائے اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا۔ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا یہ میرا بیٹا سید ہے بہت جلد اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہ میں صلح کرائے گا۔ آپنے حضرت سعد سے فرمایا غالباً یہ تمہاری عمر زیادہ ہو اور مسلمان تو تم سے فائدہ اٹھائیں اور کفار تم سے نقصان۔ آپ نے اہل موتہ کے مارے جانے کی اس وقت خبر دی جبکہ آپ کے اور ان کے درمیان ایک مہینہ یا اس سے زائد کا فاصلہ تھا۔ اور آپ نے نجاشی (بادشاہ حبش) کے مرنیکی خبر دی جبکہ وہ اپنے ملک میں فوت ہوئے۔ اور آپ نے فیروز کو خبر دی جبکہ وہ کسریٰ کا ایلچی بن کر آپ کی خدمت میں آیا تھا کہ آج کسریٰ مر گیا۔ جب فیروز کو یہ بات متحقق ہوگئی تو وہ مسلمان ہوگیا۔ اور آپ نے حضرت ابوذر کو ان کے نکالے جانے کی خبر دی جہاں بھی وہ ہوں اور انکو مسجد میں سوتا ہوا پایا تو فرمایا اسوقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب تم یہاں سے نکالے جاؤ گے۔ عرض کیا میں مسجد حرام میں ٹھہر جاؤنگا۔ فرمایا اور جب تم وہاں سے بھی نکالے جاؤ گے اور آخر حدیث میں آپ نے انکی تنہائی کی زندگی اور تنہائی کی موت کی خبر دی۔ اور آپ نے اپنی بیویوں میں سے ان کو جلدی ملنے کی خبر دی جن کے ہاتھ لمبے تھے۔ تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو صدقات زیادہ دینے کی وجہ سے طویل ہاتھ سے تعبیر کیا۔ اور آپنے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو طرف (کربلا) میں شہید ہونیکی خبر دی اور مقتل کی مٹی اپنے ہاتھ سے نکالی۔ اور فرمایا یہ اسجگہ ان کا ٹھکانا ہوگا۔ اور زید بن صوحان کے بارے میں فرمایا کہ ان کا ایک عضو جنت میں ان سے پہلے جائیگا۔ چنانچہ جہاد میں ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا اور آپ نے ان حضرات کے بارے میں فرمایا جب

وہ آپ کے ساتھ حرا پر بھے ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہے پھر حضرت علی، عمر، عثمان، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے۔ اور حضرت سراقہ سے فرمایا اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ چنانچہ جب وہ لائے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو پہنایا۔ اور کہا اس اللہ تعالیٰ کی تمام حمد ہے جس نے انکو کسریٰ سے چھینا اور سراقہ کو پہنایا۔ اور فرمایا کہ ایک شہر دجلہ اور دجیل، قطربل اور صراط کے درمیان بنایا جائیگا۔ اسکی طرف اسقدر زمین کے خزانے آئیں گے کہ وہ بوجھ سے دھنس جائیگی۔ یعنی بغداد اور فرمایا عنقریب اس امت میں ایک مرد ہوگا جس کو ولید کہا جائیگا۔ وہ اس امت کے لیئے فرعون جیسا اپنی قوم کے لیئے تھا۔ اس سے بدتر ہوگا۔ اور فرمایا قیامت اس وقت نہ آئیگی۔ جبتک دو ایسی جماعتیں جنکا ایک ہی دعویٰ ہوگا آپس میں نہ لڑیں۔ اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت سہیل بن عمرو کے بارے میں فرمایا۔ اے عمر! یہ ایسے مقام پر بہت جلد کھڑا ہوگا جس سے تم خوش ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ تو وہ مکہ مکرمہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ کھڑے ہوئے۔ جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر پہنچی اور انہوں نے ویسا ہی خطبہ دیا۔ اور لوگوں کو ثابت قدم رکھا۔ اور ان کی سمجھوں کو مضبوط کیا۔ اور آپ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب انکو اکیدر کی طرف بھیجا کہ تم اسکو جنگلی گائے (نیل گائے) کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ تو یہ تمام باتیں کل کی کل آپ کی حیات ظاہری اور آپ کے وصال کے بعد ہوئیں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا یہانتک کہ وہ باتیں بھی پوری ہو گئیں جنکو آپ نے اپنے صحابہ کو ان کے اسرار اور ان کے

پوشیدہ امور کی خبریں دی تھیں اور جو منافقین کے اسرار اور ان کی کفری باتیں اور جو آپ کے اور مسلمانوں کے بارے میں تھیں ان کی خبر دی، یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ دیتے کہ خاموش رہو کیونکہ خدا کی قسم اگر کوئی آپ کے پاس خبر دینے والا نہ ہوگا۔ تو یہ بطحی کے پتھر بھی آپ کو خبر دیدینگے اور آپ نے اس جادو کی حالت کی خبر دی جو لبید ابن اعصم نے کیا تھا یعنی وہ ایک کنگھی اور بال تھے جو نر کھجور کی جڑ میں رکھے ہوئے تھے۔ اور یہ کہ وہ ذروان کے کنویں میں ڈالے ہوئے تھے۔ پس ویسا ہی نکلا جیسا کہ فرمایا تھا۔ اور اسی حالت میں پایا گیا۔ اور آپ نے قریش کو خبر دی کہ ان کا وہ صحیفہ جسکے ذریعہ بنی ہاشم پر غلبہ پاتے تھے۔ اور اُس کے ذریعہ قطع رحم کرتے تھے۔ اسکو دیمک نے کھا لیا ہے۔ اس میں صرف اتنی جگہ باقی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ تو انہوں نے ویسا ہی پایا جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ اور آپ نے کفار قریش کو بیت المقدس کی اس وقت اسکی نشانیاں بتائیں جب کہ انہوں نے شب معراج کی خبر پر آپ کو جھٹلایا تھا۔ اور آپ نے اسکی ایسی تعریف بیان فرمائی جیسے آپ کے پیش نظر ہے۔ اور آپ نے انکو ان اونٹوں کی خبر دی جو آپ کی راہ گزر میں جا رہے تھے۔ اور ان کے پہنچنے کے وقت کی خبر دی۔ پس یہ سب کے سب جیسے فرمایا ویسے ہی ہوئے، یہاں تک کہ آپ نے ان حادثات کی خبر دی جو آپ کے بعد ہوں گے اور ابھی تک نہیں ہوئے تھے۔ ان میں سے وہ مقدمات ہیں جو ظاہر ہوں گے۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا بیت المقدس کی آبادی اور یثرب کی ویرانی۔ اور یثرب کی ویرانی جنگ وجدال کا پیش خیمہ ہوگا۔ اور لڑائی کا ظہور فتح قسطنطنیہ ہوگا۔ اور انہیں میں سے قیامت کی علامتیں اور اسکی نشانیاں اور حشر ونشر کا بیان کرنا ہے۔

اور نیکوں، بدوں، جنت و دوزخ، اور میدان قیامت کی خبریں ہیں اس اعتبار سے تو یہ فصل ایک ایک جزء پر ایک مستقل دیوان بن جائیگا۔ اور جو کچھ ہم نے انکی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ سب ان پوری احادیث کے ٹکڑے ہیں جنکو ہم نے کتابوں سے بیان کیا ہے۔ اور ان میں سے اکثر ہمارے آئمہ کے نزدیک صحیح ہیں۔

فصل بست و چہارم (۲۴)

عصمت نبی آپ کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت لوگوں کے شر سے اور اسکی کفایت جو آپ کو اذیت دے حاصل تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

واللہ یعصمک من الناس الآیۃ (پ ۶ ع ۱۴) لوگوں کے شر سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔

والصبر لحکم ربک فانک باعیننا (پ ۲۷ ع ۴) اپنے رب کے حکم کیلئے صبر کیجئے کیونکہ آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور فرماتا ہے

الیس اللہ بکاف عبدہٗ (پ ۲۴ ع ۱) کیا اللہ اپنے بندہ پر کافی نہیں۔

اور کہا گیا ہے کہ آپ کے دشمن مشرکین پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں اور بھی معنی بیان کئے گئے ہیں اور فرمایا۔

انا کفیناک المستھزئین (پ ۱۴ ع ۶) بیشک ہم نے آپ کی کفایت کی ہنسنے والوں پر۔ اور فرمایا

اذ یمکر بک الذین کفروا الآیۃ (پ ۹ ع ۱۸) اے محبوب یاد کیجئے جب یہ کافر آپ کے ساتھ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے۔

حدیث: ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی جاتی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی واللہ یعصمک من الناس (پ ۶ ع ۱۴) تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبہ سے سر مبارک باہر نکالکر فرمایا اے لوگو! اب چلے جاؤ بیشک میرے رب عزوجل نے میری حفاظت فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی منزل میں قیام پذیر ہوتے تو آپ کے صحابہ آپ کے لیئے کسی درخت کو پسند کرتے تاکہ آپ اس کے نیچے قیلولہ (دوپہر کا آرام) فرمائیں۔ تو ایک اعرابی آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ پر تلوار سونت لی پھر کہنے لگا۔ اب کون آپ کو مجھ سے بچائے گا آپ نے فرمایا اللہ عزوجل تو اس اعرابی کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اور اسکی تلوار گر پڑی اور اس نے اپنے سر کو درخت سے مارا یہاں تک کہ اس کے دماغ سے خون بہنے لگا۔ اس وقت یہ آیت اتری۔ بیشک یہ قصہ صحیح روایت کیا گیا ہے اور غورث بن حارث صاحب قصہ ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو معاف کر دیا۔ جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا تو کہنے لگا میں تمہارے پاس لوگوں میں سب سے بہتر کے پاس سے آیا ہوں۔ اور اس حکایت کی مثل بیان کیا گیا ہے کہ جو بدر کے دن اسکو پیش آیا یعنی جب آپ قضائے حاجت کے لیئے اپنے صحابہ سے علیحدہ ہوئے تب منافقوں میں سے ایک شخص آپ کے پیچھے آیا اور اس قصہ کے مثل بیان کیا۔

اسی طرح مروی ہے کہ ایسا ہی ایک واقعہ غزوۂ غطفان میں ذی امر کے مقام پر ایک شخص کے ساتھ پیش آیا جسکو دعثور بن حارث کہا جاتا ہے اور یہ کہ بعد میں وہ مسلمان ہو گیا جب وہ اپنی اس قوم کی طرف واپس گیا

جسنے اسکو ورغلایا تھا کیونکہ یہ ان کا سردار اور بہادر تھا۔ تو وہ کہنے لگے کہ تیری وہ بات کیا ہوئی حالانکہ تو قابو پا چکا تھا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایک سفید طویل مرد کو دیکھا جس نے میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پیٹھ کے بل گر پڑا اور تلوار گر پڑی اس وقت میں نے جان لیا کہ وہ فرشتہ ہے۔ اب میں مسلمان ہوں کہا گیا ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایہا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ ہم قوم ان یبسطوا الیکم ایدیہم الآیۃ (پ ۶ ع ۶)	اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو۔ جب قوم نے تمہاری طرف اپنے ہاتھ پھیلائے تھے۔

اور خطابی کی روایت میں ہے کہ غورث بن حارث محاربی نے ارادہ کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرے۔

آپ کو معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ وہ تلوار سونت کر آپ کے سر پر کھڑا ہو گیا تب آپ نے فرمایا اے خدا مجھے اس سے محفوظ رکھ جسطرح تو چاہے تو وہ درد کمر سے چہرے کے بل گر پڑا یہ درد اس کے دونوں کندھوں میں ہوئی۔ اور اسکی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ (زلخہ درد کمر کو کہتے ہیں) اور اس قصہ میں اس کے سوا اور بھی کہا گیا ہے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ اس بارے میں یہ آیت اتری

یا ایہا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ ہم قوم الآیہ (پ ۶ ع ۶)	اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو جب قوم تمہاری طرف اپنے ہاتھ پھیلائے تھے

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے خوف رکھتے تھے۔ جب یہ آیت اتری تو آپ سیدھے لیٹ گئے۔ پھر فرمایا جو شخص چاہے میری مدد چھوڑ دے عبد ابن حمید نے بیان کیا حمالۃ الحطب (ابو لہب کی بیوی) یعنی لکڑیاں اٹھانیوالی۔ آپ کے راستہ میں جلتی ہوئی لکڑیاں رکھا

کرتی تھی تو آپ اسکو ایسے پامال کرتے تھے۔ جیسے آیت ہو۔ ابن اسحاق نے اس سے بیان کیا کہ جب اسکو سورۂ تبت یدا ابی لھب (پ ۳۰ ع ۳۶) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں) کے نازل ہونے کی خبر پہنچی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بیوی کی برائی بھی بیان کی ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی درانحالیکہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھے جب وہ ان دونوں کے پاس کھڑی ہوئی تو اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا آپ کو نہ دیکھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسکی نظروں سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپا لیا۔ اس نے کہا اے ابوبکر! تمہارے صاحب کہاں ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ انہوں نے میری مذمت کی ہے، خدا کی قسم اگر میں انکو اس وقت پالوں تو ان پتھروں سے (خاک بدہن) ان کا مونھ کچل دوں۔

حکم ابن ابی العاص سے مروی ہے کہ ہم نے آپ کے بارے میں معاہدہ کیا یہاں تک کہ ہم نے جب آپکو دیکھا تو ہم نے پیچھے سے ایک (ہولناک) آواز سنی اس وقت ہم نے گمان کیا کہ تہامہ میں کوئی (زندہ) باقی نہ رہا ہوگا۔ تو ہم غش کھا کر گر پڑے تو ہم اس وقت ہوش میں آئے جب آپ نماز ختم کر کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ پھر ہم نے دوسری رات معاہدہ کیا اور ہم آئے یہاں تک کہ ہم نے آپکو دیکھا اس وقت صفا مروہ آکر ہمارے اور آپکے درمیان حائل ہوگئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اور ابوجہم ابن حذیفہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا معاہدہ کیا تو ہم آپ کے قیام گاہ پر آئے تو ہم نے آپ کو تلاوت کرتے سنا کہ آپ سورۂ الحاقہ پڑھ رہے ہیں جب آپ نے فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّن بَاقِيَةٍ (پ ۲۹ ع ۵) تو کیا آپ نے دیکھا کہ انکا کوئی بچا!

کو پڑھا تو ابوجہم نے عمر کے بازو پر ہاتھ مارا اور کہا کہ نجات پاؤ۔ تو ہم دونوں وہاں سے بھاگ گئے تو یہ حضرت عمر کے اسلام لانے کے مقدمات تھے۔ اور ان میں وہ مشہور عبرت اور کفایت نامہ ہے کہ جبکہ آپ کو قریش نے خوفزدہ کیا اور آپ کے قتل پر سب مجتمع ہو کر رات کے وقت آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ تب آپ ان پر اپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور ان کے سروں پر کھڑے ہو گئے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں پر مار لگائی اور ان کے سروں پر مٹی ڈالی آپ کو ان سے محفوظ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی آپ کے ساتھ حمایت، غار میں ان کے دیکھنے سے ظاہر ہے۔ بسبب ان نشانیوں کے جنکو اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمایا مثلاً مکڑی کا جالا تننا وغیرہ۔ یہاں تک کہ امیہ بن خلف نے جب انہوں نے کہا کہ ہم اسی غار میں داخل ہوں تو اس نے کہا کیا تم اس کے دہانہ پر دیکھتے نہیں کہ اس پر مکڑی کا جالا ہے جسکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ کہ دو کبوتر غار کے دہانہ پر موجود ہیں۔ تو قریش نے کہا کہ اگر اسمیں کوئی ہوتا تو یہ کبوتر اس جگہ کیسے ہوتے اور ہجرت کے وقت آپ کا وہ قصہ جو سراقہ ابن مالک ابن جعشم کیساتھ پیش آیا اور بیشک قریشی نے آپ کے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں انعام مقرر کیا تھا اور اسکی سراقہ کو خبر دیگئی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کے تعاقب میں چلا حتیٰ کہ جب وہ آپ کے بالکل قریب ہو گیا تو آپ نے اس پر دعا کی تو اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ اور وہ اس سے گر پڑا اور تیروں سے فال نکالنے لگا۔ تو وہ بات نکلی جو اُسے ناپسند تھی۔ پھر وہ سوار ہوا اور قریب آیا یہاں تک کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی قرأت کو سنا۔ درانحالیکہ آپ اس کی طرف متوجہ نہ تھے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے۔ تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم پر کوئی

آگیا تب آپ نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا (پ۱۰ ع ۱۲) یعنی تم غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ تو دوبارہ وہ گھٹنوں تک دھنس گیا اور وہ اس سے گر پڑا پھر اس نے گھوڑے کو ڈانٹا تو وہ گھوڑا اس حال میں اُٹھا کہ اس کے پاؤں سے مثل دھوئیں کے اُٹھ رہا تھا۔ تو اس وقت اُس نے امان مانگی۔ تب آپ نے اسکو امان لکھدی۔ اس امان نامہ کو فہیرہ نے لکھا۔ اور ایک روایت میں کہ حضرت ابوبکر نے لکھا۔ پھر اس نے قریش کی خبریں سنائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو حکم دیا کہ جو بھی راستہ میں (تلاش کرنے والا ملے) اُسے نہ چھوڑنا کہ وہ آپ سے ملے۔ پھر وہ لوٹ گیا اور لوگوں سے کہتا جاتا کہ بس تمہیں کافی ہے اب وہ یہاں نہیں ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے آپ سے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم دونوں نے مجھ پر بد دعا کی ہے پس اب میرے لئے دعا کرو۔ تو وہ نجات پاگیا۔ اور اسی وقت اس کے دل میں آپ کا اثر جاگزیں ہوگیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ایک چرواہے نے آپ دونوں کی خبریں معلوم کیں تو وہ جلدی سے چلا کہ قریش کو خبر دیدے۔ پس جب وہ مکہ آیا تو اس کے دل سے وہ بات بھلا دی گئی۔ پس وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا کرنا ہے اور وہ بھول میں پڑ گیا کہ کیوں نکلا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جگہ واپس آگیا۔ ابن اسحاق وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابو جہل ایک پتھر لیکر آیا درانحالیکہ آپ سجدہ میں تھے اور قریش دیکھ رہے تھے کہ اب وہ پتھر آپ پر ڈالتا ہے۔ مگر وہ پتھر اس کے ہاتھ میں چمٹ گیا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ گردن تک خشک ہوگئے۔ تب وہ الٹے پاؤں لوگوں کی طرف پیچھے بھاگا۔ پھر اس نے آپ ہی سے سوال کیا کہ اس کے لئے دعا فرمائیں تو اس کے ہاتھ کھل گئے۔ حالانکہ اس نے قریش کیساتھ اس کا وعدہ

گیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ اگر آپ کو دیکھے گا تو ضرور (خاک بدہن) آپ کا سر کچل دے گا، پھر قریش نے اس سے آپ کی بابت پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ پہلے تو مجھے ایک ایسا اونٹ ملا۔ کہ اس جیسا میں نے کبھی نہ دیکھا تھا وہ ارادہ کر رہا تھا کہ مجھے کھا جائے۔ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبریل علیہ السلام تھے اگر قریب ہوتا تو وہ اسکو پکڑ لیتے۔

سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ بنی مغیرہ کا ایک مرد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تا کہ وہ آپ کو معاذ اللہ قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی پر طمانچہ مارا تو اس نے آپ کو نہ دیکھا حالانکہ وہ آپ کی باتیں سن رہا تھا پس وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔ تو اس نے انکو نہ دیکھا حتی کہ اسکو پکارا اور مذکور ہے کہ ان دونوں قصوں پر یہ آیت اتری۔

انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا (آلایتین) بیشک ہم نے ان کے گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں۔ اور انہی میں سے وہ آپ کا قصہ ہے جسکو ابن اسحاق نے بیان کیا کہ آپ جب اپنے اصحاب کیساتھ بنی قریظہ کیطرف تشریف لیگئے اور آپ ایک اونچے مکان کے نیچے بیٹھے تو ان میں سے ایک عمرو بن حجاش ابھارتا تھا۔ کہ آپ پر چکی کا پاٹ ڈال دے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور مدینہ طیبہ کی طرف تشریف لیگئے اور ان کو یہ قصہ بتایا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس قصہ کی بابت یہ آیت اتری۔

یاایھا الذین اٰمنوا اذکروا نعمۃ اللہ الآیہ (پ ۶ ع ۶) اے ایمان والو اللہ کی نعمت کو یاد کرو آخر آیت تک۔

سمرقندی بیان کرتے ہیں کہ آپ بنی نضیر کیطرف تشریف لیگئے۔ بنی کلاب کے دو مردوں کے دیت کے بارے میں جنکو عمرو بن امیہ نے قتل کیا تھا

تو آپ سے حی بن اخطب نے کہا بیٹھئے اے ابو القاسم یہاں تک کہ ہم آپ کو کھانا کھلائیں اور جو آپ چاہتے ہیں وہ دیں تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کیساتھ بیٹھ گئے۔ اور حیی نے کفار کیساتھ آپکو قتل کرنے کا مشورہ کیا تو جبریل علیہ السلام نے آپکو اسکی خبر دیدی۔ آپ ایسے کھڑے ہو گئے جیسے آپکو کوئی ضرورت لاحق ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے اہل تفسیر و محدثین کے معنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بیان کئے ہیں کہ ابو جہل نے قریش سے وعدہ کیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتا دیکھے تو وہ آپ کی گردن پاؤں سے کچل دیگا۔ جس وقت آپ نے نماز پڑھنی شروع کی تو قریش نے اسکو بتایا تو وہ آگے آیا جب وہ آپ کے قریب ہوا تو ایڑیوں کے بل الٹا پیچھتا ہاتھوں سے اپنے آپکو بچاتا بھاگا جب اس سے پوچھا گیا تو کہا کہ میں جب آپکے قریب ہوا تو ایک ایسی کھائی (خندق) کے کنارے پہنچا جو آگ سے بھری ہوئی تھی قریب تھا کہ میں اس میں گر پڑوں مجھے بہت ڈر معلوم ہوا۔ اور پروں کا ملنا دیکھا جس سے زمین بھر گئی تھی تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ فرشتے تھے، اگر وہ قریب ہوتا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے پھر آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ کلا ان الانسان لیطغی (الی آخر السورۃ پ ع) ہرگز نہیں بیشک انسان ہی سرکشی کرتا ہے۔ مروی ہے کہ شیبہ بن عثمان حجبی نے غزوۂ حنین کے دن آپکو پایا کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اس کے باپ اور چچا کو قتل کر دیا تھا تو اس نے کہا آج میں ان کا بدلہ آپ سے لوں گا۔ چنانچہ جب لوگ گتھم گتھا ہو گئے تو وہ آپ کے پیچھے سے آیا اور اس نے تلوار کھینچ کر آپ پر وار کرنا چاہا۔ راوی نے کہا کہ جب میں آپ کے قریب ہوا تو میری طرف ایک آگ کی لپٹ بجلی سے زیادہ تیز لپکی تو میں الٹے قدم بھاگا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو مجھے بلایا اور اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھا در انحالیکہ آپ مخلوق میں میرے نزدیک سب سے زیادہ دشمن تھے۔ ابھی آپ نے دست مبارک سینہ سے اٹھایا نہ تھا کہ آپ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب معلوم ہونے لگے پھر آپ نے فرمایا قریب ہو اور جہاد کر تو میں آپ کے آگے ہو کر اپنی تلوار سے کفار کو مارتا تھا اور آپ کو اپنی جان سے بچاتا تھا۔ اگر اس وقت میرا باپ بھی سامنے آجاتا تو یقیناً میں اس پر آپ کے بچانے کی خاطر حملہ کرتا۔

فضالہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے فتح مکہ کے دن قصد کیا کہ آپکو شہید کر دوں درانحالیکہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ پس جب میں آپکے قریب ہوا تو فرمایا کیا فضالہ ہے؟ میں نے کہا ہاں! فرمایا تو اپنے دل میں کیسی باتیں کرتا ہے میں نے کہا کچھ نہیں تو آپ مسکرا دیئے اور میرے لیے استغفار کی اور اپنا دست مبارک سینہ پر رکھا میرے دل میں سکون و قرار ہو گیا خدا کی قسم ابھی آپ نے اپنا دست مبارک اٹھایا نہ تھا کہ مخلوق الٰہی میں آپ سے زیادہ کوئی چیز مجھے محبوب نہ معلوم ہوئی۔

یہ بات تو مشہور ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جب وفد بنکر آپ کی خدمت میں آئے اور عامر نے اربد سے کہا تھا کہ میں جب آپ کے چہرۂ انور کو اپنی باتوں میں مشغول کر یوں تو تو تلوار کی ضرب لگانا تو اس نے نہیں دیکھا کہ وہ کچھ کرے۔ بعد کو جب اس بارے میں اس سے بات کی تو اربد نے کہا کہ خدا کی قسم میں قصد کر رہا تھا کہ تلوار ماروں مگر میں نے تجھکو اپنے اور آپکے درمیان حائل پایا۔ تو کیا میں تجھکو مارتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت بہت سے موقعوں پر یہود اور کاہنوں سے فرمائی کہ انہوں نے آپ سے لوگوں کو ڈرایا اور قریش کی انہوں نے مدد کی اور انہیں بتایا کہ آپ اپنی سطوت (حکومت) تمہیر چاہتے ہیں۔ اور آپکے قتل پر انکو ابھارا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپکی حفاظت فرمائی یہانتک کہ ان میں امر الٰہی پورا ہوا۔ اور اسی قبیل سے آپکی نصرت اور ایک ایک مہینہ کی مسافت تک آپکے آگے اور پیچھے رعب ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم

فصل بست و پنجم

اور آپکے روشن معجزات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو علوم و معارف کا جامع کیا اور تمام دین و دنیا کے مصالح پر آپ کو مطلع کر کے مخصوص فرمایا۔ اور آپکو امور شرعیہ، قوانین دینیہ سیاست دنیہ (حکومت کے آئین) کی معرفت عطا فرمائی۔ اور آپ سے پہلی گزری ہوئی امتوں کے حالات کی خبر دی۔ اور انبیاء و رسل علیہم السلام اور بادشاہوں کے قصے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آپکے زمانہ عاقدس تک تمام گذرے ہوئے زمانوں کی اطلاع بخشی۔ اور ان کی شریعتوں

اور کتابوں سے باخبر کیا۔ اور انکی سیرتیں، انکی خبریں، انمیں اللہ کے دنوں، انکے اشخاص کی صفات انکی مختلف رائیں، انکی عمروں کی مدتیں، انکے عقلمندوں کی حکمتیں، ہر ایک کفار سے جھگڑے ہر فرقے کا انکی ان کتابوں سے معارضے جو وہ کتابیں رکھتے تھے انکے بھیدوں، اور ان کے چھپے ہوئے علوم کی خبریں دینا اور ان خبروں کو بتانا جسکو وہ چھپاتے تھے، لغات عرب کے ان تغیرات کو بتانا جنکو وہ بدل چکے تھے۔ اور مختلف فرقوں کے نادر الفاظ، انکی فصاحت کے اقسام کا احاطہ ان کے ایام و اخبار اور مثالوں، حکمتوں، اشعار کے معانی وغیرہ کی حفاظت یہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھول دیئے۔ اور آپ کو جوامع کلم، امثال صحیحہ کے منطبق کرنیکی معرفت، روشن حکمتیں تاکہ باریک باتیں سمجھ کے قریب ہوں مشکل الفاظ کی وضاحت عطا فرمائی اور قواعد شرعیہ کی بایں طور درستگی فرمائی کہ جسمیں تناقض و تخاذل نہ ہو اور آپ کی شریعت پاکیزہ اخلاق، عمدہ تعریف و ادب کی حامل ہو۔ اور ہر چیز اس خوبی کیساتھ مفصل ہو کہ کسی منکر ملحد، صاحب عقل سلیم کو کسی جہت سے تنگی نہ محسوس ہو۔ بلکہ جو بھی اس کا منکر و کافر اور جاہل ہو جب اسکو سنے اور اسکی طرف بلایا جائے تو اسکو درست و مستحسن ہی مانے اور کسی دلیل و حجت کے قائم کرنیکی اس پر حاجت نہ رہے۔

پھر مسلمانوں کے لیئے وہ چیزیں حلال کی گئیں جو طیب ہیں۔ اور ان پر خبیث چیزوں کو حرام کیا گیا۔ اور ان کی حیاتوں، عزتوں اور مالوں کو آخرت کے عذاب اور جلدی حدود کے نفاذ سے اور مدت تک عذاب نار سے ڈرا کر بچایا یہانتک کہ وہ بہت سے علوم و فنون کو شامل ہے جنکو جاننے والا ہی جانتا ہے۔ جیسے فن طب، تعبیر، فرائض، حساب، اور نسب وغیرہ اور ان کے بعض علماء نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کو بطور سند و اصول کے اپنی علوم میں بیان کیا ہے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب سب سے پہلے دیکھنے والے کیلئے ہے اور وہ پرندے کے پاؤں پر ہے (یعنی فوراً ہونے والی ہے) اور فرمایا خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک رویا حق ہے دوسرا رؤیا وہ کہ جو مرد کے دل میں پیدا ہوتی ہیں۔ (خطرہ وغیرہ) اور تیسرا رؤیا غمگین ہے جو شیطان کے وسوسے سے ہے۔ اور یہ کہ آپنے فرمایا جب زمانہ قریب ہوگا (قرب قیامت یا رات دن کی برابری) تو مسلمان کی خواب جھوٹی نہ ہوگی۔ اور یہ کہ آپنے فرمایا ہر بیماری کی جڑ بدہضمی (البردۃ) ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس میں آنیوالی ہیں اگرچہ اس حدیث کو ہم صحیح نہیں کہتے کیونکہ دارقطنی اسکو موضوع بیان کرنے میں کلام کرتے ہیں۔ اور آپ نے فرمایا سب سے بہتر دوا جو تم کرتے ہو وہ سعوط (النسوار) اور لدود (جو پی جائے) اور پچھنے (حجامت) اور مسہل ہے حجامت کے لیئے بہتر دن ۱۷-۱۹-۲۱ تاریخ (قمری) ہے۔ اور عود ہندی کے بارے فرمایا اس سے سات بیماریاں دور ہوتی ہیں منجملہ ان میں ذات الجنب ہے۔ اور فرمایا ابن آدم نے پیٹ سے بڑھکر کوئی بُرا برتن نہیں بھرا ایسا تنگ فرمایا کہ اگر ضروری ہی بھرنا ہو تو تہائی کھانے کیلیئے اور تہائی پانی کے لیئے اور تہائی سانس کیلیئے۔

اور فرمایا بیشک سبا کے بارے میں پوچھا گیا کیا وہ مرد ہے یا عورت یا زمین۔ فرمایا وہ مرد تھا جس کے دس بیٹے تھے۔ چھ یمن میں اور چار شام میں جاکر آباد ہوگئے۔ یہ حدیث طویل ہے۔ اسی طرح قضاعہ کے نسب کے بارے میں جواب دیا۔ اس کے علاوہ وہ باتیں جن میں عرب پریشان تھے بتائیں باوجودیکہ وہ لوگ نسب میں مشغول رہا کرتے تھے مگر آپ سے پوچھنے میں مجبور تھے۔ آپ نے فرمایا حمیر عرب کا سردار تھا۔ اور اچھا تھا۔ اور اس کا مذحج سر اور گردن ہے۔ اور اَزد اس کا کاہل یعنی پیٹھ اور کھوپڑی ہے ہمدان اس کا غارب (کبڑ) اور چوٹی ہے۔ اور فرمایا زمانہ بیشک دَور میں ہے۔ اپنی اس ہیئت کے ساتھ جس دن سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا فرمایا۔ اور حوض کوثر کے بارے میں فرمایا اس کے زاویے (گوشے) برابر ہیں۔ اور ذکر کی حدیث میں فرمایا۔ ایک نیکی دس گنی ہوں گی پس وہ ایکسو پچاس ۱۵۰ تو (نماز میں) زبان پر ہیں۔ اور ایک ہزار پانچسو ۱۵۰۰ میزان میں ہیں۔ اور ایک جگہ کے بارے میں فرمایا یہ حمام کی اچھی جگہ ہے۔ اور فرمایا مشرق و مغرب کے مابین (مدینہ میں) قبلہ ہے اور عیینہ یا اقرع سے فرمایا کہ میں تم سے زیادہ گھوڑے کو پہچانتا ہوں۔ اور آپ نے اپنے کاتب سے فرمایا قلم کو اپنے کانوں پر رکھو کیونکہ یہ لکھنے والے کو خوب یاد دلاتا ہے۔ اسکو یاد رکھو کہ باوجود اس کے کہ آپ لکھتے نہ تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز کا علم دیا ہے حتی کہ بلاشبہ ایسی حدیثیں مروی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حروف کی کشش کو جانتے تھے۔ اور اسکی خوبصورتی کو پہچانتے ہیں۔ جیسے کہ آپ نے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو لمبا نہ لکھو۔ ابن شعبان نے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے اسکو روایت کیا۔ دوسری وہ حدیث جو حضرت معاویہ سے مروی ہے کہ وہ آپ کے سامنے لکھ رہے تھے اس میں ہے کہ آپنے ان سے فرمایا۔ دوات کو ٹھیک کرو اور قلم کی نوک نکالو باء کو کھڑا کرو۔ اور سین کے دندانہ نکالو اور میم کے دائرے کو بند نہ کرو۔ لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو اور الرحمٰن کو لمبا لکھو۔ اور لفظ الرحیم کو عمدہ لکھو۔ یہ باتیں یاد رکھنے کی ہیں۔

اگرچہ یہ بات ثابت نہیں کہ آپنے کچھ لکھا ہو مگر یہ آپ سے بعید نہیں کیونکہ آپ کو ہر چیز کا علم تو دیا گیا ہو۔ مگر پڑھنے لکھنے سے منع کر دیا ہو۔ لیکن لغات عرب کا آپ کو علم ہونا اور اشعار کے معانی کا یاد کرنا یہ ایسی چیزیں ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔ بیشک کتاب الشفاء کے اوّل فصلوں میں اس پر ہم نے تمکو خبردار کر دیا ہے۔ اسی طرح گزشتہ امتوں کی بہت سی لغتوں کا یاد کرنا ثابت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آپنے فرمایا سنہ سنہ جس کے معنی حسنہ حبش کی لغت میں ہے۔ اسی طرح آپنے فرمایا ہرج بہت ہو گیا یعنی قتل بہت ہو گیا۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔ کہ آپنے فرمایا اشکنب درد یعنی فارسی زبان میں پیٹ کے درد کو کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سے ایسے علوم ہیں۔ جن کے کل یا بعض کو وہی اچھی طرح جان سکتا ہے جس نے ساری عمر کتابوں کے پڑھنے میں صرف کی ہو۔ اور ہر وقت کتابوں میں ہی مشغول ہو۔ اور اہل فن سے لگاؤ رکھا ہو۔

اور آپ ایسے مرد تھے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ امی ہیں جو نہ لکھتے ہیں نہ پڑھتے ہیں۔ اور نہ ایسے لوگوں کی مجلسوں میں رہے ہیں۔ جنکی یہ صفت تھی۔ اور نہ ان کے علموں میں سے کسی علم کو پڑھا۔ اور نہ پہلے آپ ان میں سے کسی علم میں مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک الآیۃ (پ ۲۱ ع ۱)	اور آپ اس سے پہلے نہ کتاب پڑھتے تھے اور نہ اسکو اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

اہل عرب کا انتہائی علم یہ تھا کہ وہ نبیوں کو اور پہلوں کی خبروں کو اور شعر و بیان کو صرف جانتے تھے اور یہ بھی انکو جب حاصل ہوتا تھا جبکہ وہ حصول علم کی کوشش کرتے اور

طلب علم میں مشغول رہتے۔ اور اہل علم سے مذاکرہ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ فن تو آپ کے دریائے علم کا صرف ایک قطرہ اور نقطہ ہے۔ اور جو چیزیں ہم نے بیان کی ہیں ان میں ملحدین کے انکار کی اصلا گنجائش نہیں، اور کفار کو تو اس کے دفع کرنے میں اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا جو ہم نے واضح کیا ہے۔ کہ وہ یہ کہیں کہ یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ اور یہ کہ یہ تو انسان کا سکھایا ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انکے اس قول کو مردود کر دیا کہ جو یہ نسبت جسکی طرف کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے حالانکہ یہ فصیح عربی زبان ہے۔ پھر وہ جو انہوں نے کہا وہ تو صریح مکابرہ ہے کیونکہ وہ جسکی طرف آپ کی تعلیم کی نسبت کرتے تھے وہ یا تو سلمان تھے یا رومی غلام۔ حالانکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے تو آپ کو ہجرت کے بعد پہچانا اور اس سے پیشتر، قرآن بکثرت نازل ہو چکا تھا۔ اور بیشمار نشانیاں اور معجزات ظاہر ہو چکے تھے۔ اسی طرح رومی غلام۔ وہ بھی اسلام لا چکے تھے۔ اور آپ سے قرآن پڑھتے تھے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے اور بعض کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ مروہ پر اس کے پاس بیٹھا کرتے تھے (بہر صورت) یہ دونوں عجمی زبان والے تھے۔ اور یہ جھگڑالو فصحاء اور تیز طرار خطباء بلاشبہ معارضہ میں قرآن کا مثل لانے میں عاجز رہے بلکہ اس کے وصف، ترکیب سورۃ اور نظم کلام کی سمجھ سے بھی قاصر تھے۔ تو عجمی (گونگوں) کا کیا شمار۔

لیکن ہاں! حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہوں یا بلعام رومی یا یعیش یا جبر یا یسار کہ جس کے نام میں اختلاف ہے۔ یہ ان کے سامنے ان سے مدۃ العمر کلام کرتے رہے تھے تو کیا کوئی بھی یہ کہتا ملا کہ یہ جو آپ لائے ہیں۔ یعنی قرآن، وہ ویسا ہی ہے جیسے یہ باتیں کرتے ہیں۔ اور کیا ان میں سے ایک سے بھی یہ باتیں مشہور ہوئی ہیں۔ اور اسوقت دشمن کو باوجود انکی کثرت تعداد اور سخت طلب معارضہ اور انتہائی حسد کے کسی نے انکو نہ روکا تھا کہ وہ بھی ان میں کسی کے پاس بیٹھ کر ان سے حاصل کر کے معارضہ کرے اور ان سے ایسی باتیں سیکھیں جو معارضہ و مجادلہ میں ضروری ہیں۔ جیسا کہ نضر بن حارث نے کیا کہ وہ کتابوں سے منگھڑت خبریں بیان کرتا تھا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت بھی اپنی قوم

سے غائب تھے رہے اور نہ کثرت کے ساتھ اہل کتاب کے شہروں میں میل جول رہا جو یہ کہا جاتا کہ آپ نے ان سے مدد لی ہے۔ بلکہ آپ ہمیشہ ان کے سامنے اپنے بچپنے اپنی جوانی میں انبیاء علیہم السلام کی عادت کے مطابق بکریاں چراتے رہے۔ پھر یہ کہ کبھی آپ ان کے شہروں سے باہر نہ نکلے مگر ایک یا دو سفر ضمنیں۔ ان دونوں سفروں میں بھی اتنی مدت نہ لگائی جس سے احتمال ہو کہ آپ نے تھوڑی سی بھی تعلیم حاصل کی چہ جائیکہ کثیر۔ بلکہ آپ کے سفر میں بھی آپ کی قوم ساتھ رہی ہے۔ اور اپنے اقرباء کی رفاقت۔ ان سے کسی حال میں پوشیدہ نہ رہے۔ اور مکہ مکرمہ کے قیام کے زمانہ میں بھی آپ کی حالت نہ بدلی کہ آپ تعلیم پاتے اور نہ کسی یہودی عالم یا نصرانی راہب یا نجومی یا کاہن کے پاس رہے بلکہ اگر یہ سب باتیں بھی ہوتیں تب بھی آپ کا وہ چیز لانا جو قرآن کا اعجاز ہے۔ یقیناً ان کے ہر ایک عذر کو قطع کرنیوالا اور ہر دلیل کو دور کرنے والا اور ہر امر کو صاف کرنیوالا ہے۔

فصل بست و ششم

آپ کی خصوصیات و کرامات اور ظاہر معجزات میں سے وہ غیبی خبریں ہیں جو ملائکہ اور جنات کے ساتھ ہوئیں۔ اور فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا آپ کی مدد فرمانا اور جنات کو آپ کا مطیع فرمان بنانا اور بہت سے صحابہ کا ان کو دیکھنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ الآيه (پ ۲۸ ع ۱۹)	اگر تم دونوں آپ کے خلاف باہمدیگر مدد کرو گے تو اللہ آپ کا مددگار ہے اور جبریل ......
فرمایا اِذْ يُوْحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّىْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الآيه (پ ۹ ع ۱۶)	جب تمہارے رب نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو
اور فرمایا اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ الآيتين (پ ۹ ع ۱۵)	جب تم اپنے رب سے مدد چاہتے تھے تو قبول کرکے فرمایا میں تمہارا مددگار ہوں۔

اور فرمایا وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ الآيه (پ ۲۶ ع ۴)

اور جب ہم نے تمہاری طرف جنوں کو پھیرا کہ وہ قرآن سنیں۔
حدیث ۱۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لقد رای من آیات ربہ الکبری (پ ۲۷ ع ۵) بیشک آپ نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آپ نے جبریل کو ان کی اپنی صورت میں دیکھا ان کے چھ سو پر تھے۔
اور حدیث میں آپ کا جبریل و اسرافیل علیہم السلام وغیرہ جاتا نہیں کرنا ثابت ہے اور شب معراج آپ کا بڑی اور چھوٹی صورتوں میں انکو بکثرت مشاہدہ کرنا مشہور رہا ہے اور بیشک آپ کی مجلس میں مختلف مقامات پر جماعت صحابہ نے انکو دیکھا پس آپ کے صحابہ نے جبریل علیہ السلام کو ایک مرد کی صورت میں دیکھا کہ وہ آپ سے اسلام اور ایمان کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔
اور حضرت ابن عباس، اسامہ بن زید وغیرہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے پاس جبریل علیہ السلام کو ایک مرد کی صورت میں دیکھا کہ وہ آپ سے اسلام اور ایمان کے بارے میں سوال کر رہے ہیں۔ اور حضرت ابن عباس، اسامہ بن زید وغیرہ رضی اللہ عنہم نے آپ کے پاس جبریل علیہ السلام کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا اور سعد نے دیکھا کہ آپ کے داہنے اور بائیں حضرت جبریل و میکائیل دو آدمیوں کی صورت میں ہیں جن پر سفید کپڑے ہیں اس کے مثل دوسروں سے بھی مروی ہے۔ اور بعض صحابہ نے بدر کے دن ملائکہ کو اپنے گھوڑوں کو ڈپٹتے سنا۔ اور بعض صحابہ نے کفار کے سروں کو اڑتے تو دیکھا مگر مارنے والے کو نہ دیکھا۔
ابو سفیان بن حارث نے اس دن چند سفید پوش مردوں کو چتکبرے گھوڑوں پر سوار زمین و آسمان کے درمیان دیکھا اور کوئی ان جیسا خوبصورت نہیں ہو سکتا۔
اور بیشک فرشتے عمران بن حصین سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو خانہ کعبہ میں جبریل کو دکھایا

تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑے

اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے جنوں والی رات میں جنات کو دیکھا اور انکی باتیں سنیں اور ان کو قوم زُطّ سے تشبیہ دی۔

ابن سعد نے بیان کیا کہ مصعب بن عمیر جب احد کے دن شہید ہو گئے۔ تو ان کا جھنڈا فرشتے نے پکڑ لیا جو ان کی صورت پر تھا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ آگے بڑھو اے مصعب! فرشتے نے آپ سے عرض کیا۔ میں مصعب نہیں ہوں تو اس وقت معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ ہے۔

بکثرت مصنفین نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک بوڑھا جس کے ہاتھ میں عصا تھا آیا اس نے آپ پر سلام عرض کیا آپنے اس کا جواب دیا آپ نے فرمایا یہ تو جن کی آواز ہے تو کون ہے۔ اس نے کہا میں ہامہ بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں اس نے بیان کیا کہ میں حضرت نوح علیہ السلام سے ملا ہوں اور ان کے بعد اور پیغمبروں سے۔ یہ حدیث طویل ہے۔ اس کے بعد آپ نے اسکو قرآن کی چند سورتیں لکھائیں۔

واقدی نے ذکر کیا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے عزیٰ (درخت) کے گراتے وقت اس کالی عورت کو جو برہنہ بدن منتشر بالوں کے ساتھ نکلی تھی اپنی تلوار سے قتل کر ڈالا۔ اور اسکی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی تب آپ نے فرمایا وہ عزیٰ تھی (یعنی وہ بت جسکو لوگ پوجتے تھے اس کے ساتھ اس جنہ کو تشبیہ دی ہا)

آپنے ایکدن فرمایا کہ شیطان نے آج رات ارادہ کیا کہ میری نماز قطع کر دے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اسپر قدرت دی اور میں نے اسکو پکڑ لیا میں نے چاہا کہ مسجد کے کسی ستون سے اسے باندھ دوں تاکہ تم سب لوگ اسے دیکھو لیکن مجھے اپنے بھائی (رسالت میں) حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض

کیا تھا کہ رب اغفرلی وھب لی ملکا الآیۃ (پ ۲۳ ع ۱۳) اے میرے رب مجھے بخش دے اور عنایت فرما ایسا ملک پس اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ناکام کر کے مردود کر دیا یہ باب ابھی بہت وسیع ہے۔

فصل بست وہفتم

آپ کی نبوت کے دلائل اور رسالت کی علامتوں میں وہ احادیث

دلائل و علامات نبوت و رسالت

ہیں جو رہبان و احبار اور علماء اہل کتاب سے آپ کی اور آپ کی امت کی تعریف اور آپ کے نام و علامات میں مروی ہیں۔ اور آپ کی اس مہر کا ذکر ہے جو دونوں کندھوں کے درمیان تھی۔ اور اس بارے میں پچھلے موحدین کے اشعار ہیں۔ جیسے تبع، اوس بن حارثہ، کعب بن لوئی، سفیان بن مجاشع، قس بن ساعدہ وغیرہ سے منقول ہیں اور وہ جو زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل اور عشکلان حمیری، علماء یہود اور ان کا عالم شاموں جو تبع کا مصاحب تھا۔ آپ کی تعریف اور خبریں بیان کیے ہیں اور وہ ہیں جو توریت و انجیل میں وحی کیگئی ہیں۔ جسکو علماء نے جمع کیا اور بیان کیا ہے۔ اور ان دونوں کتابوں سے اسلام لانے کے بعد ان میں کے ثقہ حضرات نے نقل کیا ہے۔

جیسے عبد اللہ بن سلام، ابنی سعید، ابن یامین، مخیریق اور کعب وغیرہ جو علماء یہود میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔ اور بحیرا، نسطور حبشہ اور صاحب بصری اور ضغاطر اور شام کے پادری اور جارود اور سلمان اور نجاشی اور حبشہ کے نصاریٰ، نجران کے پادری وغیرہ سے منقول ہے جو نصاریٰ کے علماء میں سے مسلمان ہوگئے تھے۔

نصاریٰ کے عالم و سردار ہرقل اور صاحب رومہ نے اس کا اقرار کیا اور مقوقس صاحب مصر اور اس کا مصاحب شیخ، اور ابن صوریا اور ابن اخطب اور اس کا بھائی اور کعب بن اسد اور زبیر بن باطیا وغیرہ علماء یہود نے اقرار کیا جنکو حسد اور نفاست

نے بقاپر بدبختی کو برانگیختہ کیا۔ اس بارے میں خبریں بکثرت ہیں۔ جنکا حصر نہیں کیا جاسکتا۔ بلاشبہ آپ نے یہود و نصاریٰ کے کانوں کے پردوں کو جھنجوڑا کہ ان کی کتابوں میں آپ کی اور آپ کے صحابہ کی صفتیں ہیں۔ اور ان پر حجت قائم کی کہ ان کے صحیفے ان پر مشتمل ہیں اور ان کی تحریف، کتمان (چھپانا) اور نبی آخرزمان کے صفت کے اظہار کے وقت زبانوں کو مروڑنے کی آپ نے مذمت فرمائی۔ اور مباہلہ کا چیلنج کیا کہ تم جھوٹے ہو۔ تو ان میں سے ہر ایک معارضہ سے بھاگا۔ اور جو الزام ان کے کتابوں سے کیا گیا۔ اس کے اظہار سے وہ کنی کترا گئے کیونکہ اگر وہ اپنی کتابوں میں آپ کے فرمان و الزام کے خلاف پاتے تو یقیناً اس کا اظہار ان پر آسان ہوتا بہ نسبت جانوں اور مالوں اور گھروں کی بربادی اور جنگ و جدال کے۔ آپ نے ان سے فرمایا اگر تم سچے ہو تو توریت کو لاکر اس کی تلاوت کرو۔ یہاں تک کہ آپ نے کاہنوں کو بھی ڈرایا جیسے شافع بن کُلیب۔ شق، سطیح، سواد بن مقارب، خنافر افعی نجران، جذل بن جذل الکندی، ابن خلصہ دوسی، سعد بن بنت کریز، فاطمہ بنت نعمان اور وہ لوگ جنکا شمار ان کی کثرت کی وجہ سے نہیں ہوسکتا حتیٰ کہ بتوں کی زبانوں پر آپ کی نبوت اور بوقت اظہار رسالت آپ کا اظہار تھا۔ اور غیبی آوازوں سے اور بتوں پہ قربانیوں سے اور مورتوں کے شکموں سے سنا گیا۔ اور وہ چیزیں جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک اور آپ کے رسالت کی گواہی پتھروں اور قبروں پہ پرانے خط میں مکتوب تھا پائی گئیں۔ اور وہ بہت سی چیزیں اس قسم کی مشہور ہیں۔ اور جو لوگ ان اسباب معلومہ و مذکورہ کی وجہ سے اسلام لائے بیان ہو چکا ہے۔

فصل بست و ہشتم ۲۸

اور آپ کے معجزات میں وہ نشانیاں ہیں جو لوقت ولادت ظاہر ہوئیں جنکو آپ کی والدہ ماجدہ نے بیان کیا۔ اور ان عجائبات کو ان لوگوں نے بیان کیا جو اس وقت ان لوگوں نے بیان کیا جو اس وقت موجود تھے۔ وہ یہ کہ آپ کی ولادت کے وقت آپکا

سر مبارک اٹھا ہوا تھا، اور آپ کی نظریں آسمان کی طرف تھیں۔ اور آپ کی والدہ نے اس نور کو دیکھا جو آپ کی ولادت کیوقت آپ کے ساتھ نکلا۔ اور ان عورتوں نے دیکھا جو آپکی ولادت کیوقت موجود تھیں اس وقت ام عثمان بن ابی العاص نے دیکھا کہ ستارے قریب آگئے اور یہ کہ بوقت ولادت نور نکلا۔ یہانتک کہ ہر طرف نور ہی نور پھیل گیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ شفاء کہتی ہیں کہ جب آپ پیدا ہو کر میرے ہاتھ پر لائے گئے۔ تو آپ کو چھینک آئی تو اس وقت کسی کہنے والے کو کہتے سنا کہ رحمک اللہ (اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے) اور مشرق و مغارب کے درمیان مجھے روشنی معلوم ہوئی حتیٰ کہ میں نے روم کے محل دیکھ لیئے۔

حضرت حلیمہ اور ان کے شوہر جو آپکے رضاعی والدین ہیں۔ نے آپکی برکت کی تعریف کی ہے۔ کہ ان کا اور ان کی اونٹنی کا دودھ بڑھ گیا تھا اور بکریاں فربہ ہو گئیں تھیں اور آپ کی نشوونما بہت جلد ہوتی تھی۔

شب ولادت کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا اور کنگرے گر پڑے۔ بحیرۂ طبریہ کا پانی کم ہو گیا۔ فارس کی آگ بجھ گئی۔ جو ایک ہزار سال سے برابر جل رہی تھی، اور یہ کہ جب آپ اپنے چچا ابوطالب اور ان کے بچوں کے ساتھ بچپنے میں کھاتے تو سب کے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب آپ ان کے ساتھ نہ ہوتے اور وہ سب ملکر کھاتے تو وہ شکم سیر نہ ہوتے تھے، اور ابوطالب کے بچے جب صبح کو اٹھتے تو پراگندہ حال اٹھتے مگر آپ صبح کرتے تو خوش باش بھی اور سرمگین اٹھتے ام ایمن جو آپ کی محافظہ تھی وہ کہتی ہیں کہ آپکے بچپنے میں میں نے کبھی بھوک وپیاس کی شکایت نہ سنی اور نہ آپکے بڑے ہونے کے بعد سنی اور آپکے عجائبات ولادت میں سے یہ ہے کہ شہاب ثاقب سے آسمان کا محفوظ رہنا اور شیطان کی گھات کا موقوف ہونا۔ اور ان کا چوری چھپے سننے سے رکنا ہے۔

اور آپ کو بچپن سے ہی بتوں سے نفرت اور امور جاہلیت سے اجتناب تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپکو عمدہ اخلاق کیساتھ مخصوص فرمایا یہانتک کہ آپکے پردہ پوشی کے

بارے میں یہ خبر مشہور ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت جب آپ نے اپنے تہبند کے دامن میں پتھر بھر کر کندھے پر رکھنے کا ارادہ کیا تو وہ کھل گیا، اور آپ برہنہ ہو گئے تو زمین پر گر پڑے حتی کہ آپ نے فوراً تہبند باندھ لیا، اس وقت آپ کے چچا نے آپ سے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے تب آپ نے فرمایا مجھے ننگا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ انہیں میں سے یہ ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے سفر میں بادلوں سے سایہ کیا، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت خدیجہ ام المومنین رضی اللہ عنہا اور دوسری عورتوں نے جب آپ سفر سے واپس آئے تو دیکھا کہ دو فرشتے آپ پر سایہ کر رہے ہیں، اس کا انہوں نے میسرہ (ان کے غلام تھے) سے تذکرہ کیا تو انہوں نے انکو بتایا کہ جب سے آپ سفر کیلئے نکلے ہیں اسی طرح دیکھا ہے۔

حضرت دائی حلیمہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بادل کو دیکھا کہ وہ آپ پر سایہ کر رہا ہے وہ آپ کے ساتھ تھیں، اور اس بارے میں آپ کے رضاعی بھائی سے بھی مروی ہے۔ انہیں سے یہ کہ ایک سفر میں آپ مبعوث ہونے سے پہلے ایک خشک درخت کے نیچے اترے تو اس نے تر و تازہ ہو کر آپ کے گرداگرد سایہ کر دیا۔ اور دیکھتے دیکھتے اسکی شاخیں نکل آئیں۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ پر ایک درخت نے جھک کر سایہ کیا۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ کے وجود گرامی کا چاند و سورج کے وقت سایہ نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اور کپڑوں پر نہ بیٹھتی تھی۔ اور اسی میں سے یہ ہے کہ آپ کو خلوت پسند تھی یہاں تک کہ آپ کی طرف وحی کیگئی پھر آپ نے اپنے وصال (موت طبعی) کی اور اپنی مدت حیات ظاہری کے پورے ہونے کی خبر دی اور یہ کہ آپ کی قبر مبارک مدینہ منورہ میں آپ کے گھر میں ہوگی۔ اور یہ کہ آپ کے حجرہ شریف اور مسجد میں منبر کے درمیان ریاض جنت کا ایک باغ ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے وصال کا اختیار دیا اور حدیث وفات میں بہت سی آپ کی کرامتیں اور بزرگیاں شامل ہیں اور یہ کہ فرشتوں نے آپ کے جسد اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھا۔ اس روایت کی بنا پر جسکو ہم نے بعض علماء سے روایت کیا ہے۔ اور یہ کہ ملک الموت نے آپ سے اجازت طلب کی حالانکہ آپ سے پہلے کسی سے اجازت قبض روح کی نہ مانگی اور

بوقت غسل النبی آوازیں سنی گئیں کہ آپ کی قمیض مبارک نہ اتارو، اور یہ کہ حضرت خضر اور ملائکہ نے اہل بیت سے وصال کے بعد تعزیت کی، یہاں تک کہ آپ کے صحابہ پر آپ کی کرامتیں برکتیں اور آپ کی حیات و وفات میں بکثرت ظاہر ہوئیں، جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے چچا کے توسل سے بارش کی دعا کی اور بہت سوں نے آپ کی اولاد سے برکتیں حاصل کیں۔

فصل بست و نہم

قاضی ابو الفضل (عیاض) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیشک ہم نے اس باب میں آپ کے ظاہر معجزات کے چند اشارے اور علامات نبوت میں سے ظاہر تر جملے بیان کئے ہیں جو ایک کو کافی و وافی ہوں گے۔ اور بکثرت ہم نے چھوڑ دیئے جن کا ہم نے ذکر ہی نہیں کیا اور اکثر طویل حدیثوں میں سے صرف اصل مطالب اور گوہر مقصود پر اکتفا کیا، اور بہت سی حدیث اور عجیب میں سے وہ جو صحیح اور مشہور تھیں لی ہیں اور بہت کم وہ غریب جیسے کہ تھیں لی ہیں جنکو مشاہیر ائمہ نے نقل کیا ہے۔ اور ان کی سندوں کو بوجہ اختصار حذف کر دیا اور اس باب کو اس موضوع کے اعتبار سے پوری طرح بڑا لکھا جائے تو ایک جامع دیوان بن جائے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہو۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیگر انبیاء و رسل علیہم السلام کی بہ نسبت دو وجہ سے بہت زیادہ ظاہر ہیں اول یہ کہ وہ بکثرت ہیں کیونکہ جسقدر نبیوں کو معجزات دیئے گئے ان سب کے برابر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے، یا ان سے بڑھ کر آپکو ملے۔ اور بیشک لوگوں نے اس پر اطلاع دی ہے پس اگر تم چاہو تو اس باب کی فصلوں پر غور کرو، اور گزشتہ نبیوں کے معجزات پر سوچو گے تو انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ آپکے معجزات زیادہ ہیں۔ پس قرآن ہی سارا کا سارا معجزہ ہے، اور بعض ائمہ محققین کے نزدیک جس میں کم سے کم معجزے ہیں وہ سورۂ کوثر ہے یا اسکی برابر کوئی ایک آیت۔ اور بعض ائمہ کا یہ مذہب ہے۔ کہ اسکی ہر آیت وہ جیسی بھی ہے معجزہ ہے اور دوسروں نے اتنا زیادہ کیا کہ قرآن کا ہر جملہ منتظمہ مرکبہ معجزہ ہے۔ اگرچہ وہ ایک کلمہ یا دو کلمے ہی کیوں نہ ہوں اور حق و صحیح وہی ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، قل فاتوا بسورۃ من مثلہ الآیۃ تم فرما دو کہ اسکی ایک سورۃ کی مثل ہی لے آؤ۔ (پ ۱۱ ع ۹) (یونس) یہ کم سے کم ہے جس کے ساتھ

کفار سے تحدی (طلب معارضہ) کیا گیا ہے۔ باوجودیکہ نظر تحقیق اسکی تائید کرتی اور مختصر کو طویل کرتی ہے۔ اور جب یہ بات ایسی ہے تو قرآن میں تقریباً ستتر ہزار کلمے اور بعضوں کے شمار پر اس سے زیادہ ہیں اور انا اعطینٰک الکوثر (پ ۳۰ ع ۲۳) میں دس کلمے ہیں تو اب انا اعطینٰک الکوثر کے عدد پر پورے قرآن کو تقسیم کرو تو سات ہزار جز سے زیادہ ہوں گے اور ہر ایک ان میں سے فی نفسہٖ معجزہ ہے۔ پھر اس کا اعجاز جیسا کہ گزر چکا دو وجہوں پر ہے ایک اس کی بلاغت کے اعتبار سے دوسرا اس کے نظم کے اعتبار سے تو اب ہر ایک جز اسی اعتبار سے دو معجزے ہو گئے اسطرح پر اب اسکی تعداد دو گنی ہو گئی۔ پھر قرآن میں دوسرے اعجاز کے وجوہات بھی ہیں مثلاً غیبی علوم کیا نہ خبریں وغیرہ۔ لہٰذا اس تجزیہ کے اعتبار سے ہر ایک سورۃ غیبی چیزوں میں سے ایک خبر ہوگی۔ اور اسکی ہر خبر فی نفسہٖ معجزہ ہے اور دوبارہ اسکی تعداد دوگنی ہو جائیگی۔ پھر دوسری وہ وجوہات اعجاز ہیں جنکو ہم نے ذکر کیا ہے تو قرآن کے حق میں ہی اسکی تعداد کئی گنا لازمی طور پر بڑھ جاتی ہے پس قریب ہے کہ کوئی عدد اس کے معجزات کی تعداد کو نہ پا سکے گا۔ اور نہ اس کے دلائل کا حصر کر سکیگا۔ پھر آپ سے وہ احادیث مرویہ اور اخبار منقولہ جو اس باب میں مروی ہیں اور وہ چیزیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں اور جنکی طرف ہم نے اشارہ کیا تو فی الجملہ کس تعداد تک پہنچیں گی۔ دوسری وجہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات واضح ہیں۔ کیونکہ دیگر رسولوں کے معجزات ان کے زمانہ کے لوگوں کی ہمتوں کی تعداد اور اس فن کے اعتبار سے تھیں جو ان کے زمانہ میں رائج تھے پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا تو اس زمانہ کے لوگ جادو میں کمال رکھتے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کو اس کے مشابہ معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا جس پر وہ قدرت کا ادعا کرتے تھے۔ تو وہ ان کے پاس معجزہ لائے جو انکی عادتوں کو مجبور کرتی تھی۔ اور جو انکی قدرت سے باہر تھا جس کے ذریعے ان کے جادو کو باطل کیا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فن طب کمال پر تھا۔ اور اسمیں لوگ بھرپور تھے تو وہ ان کے پاس ایسا معجزہ لائے جس پر وہ قدرت نہ رکھتے تھے۔ اور وہ چیز سامنے لائے جن کا وہ گمان بھی نہ کر سکتے تھے۔ جیسے مردوں کا زندہ کرنا، اور بغیر معالجہ طبی کے جذامی اور کوڑھی کو تندرست کرنا وغیرہ اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ درانحالیکہ عرب کے جملہ معارف و علوم چار تھے، بلاغت، شعر، خبر، اور کہانت، تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل فرمایا جو ان چاروں فصلوں میں خارق اور برخلاف عادت ہے یعنی فصاحت، اختصار، اور بلاغت جو انکے کلام کے طرز و طریق سے خارج ہے۔ اور اسمیں وہ نظم غریب اور اسلوب عجیب ہے کہ نظم ہیں جنکی ادائیگی سے وہ واقف ہی نہ تھے۔ اور وہ لوگ اوزان کے طریقوں کے سوا اور اسلوب جانتے ہی نہ تھے۔ اور یہ کہ اسمیں گزشتہ و آئندہ کی خبریں ہیں اور واقعات، اسرار، خفیہ باتیں اور دلوں کے حالات کی خبریں ہیں تو وہ ویسی ہی ہوئیں جیسی کی بیان کیگئیں۔ اور وہ اسکی صحت پر خبر دینے والے کا اعتراف کرتا ہے۔ اور اسکی تصدیق کرتا ہے، اگرچہ کتنا ہی بڑا دشمن ہو اور اللہ کہانت کو باطل کیا جو ایک مرتبہ سچی ہوتی ہے، اور دس مرتبہ جھوٹی۔ اور اس کے پانسہ پھینکنے اور ستاروں کی گھاتوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اور قرآن میں گزشتہ زمانوں کی خبریں، نبیوں اور انکی مردہ امتوں کے حالات اور سابقہ واقعات کا ذکر ہے کہ اس شخص کو جو اس علم کے لیئے مشغول ہو اسکے بعض حصہ ہی اسکو عاجز کر دیتے ہیں چہ جائیکہ کل قرآن ان وجوہ کے اعتبار سے جنکو ہم نے بیان کیا اور اسمیں ہم نے معجزات کا ذکر کیا ہے۔ پھر یہ جامع معجزہ ان وجوہ و فصول کیساتھ جنکو ہم نے اعجاز قرآن میں بیان کیا قیامت تک ثابت و باقی رہیگا۔ اور ہر آنیوالی امت کیلئے حجت ظاہرہ رہیگا۔ اور اس کے وجوہ اسپر مخفی نہیں جو اسمیں غور و نظر کرے اور اس کے وجوہ اعجاز میں تدبر کرے کہ کسطرح اور کس نہج پر اسمیں غیبی خبریں ہیں۔ پس اب کوئی عہد اور زمانہ ایسا نہ گزرے گا جسمیں اس کے خبر کا صدق ظاہر و غالب نہ رہے۔ اور خبر واقع کے مطابق نہ ہو۔ پس ایمان تازہ ہوتا رہے گا۔ اور دلائل ظاہر ہوتے رہیں گے۔ حالانکہ خبر عینی مشاہدہ کے برابر نہیں ہوتی۔ اور مشاہدہ سے یقین زیادہ ہوتا ہے۔ اور دل عین الیقین سے بہ نسبت علم الیقین کے زیادہ مطمئن ہوتا ہے۔ اگرچہ ہر ایک اس کے نزدیک حق ہوتا ہے۔ اور انبیاء و رسل علیہم السلام کے تمام معجزات انکی مدت کے بعد ختم ہو گئے۔ اور وہ ذاتوں کیساتھ ان کا وجود معدوم ہو گیا لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ نہ پرانا ہوا اور نہ منقطع ہوا۔ اور اسکی نشانیاں تازہ ہوتی رہتی ہیں جو کبھی کمزور نہیں ہوتیں اسی لیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان میں ارشاد فرمایا کہ،

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بالاسناد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ان کے مطابق معجزات دیئے گئے جس پر لوگ ایمان لاتے رہے، اور جو چیز مجھ پر وحی کی گئی یا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی فرمائی میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اس کے اتباع کرنیوالے ان سے زیادہ ہوں گے۔ حدیث کے یہ معنی بعض علماء کے نزدیک ہیں یہی ظاہر و صحیح ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور اکثر علماء نے اس حدیث کی تفسیر میں اور آپ کے معجزات کے ظہور میں، دوسرے معنی بیان کیے ہیں یعنی ان کا ظہور یہ ہے کہ یہ وحی اور کلام ہے جس میں تخییل یا حیلہ جوئی یا تشبیہ کا امکان نہیں ہے کیونکہ دوسرے نبی و رسول علیہم السلام کے معجزات میں بیشک معاندین نے قصد کیا کہ اس میں دوسری چیزیں ملا دیں، اور انہوں نے اپنی خواہش کی انکو خیال بنا کر ضعیف الاعتقاد لوگوں کو پھیر دیں جیسے کہ جادوگروں کا رسی اور لکڑیاں وغیرہ ڈالنا یہ اس کے مشابہ ہے کہ جادوگر اسکو خیال بنا سکے۔ یا اس میں حیلہ کر سکے اور قرآن ایسا کلام ہے جس میں حیلہ اور جادوگروں کے تخییل کی گنجائش ہی نہیں پس اس وجہ سے ان علماء کے نزدیک دیگر معجزات سے زیادہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ جو شاعر اور خطیب ہو وہ کسی حیلہ یا بناوٹ سے شاعر و خطیب نہیں بن سکتا لیکن پہلی تعبیر اور معنی زیادہ عمدہ اور پسندیدہ ہے اور یہ دوسری تعبیر و معنی وہ ہے جس پر آنکھ بناء ہوتی ہے، اور جھپکتی ہے،

تیسری وجہ اعجاز کی اس مذہب پر ہے جو پھیر دینے کے قائل ہیں، کیونکہ معارضہ کرنا انسان کی قدرت میں تھا پس وہ اس سے پھیر دیئے گئے۔ یا اہلسنت کے دو مذہبوں میں سے ایک مذہب یہ ہے کہ اسکی مثل کا لانا انسان کی قدرت کے جنس سے ہے لیکن وہ ایسا نہ پہلے کر سکے اور نہ بعد میں کریں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو قدرت نہیں دی، اور نہ وہ اس پر انکو قدرت دے گا۔ اور دونوں مذہبوں کے درمیان ظاہر فرق ہے، اور دونوں مذہبوں کا اجماع ہے کہ عرب اس چیز کو نہ لا سکے جو ان کے مقدور میں تھا یا ان کے مقدور کے جنس میں سے تھا۔ اور ان کا بلاء، جلاوطنی، اسیری، اور ذلت (جزیہ) تغیر احوال، جان و مال کی اضاعت، زجر و توبیخ، مجبوری و لاچاری اور دھمکی و ڈراوے پر راضی ہونا۔ اس کے مثل لانے سے عاجز ہونے پر کھلی دلیل ہے، اور اس کے معارضہ سے منہ موڑ گئے۔ اور بلاشبہ

وہ اس چیز سے روک دیئے گئے تھے۔ جو ان کے مقدور کی جنس سے تھا۔ یہ مذہب امام ابوالمعالی جوینی وغیرہ رحمہم اللہ کا ہے۔ امام ابوالمعالی فرماتے ہیں کہ یہ بات ہمارے نزدیک فی نفسہٖ خرق عادت میں زیادہ بہتر ہے بہ نسبت نادر افعال کے جیسے لاٹھی کو اژدھے پھیرنا وغیرہ۔ کیونکہ دیکھنے والے کے دل میں فوراً یہ خدشہ گزرتا ہے کہ یہ خصوصیت اس کے صاحب میں اس لئے ہے کہ اس فن اور علم میں اسکی معرفت زیادہ ہے حتیٰ کہ کوئی صحیح النظر ہی اس خدشہ سے اسکو پھیر سکتا ہے۔

لیکن صدہا سال سے ایسے کلام کیساتھ جو ان کے کلام کی جنس سے ہے۔ تحدی اور معارضہ کرنا کہ اس کی مثل لاؤ۔ پس وہ نہ لا سکے۔ اسکے بعد اب باقی نہیں ہے کہ معارضہ پر پورے وجوہات بیان کریں پھر ان کا نہ لانا سوائے اس بات کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے مثل لانے سے مخلوق کو روک دیا ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ اگر نبی یہ فرمائیں کہ میری نشانی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو قیام سے روک دے باوجود اس پر انکی قدرت کے اور ایک زمانہ اس پر گزر جائے پس اگر ایسا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ قیام سے انکو عاجز کر دے تو یقیناً یہ اس نبی کی روشن نشانی اور معجزہ اور نبوت پر ظاہر دلیل ہو گی وباللہ التوفیق۔

اور بیشک بعض علماء پر آپ کے معجزات دیگر تمام نبیوں کے معجزات پر غالب ہونیکی وجہ پوشیدہ رہی۔ یہاں تک کہ اس بارے میں اس عذر کے محتاج ہوئے کہ عرب کی عقلیں دقیق تھیں ان کی ذکاوت تیز تھی۔ اور ان کی سمجھ پوری تھی۔ اور انہوں نے اپنی فطرت سے جان لیا کہ اصلی معجزہ ہے۔ اور ہر بات انکو اپنی سمجھ کے موافق حاصل تھی۔ اور ان کے علاوہ قبطی بنی اسرائیل وغیرہ کی یہ کیفیت نہ تھی۔ بلکہ وہ لوگ غبی اور کم سمجھ تھے اسی وجہ سے تو فرعون نے ان پر جائز رکھا کہ وہ ان کا رب ہے۔ (معاذ اللہ) اور سامری نے جائز رکھا کہ اس بچھڑے میں (معاذ اللہ) خدا ہے یہ بات ان کے ایمان لانے کے بعد ہوئی۔ اور مسیح کی انہوں نے پرستش کی باوجودیکہ ان کا یہ اجماع ہے کہ وہ مصلوب ہوئے۔ وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ (پ ۶ ع ۲) حالانکہ نہ وہ قتل ہوئے۔ اور نہ انہیں سولی دیگئی۔ لیکن انہیں شبہ ہو گیا۔ پس ایسے بے سمجھوں کیلئے ظاہر اور کھلے معجزات آئے جو انکی موٹی سمجھ کے موافق تھے۔ تاکہ اسمیں انہیں شک و شبہ نہ ہو۔ باوجود جن کے انہوں نے کہا۔ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ (پ ۱ ع ۶) ہم تم پر ہرگز ایمان نہ

لائیں گے ہمیں اللہ کو واضح طور پر دکھاؤ اور من وسلویٰ پر انہوں نے صبر نہ کیا۔ اور واستبدلوا الذی ھو ادنیٰ بالذی ھو خیر (پ۱ ع۷) عمدہ چیز کے بدلے ادنیٰ چیز سے بدلنے کی خواہش کی اور عرب اپنی جاہلیت کے باوجود انہیں بہت زیادہ خدا کے معترف تھے۔ اور وہ بتوں سے تقرب الی اللہ کو تلاش کرتے تھے۔ اور بعض ان میں سے آپ کے اعلان رسالت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلائل عقلیہ سے دل کی صفائی کے ساتھ ایمان رکھتے تھے۔ اور جب اللہ کا رسول کتاب لیکر تشریف لائے تو اسکی حکمت کو سمجھا اور انہوں نے اول دہلہ میں ہی اپنی سمجھ کی برتری سے جان لیا کہ یہ معجزہ ہے تو وہ ایمان لے آئے اور ہر روز ان کا ایمان بڑھتا رہا۔ اور تمام دنیا سے کنارہ کش ہو کر آپ کی صحبت اختیار کی۔ اپنے گھروں اور مالوں سے ہجرت کی اور اپنے باپوں اور بیٹوں کو آپ کی مدد میں قتل کیا۔ اسی معنی میں یہ باتیں ہیں جن سے آراستگی ہوتی ہے۔ اور عجیب لذت معلوم ہوتی ہے۔ اگر اسکی طرف احتیاج اور تحقیق کیجائے۔ لیکن ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کے بیان اور اسکے ظہور میں پہلے ہی وہ باتیں ذکر کر دی ہیں جو ان خفیہ اور ظاہر راستوں پر چلنے سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔ وباللہ استعین وھو حسبی ونعم الوکیل۔

تمت بالخیر

الحمد للہ علی احسانہ کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنفہ علامہ قاضی ابو الفضل محمد عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے حصہ کا ترجمہ مسمیٰ بنام تاریخی نعیم العطاء فی حدیث المجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۲۱ ربیع الاوّل ۱۳۷۹ھ بروز جمعہ بعد مغرب سے شروع ہو کر ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۷۹ھ بروز یکشنبہ بعد مغرب مکمل ہوا۔ اب اس کے بعد حصہ دوم یعنی کتاب الشفاء کی قسم ثانی جس میں لوگوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا حقوق واجبہ ہیں کا بیان ہے، شروع ہوگی۔ واللہ متمم بالخیر۔

فاضل مترجم کا تعارف

مراد آباد میں کاکا خیلی سادات کے ایک بزرگ اور متبحر عالم دین عمدۃ الفضلاء زبدۃ العرفاء حضرت مولانا سید شاہ خدا بخش صاحب مجددی چشتی، فخری النظامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے فرزند ارجمند حضرت مولانا الشاہ صوفی سید صابر اللہ شاہ صاحب چشتی النظامی، الاشرفی نعیمی مدظلہ کے ہاں ایک ہونہار کی ۲۲ دسمبر ۱۹۲۲ء کو پیدائش ہوئی جس کا نام غلام معین الدین مخدوم رکھا گیا۔ اس وقت کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ بھی دنیا و دین کی ایسی بلندیوں پر فائض ہوگا جسے دیکھ کر فرشتے بھی رشک کریں اسے اللہ تعالیٰ کا خاص انعام و اکرام ہی تصور کرنا چاہیے کہ اس نادر روزگار ہستی اور قحط الرجال زمانہ کے بہترین دل و دماغ رکھنے والے، دین میں بطور سند پیش کیے جانے والے اور یہ کہ وہ خود ایک متبحر عالم و صوفی تھے، بلکہ بڑے بڑے علماء اور صوفیاء کا وجود ان کی نظر کیمیا اثر اور تربیت و صرف ہمت ہی کا مرہون منت ہے۔ ہند و پاک کے علاوہ اکثر دیار و امصار اسلامیہ میں ان کے ادنیٰ شاگرد کتاب و سنت اور تصوف اسلامی کے نہ صرف داعی ہیں، بلکہ دین کے امور مہم میں مرجع خلائق ہیں۔ ان کے شاگردوں کی حرکتِ قلم کو اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کے بعد، ان کی نگاہِ کرم ہی کی بدولت وہ مقام حاصل ہے کہ دنیا کے جابر سے جابر حکمران کو بھی اسے ترستے ہیں۔ اس تحریر سے میرا اشارہ فخر الاماثل، امام العلماء رئیس الصلحاء، استاذ الکل، عالم بے بدل حضرت اقدس مولانا مفتی، حافظ حکیم سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم و نور اللہ مرقدہٗ کے وجود مسعود کی طرف ہے

برادر محترم غلام معین الدین مخدوم ان کے اُن خاص تربیت یافتگان میں سے ہیں جنہیں مخصوصین ہی کہا جاسکتا ہے۔ مخلصین کی تعداد تو اتنی ہے کہ شمار نہیں کیا جاسکتا لیکن مخلصین کا جو مقام اہل اللہ کے ہاں مانا گیا ہے۔ اس شمار و قطار میں قلیل من عبادی الشکور کے مطابق حضرت علامہ مولنا حکیم غلام معین الدین مخدوم کو میری نگاہ میں، صغیر السن ہونے

کے باوصف وہ قرب اور حضوری حاصل رہی ہے۔ جو بڑے بڑے فضلاء و کبراء کو نہیں مل سکی۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

حضرت علامہ الحاج مولانا غلام معین الدین علوم دینیہ کے تو طبیب ہیں ہی، لیکن طب بدنی میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں حذاقت کے مقام تک پہنچا دیا ہے۔ ۱۹۴۲ء میں جبکہ ابھی سن انیس سال کا ہی تھا طبیہ کالج لکھنؤ سے "الحکیم الفاضل" کی سند حاصل کر لی اور اس سے تین برس بعد ۱۹۴۵ء میں حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مفتی سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کی نگرانی اور شرف تلمذ میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے علوم دینیہ، معقولات و منقولات میں سند فضیلت حاصل کی۔ چونکہ ملت اسلامیہ کی خدمت کا جذبہ شروع سے ہی موجود تھا۔ اس لئے آغاز جوانی سے ہی مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کوشاں رہے۔ ۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۸ء تک جمہوریت اسلامیہ آل انڈیا سنی کانفرنس کے منصرم کے فرائض سرانجام دیئے۔ اور پاکستان کی تحریک اور اسکی تعمیر کے لئے دن رات ایک کر کے کام میں لگے رہے۔ انقلاب کے بعد آپ نے ۱۹۵۵ء میں نقل سکونت کر لی یہاں آکر باوجود اس بات کے کہ اثاثۃ البیت عزیز و اقارب اور دوست احباب سے ہاتھ دھونا پڑا تھا۔ ان کی طبیعت نے بیاسی کو قریب نہیں پھٹکنے دیا چنانچہ ملت اسلامیہ کی خدمت بدستور جاری رہی، بل پھر چلین سے نہیں رہے۔ ۱۹۵۴ء سے مئی ۱۹۵۸ء تک مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کے نائب ناظم اعلیٰ رہے، اور جس سرگرمی اور جانفشانی سے انہوں نے فرائض مفوضہ کو انجام دیا۔ اسکا انکار وہی کر سکتا ہے جو دل ہی کا روگی ہو کوئی صاحب تقویٰ و دیانت اور صاحب عقل و فہم انکی دیانتدارانہ اور پرخلوص خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ۵۸ء سے جون ۶۵ء تک ہفت روزہ جمعیت نکالا۔ اور اس کے مدیر مسئول رہے۔ گو کہا تو انہیں مدیر مسئول ہی جاتا رہا لیکن کون نہیں جانتا کہ سب کچھ ہی تھے۔ ناگزیر حالات کے تحت انہیں ہفت روزہ جمعیت اور

دوسرے امور جمعیت سے مستعفی ہونا پڑا اس کے بعد سے آج تک اپنے استاذ اور مرشد برحق صدر الافاضل حضرت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد کو قائم رکھنے کیلئے ہفت روزہ سواد اعظم نکال رہے ہیں جس میں بلند پایہ علمی تحقیقی اور دینی مضامین انہی کے زیر نظر شائع ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے اندر ایک ایسی تڑپ ہے جو علماء وصوفیاء کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بغیر کوئی دین وملت کی خدمات کا جذبہ رکھنے والا کامیاب و بامراد نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ہے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ محبت اور اس کی درماندگی پر دل میں درد۔ ویسے برادر مکرم حضرت مولانا مخدوم غلام معین الدین زیدت مجدہم العالیہ علاوہ اپنی علمی اور عملی قابلیتوں کے بحیثیت ایک ہمدرد اور دردمند انسان کے اپنے اندر انوکھی اور ممتاز قسم کی خوبیاں رکھتے ہیں۔ دل آزاری، حسد، بغض کینہ، عیب بینی اور نکتہ چینی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت دور رکھا ہے۔ یہی وہ رذائل ہیں جو بڑے سے بڑے عالم اور صوفی کو راہ حق سے کوسوں دور پھینک دیتے ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اس ناچیز و مسکین کو ان کی شفقتوں، ہمدردیوں اور محبت کے ساتھ ان کے علم و دیانت کا واشگاف الفاظ میں بلا خوف لومتہ لائم اعتراف ہے۔ میں بذات خود اپنے لئے ان کی علمی، دینی اور روحانی رہنمائیوں کا برملا اظہار نہ کرنا کفران نعمت سمجھتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کتاب الشفاء فی حقوق المصطفےٰ کے اس مترجم کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور انہیں متقین کا امام بنا دے آمین ثم آمین۔ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

میرے علم و بصیرت کے مطابق اس مقدس کتاب کے ترجمہ کرنے کی انہیں منجانب اللہ توفیق ملنا ہی ان کے مقبول بارگاہ خدا اور رسول ہونے کی دلیل ہے

اللہ تعالیٰ اس گرانقدر سعی کو مقبول و مشکور فرما کر ان کے حق میں ترقی درجات اور قارئین کے لیئے کفارۂ سیئات بنا دے آمین۔ اس موقع پر ایک تائید غیبی کا ذکر کر دینا میں بموجب آیۂ کریمہ واما بنعمۃ ربك فحدث ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ کتاب الشفاء کے ترجمہ کرنے کے دوران ۲۷، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۵ء کی درمیانی شب میں شفیق محترم، برادر مکرم، حضرت مولانا الحاج حکیم غلام معین الدین صاحب مخدوم مد اللہ ظلہم العالی و متعنا اللہ بطول حیاتہ وبقائہ نے رویاء صالحہ دیکھا کہ وہ اپنے مربی و مرشد حضرت اقدس صدر الافاضل مولانا مولوی حکیم حافظ محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہیں۔ اور ان کے پاؤں دبا رہے ہیں۔ یاد رہے کہ مولانا غلام معین الدین حضرت صدر الافاضل کے خاص خدام میں سے ہیں۔ اور حضرت کے حین حیات میں آخر وقت تک اس قسم کی خدمت کا انہیں، شرف حاصل رہا ہے کہ وہ روزانہ حضرت کے بستر استراحت پر جانے وقت حضرت پر سے تھکاوٹ دور کرنے کے لیئے حضرت کے پاؤں دبایا کرتے تھے۔ اور حضرت کا چہرۂ اقدس فرح و انبساط کے باعث چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا ہے۔

پیر و مرشد کے چہرہ پر خوشی اور شگفتگی کا ہونا کسی ایسے ہی کام کی طرف مشیر ہے۔ جس کے کر دینے میں کسی قسم کی ناپسندیدگی یا ناموزونیت کا قلب مومن پر خطرہ بھی ممکن نہیں۔

یہ تھی ابتداء ایک عاشق رسول اللہ حضرت قاضی ابو الفضل عیاض کی کتاب الشفاء فی حقوق المصطفیٰ کے ترجمہ نعیم العطاء فی حدیث المجتبیٰ کی جس کا شرف دیدہ محبؐ حبیب اللہ مترجم کتاب ہذا اعنی اخی المکرم

۱۸۰.۸.۸۰

مولانا غلام معین الدین نعیمی کو ملا۔ اللہ رب العزة اسے قبول فرماوے۔

آمین

المفتقر الی رحمة اللہ الصمد الاحقر حافظ ریاض احمد عفا اللہ عنہ

سب ایڈیٹر روزنامہ جنگ

راولپنڈی

ازھر بک ڈپو آرام باغ

کراچی نمبر ا

قیمت .... پہلا حصہ .... چار روپے

سید غلام معین الدین نعیمی مدیر ہفت روزہ سواد اعظم پرنٹر پبلشر نے مقبول عام پریس [illegible] سے چھپوا کر ادارہ نعیمیہ موچی گیٹ لاہور سے شائع کیا